بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ہ

(سورہ ۔ ق ۵۰)

سنو! جس دن ایک نزدیک جگہ سے منادی صدا دے گا۔ اس دن وہ حق کی آواز سنیں گے اور یہی دن ظہور کا ہو گا !!

نور العصر

تصنیف منیف

سرکار خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی

ناشر

مکتبہ تعمیر ادب

پوسٹ بکس نمبر ۵۸۷ - پیسہ اخبار - لاہور

ہماری دیگر مطبوعات

قرآن مجید ترجمہ مولانا فرمان علی مرحوم

مستند تحفۃ العوام

مفاتیح الجنان

ابوطالب مومن قریش

نص و اجتہاد

صحابیت کا صحیح تصور

فدک تاریخ کی روشنی میں

بیعت رضوان

شہداء ایمان

ترجمہ احیاء المیت

ترجمہ سر الشہادتین

وضو کتاب و سنت کی روشنی میں

ترجمہ جلاء العیون

امام صادق و مذاہب اربعہ (زیر طبع)

تذکرۃ الخواص (زیر طبع)

تاریخ ابوالفدا (زیر طبع)

توضیح المسائل

مستند نماز

مستند دعائیں

سیدہ کی کہانی (منظوم)

بار اول	جنوری ۱۹۶۸ء
تعداد اشاعت	دو ہزار
کتابت	محمد چراغ الدین
سرورق	انصاری
طباعت	نامی پریس لاہور
قیمت قسم اول	ساڑھے چھ روپے
" قسم دوم	ساڑھے چار روپے

اس کتاب میں

خطیب اعظم مولانا محمد سعید دہلوی مدظلہ

عرض ناشر

ہماری ایک اور انمول پیشکش "نور العصر" آپ کے زیر نظر ہے۔

حضرت امام آخر الزمان عجل اللہ فرجہ کے بارے میں آج کل خاصی غلط فہمیاں پھیلائی جاری ہیں اس سلسلہ میں گذشتہ دنوں ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ" اور ہفت روزہ "پیغام صلح" نے نہایت دل آزار اور بے ہودہ مضامین شائع کئے۔ مکتبہ تعمیر ادب کے ارگن المنتظر کی وساطت سے ہم نے ایسی تمام تحریروں کے مسکت جواب شائع کئے۔ لیکن اس کے باوجود یہ خواہش دل میں چٹکیاں لیتی رہی کہ حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ کے بارے میں ایک مستند اور مدلل کتاب شائع ہونی چاہیے تاکہ آئندہ کسی کو بھی غلط فہمیاں پھیلانے کی جرأت نہ ہو۔

خوش قسمتی ملاحظہ فرمائیے کہ رہبر قوم . . . قائد ملت جعفریہ خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب دہلوی مدظلہ العالی نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرما رکھی تھی۔ ہم نے سرکار ممدوح کی خدمت میں اس کو شائع کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے بہ کمال شفقت وعنایت اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اس کتاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ ہمارے ساتھ اس بات میں مکمل اتفاق کریں گے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب ابھی تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی کتاب وسنت۔ نقل وعقل۔ روایت درایت ہر لحاظ سے حضرت امام عصر کے وجود مبارک کے متعلق جو وسوسے اور شدت عوام کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں۔ ان کا جواب شافی اور اثبات اور حیات قائم آل محمد کو سواد اعظم کی کتب ہائے معتبرہ سے

پیش کیا گیا ہے۔

علمی حلقوں میں سرکار خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب دہلوی کی ذات والا صفات محتاج تعارف نہیں ہے۔ موصوف آسمان خطابت پر برسوں آفتاب عالم تاب بن کر چمکے۔ برصغیر کی ہر فرد اس بات کی گواہ ہے کہ بلاشبہ اس میدان میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا جہاں آپ نے خطابت میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑے وہاں اب اس پیرانہ سالی میں انھوں نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ مبذول فرما کر تحقیق انیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب آپ کی ایک کاوش کا بہترین ثمر ہے۔

افراد ملت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کی توسیع اشاعت میں حصہ لے کر عند اللہ و عند الرسول ماجور و مثاب ہوں۔

ناشرین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل دام مجدہ

زیر نظر کتاب ملک کے مایہ ناز خطیب کی تالیف و ترتیب ہے اس کا موضوع اثبات وجود حضرت صاحب الزمان علیہ السلام ہے۔ میں اصل کتاب کے بارے میں آگے چل کر کچھ عرض کروں گا۔ پہلے تمہید کے طور پر جناب خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ مدظلہم کے بارے میں کچھ عرض کرتا چلوں۔ تاکہ مؤلف اور تالیف دونوں پر اظہار خیال ہو جائے۔

جناب خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ کے کم و بیش پچاس سال شہرت و ناموری کے آفتاب نصف النہار میں گذر رہے اور برصغیر کا کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جہاں موصوف نے خدمت دین اور تبلیغ مذہب کے لیے سفر نہ کیا، ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں نے آپ کی خطابت، دل کشی بیان، حسن تقریر اور انداز وعظ کو والہانہ پسندیدگی کے ساتھ دیکھا، اور ہمیشہ تاثیر کا اقرار اور اثر کا اظہار کیا

مولانا سید محمد صاحب کے والد بزرگوار جناب مولانا سید آفتاب حسین صاحب اور ان کے والد مرحوم جناب سید غازی الدین حسین صاحب پیتن ہیڑی ضلع بجنور کے

باوقار زمیندار تھے وہ اپنے علاقے میں حاکمانہ اعزاز اور پرخلوص محبتوں کے مالک تھے، اس عہد کی رسم کے مطابق صاحبان دولت علم دین سے منفعت رکھتے تھے، خاص کر دیندار خاندانوں میں اولاد کو تبلیغ مذہب کا شوق دلایا جاتا تھا، جناب مولانا آفتاب حسین مرحوم بھی دولت دنیا کے باوجود علم دین کے شوقین تھے، موصوف نے میران پور اور مدرسہ منصبیہ میرٹھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی کی سند مولوی فاضل حاصل کی اور مولف تذکرۂ بے بہا کے بقول آپ متحدہ پنجاب میں اوّل آئے۔

آغاز جوانی ہی میں خطابت کا شوق ہوا۔ اور اپنی ذہانت و ذکاوت علم وفضل، کمال خطابت اور خلوص نیت کی بدولت اپنے عہد کے عظیم واعظ مانے گئے معاصر شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ایک خاص طرز بیان کے موجد تھے، اہل سنت اور غیر مسلم حضرات بھی آپ کی تقریر کے گردیدہ تھے۔ دہلی میں آپ کے قیام سے مسلمانوں کو عموماً اور شیعوں کو خصوصیت کے ساتھ بڑی ڈھارس تھی۔

مولانا آفتاب حسین صاحب نے دہلی میں تبلیغ و اصلاح کے لیے بہت سے اقدامات کیے جن میں سے نواب حامد علی خان کی امداد سے ایک دینی مدرسہ اور انجمن و شیعۃ الصفا، کا قیام بھی ہے۔ دہلی عربک ہائی اسکول میں السنۂ شرقیہ کے مدرس اول ہونے کے باوجود ان کی دینی سرگرمیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا انھوں نے دہلی کے شیعوں میں بیداری کی روح پھونکی اور علم دین کی طرف مائل کرنے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

شہر دہلی اور دوسرے شہروں میں آپ کی حیثیت شیعہ زعیم اور مذہبی رہنما کی تھی آپ کے اور کارناموں کے ساتھ جناب مولانا مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم کا اپنے آبائی مذہب اہل سنت والجماعت کو چھوڑ کر مذہب شیعہ اختیار کرنا ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے مولانا آفتاب حسین صاحب قبلہ مرحوم ہی نے مولانا مقبول احمد صاحب مرحوم اعلی اللہ

مقامہ کو خطابت کی طرف مائل کر کے مذہب حق کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔

مولانا آفتاب حسین صاحب قبلہ (بقول مولانا محمد حسین صاحب مولف تذکرہ بے بہا) ۱۳۲۲ھ میں رحلت فرما گئے اور جناب مولانا محمد کامل صاحب اعلی اللہ مقامہ صاحب نزہتہ اثنا عشریہ، کی قبر کے سرہانے پنجہ شریف دہلی میں محو آرام ہوئے

مولانا سید محمد صاحب اس وقت کم عمر تھے والد کی رحلت کے بعد آپ نے اپنی خاندانی روایت کا احترام کیا اور کم سنی ہی سے علم و عمل درس و تدریس اور خطابت و تبلیغ کا شوق رہا۔ میرٹھ اور لکھنؤ میں تعلیم حاصل کر کے دہلی کے عربک ہائی اسکول میں کرسی درس پر فائز ہوئے اور اپنے والد مرحوم کے فرائض تدریس انجام دینا شروع کیے۔ اہل دہلی نے بچپنے اور عنفوان شباب ہی میں اعزاز و شہرت حاصل کر لی تھی، ان کی بات میں وزن اور ان کے احکام کا احترام ہوتا تھا۔

مجالس اور محافل سیرت میں ان کی تقریر بڑے سے بڑے خطیب سے بہتر مانی گئی اور عمر کے ساتھ ساتھ مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کی باغ و بہار طبیعت اور اصلاحی خیالات، ان کی خطابت میں نمایاں ہو گئے تھے، دو دو تین تین گھنٹے ممبر پر بولتے تھے اور مجمع مسحور بیٹھا سنا کرتا تھا۔ وہ جہاں جاتے قرب و جوار کی آبادیاں امنڈ کر مجلس میں جمع ہو جاتی تھیں۔ ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں طویل سے طویل تر تقریر سننے والوں کی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی، پر لطف تقریر، بات بات میں ہنسانا اور ہنسی ہنسی میں کام کی بات کہہ جانا ان کا فن ہے۔ سادی زبان میں روزمرہ کی باتوں کو یوں بیان کرتے ہیں کہ اصول مذہب اور فضائل محمدؐ و آل محمدؐ دل میں اتر جاتے اور ذہن کو تازگی بخشتے ہیں۔

مولانا سید محمد صاحب اب سے پچاس برس پہلے شیعوں کی قومی ضروریات اور ملت حقہ کی تنظیم کے داعی ہیں۔ وہ باعزت زندگی گزارتے رہے، لالچ سے

دوری اور استغنا کی وجہ سے ہر شخص ان کی طرف جھکتا ہے، طبیعت داری اور بےساختگی کی وجہ سے نظام دکن میر عثمان علی خان صاحب مرحوم سے میجر مبارک علی شاہ تک ان کے گرویدہ ہیں، وہ جہاں جاتے ہیں شیعوں کی فلاح و اعزاز کی ہی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے سادات بارھہ کے لیے ایک شایاں شان بورڈنگ خود انہی سے بنوایا۔ بمبئی میں کیسر باغ جیسی تعمیر انہی کی پر خلوص جدوجہد کا نتیجہ ہے، دہلی ہال اور جھنگ کا یتیم خانہ مولانا ہی کے جذبۂ فراواں کا ثمر ہے۔

خطیب اعظم نے برصغیر میں مقبولیت و عزت کے پچاس سال فقط خطابت کے سایے میں نہیں گذارے انہوں نے دہلی کے شیعہ مساجد و اوقاف کو منظم کیا اور لکھنو کے تاریخی ایجی ٹیشن میں بے مثال خدمتیں انجام دیں، وہ سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ کے ہراول دستہ کے جاں باز سپاہی اور قوم کے محترم رہنما تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے برصغیر میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً جس دوراندیشی اور مخلصانہ مساعی سے بیداری کی لہر دوڑائی اسے جناب مولانا ظفر مہدی صاحب قبلہ مرحوم اور جناب مولانا حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ مدظلہم بھی انتہائی قدر و عظمت کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔

آج بھی وہ ستر برس کی عمر میں اپنی جوان ہمتی اور بہادرانہ پامردی کے ساتھ ایک ان تھک سپاہی، ایک بے پروا مجاہد اور ایک نڈر قائد کی طرح پوری قوم کی قیادت فرما رہے ہیں۔ اور مولانا کی پسند و ناپسند کا خیال کیے بغیر یہ کہنے میں باک نہیں رکھتا کہ انہوں نے شیعوں کی اس افراتفری، نفسا نفسی اور کس مپرسی میں انہیں منظم کیا، ان کے دل کی آوازوں کو فضا میں پھیلایا، انہیں سہارا دیا اور توفیقات الٰہیہ سے ان کی تمناؤں کو ایسے راستے سے آشنا کیا کہ اگر خدا نے چاہا تو بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ آج پورا ملک ان کی خدمتوں کو سراہ رہا ہے اور

ان کی ضعیفی کمزوری اور علالت کو دیکھ کر ہر شخص سوچنے پر مجبور ہے کہ ایک جوان بھی اس سے زیادہ محنت کیا کرتا۔

اطال اللہ لبقاءھم و زاد اللہ توفیقاتھم

مولانا سید محمد صاحب قبلہ عمر کی اب ان منزلوں میں ہیں کہ آرام فرماتے۔ بھائی کی مفارقت، اہلیہ کی رحلت اور صحت کی جدائی نے انہوں بہت کمزور کردیا ہے، لیکن وہ اپنے مقصد اور نصب العین سے غفلت برتنا گناہ سمجھتے ہیں۔ قومی مطالبات کے سلسلے میں ان کی جدوجہد ایک طرف اور تبلیغ حق کے لیے مطالعہ اور قلمی کاوش دوسری طرف وہ مثالی عمل ہے جس سے ملت کے جوانوں کو سبق لینا چاہیے۔

۲

مولانا سید محمد صاحب کراچی میں قیام فرمائیں اور قومی خدمات سے جو وقت بچتا ہے وہ مطالعہ میں گذارتے ہیں، انہوں نے ملک کے بڑے سے بڑے نجی اور پبلک کتاب خانے دیکھے ہیں، خدا بخش کی لائبریری اور حیدر آباد دکن کے علمی خزانے رام پور کے ذخیرے اور لکھنؤ کے مشہور و غیر مشہور تحقیقی مراکز میں وقت گذارا ہے۔ بڑے بڑے علماء اعلام سے فیض اٹھایا اور خود بھی اچھے خاصے کتب خانے کے مالک رہے، آج بھی ان کے پاس لٹ جانے کے باوجود بہت قیمتی ذخیرۂ کتب موجود ہے۔

مولانا مدظلہ مجھ سے بارہا اپنی اس خواہش کا اظہار فرما چکے ہیں کہ انھوں نے اپنے طویل سفروں اور ایران و عراق، پاک و ہند کے کتب خانوں سے جو کچھ فائدہ اٹھایا ہے اور جو حوالے اور نوٹ محفوظ کیے ہیں انہیں ترتیب دیں۔ مگر ان کی

مصروفیت تصنیف و تالیف کا وقت کہاں دیتی ہے۔ پھر قوم کو اب وہ ذوق و شوق بھی نہیں کہ اس قسم کے کام کرنے کے لیے وقت و سکون کی فراوانی مہیا کرے اور پھر جو کام پیش کیا جائے اس کی قدر ہو۔ اس حوصلہ شکن ماحول میں مولانا نے اپنے طبعی استغنا سے متاثر ہو کر عقیدۂ وجود حجت پر اپنے جمع کردہ مطالعہ کو سمیٹا اور مختلف لمحات فرصت میں مرتب کر کے کتاب کی شکل دی۔

اس کتاب میں قرآن مجید، تفسیر، حدیث، عقائد، کلام اور آسان فلسفۂ ویاقت کے حوالے ہیں، مسلمانوں کے مسلمات، اور اکابر علماء اسلام کے ارشادات ہیں، سادی اور مضبوط، عام فہم اور نتیجہ خیز دلیلیں ہیں، عقل کی روشنی میں مذہب شیعہ کے عقائد کا بیان ہے۔ آیات کے فیضان سے امامت پر استدلال ہے اور قرآنی شواہد کی امداد سے لوگوں کو حضرت امام آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کے لیے دعوت فکر دی ہے۔ قبول حقائق کے لیے مواد مہیا کیا، اور بات سمجھنے کے لیے قندیل نور روشن کی ہے۔

فمن شاء فلیومن!

فرقہ پرستی سے دور اور تعصب سے الگ ہو کر دیکھا جائے تو ہر دل کو یقین ہے اور ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اسلام فقط مشاہدات کے اعتقاد کی دعوت نہیں دیتا، بلکہ قرآن مجید کے آغاز سے آخر تک "غیب" سے موجودات، اور "غیب" کے حقائق کا اعتقاد رکھنے کا حکم ہے اور کون کلمہ گو ہو گا جو ان غیبی معاملات و مسائل اور نظر نہ آنے والے موجودات کو نہ مانے۔

فرشتے، جن، جنت و دوزخ، کوثر و طوبیٰ، سلسبیل و ماء معین، حور و غلمان عیسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام ہوں یا دوسرے انبیاء و اولیا کا وجود

ملنے بغیر بات نہیں بنتی۔ شہید کو دفن کرنے کے بعد بھی یہ اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہے؛ خدا کے حضور سے رزق پاتا ہے، رزق سے فائدہ اٹھاتا ہے دینیات کی کتابوں میں تمام مسلمان بچے پڑھتے اور تمام کلمہ گو مانتے ہیں کہ مذکورہ بالا حقائق پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

عقیدۂ امام آخر الزمان علیہ السلام

مولانا عبدالقیوم ندوی کی تبلیغی تقریروں اور اعتقادی مواعظ کی ایک کتاب "اسلامی دستور حیات" کے نام سے چھپی ہے۔ (امام ثناء اللہ ۲۶ ریلوے روڈ، لاہور) اس کتاب میں سادہ طریقہ سے عام فہم انداز میں سنی حنفی مسلمانوں کے عقائد کا بیان ہے "اسلامی دستور حیات" کا پہلا عنوان ہے "خدا کا وجود" اور آخری موضوع ہے "نزول عیسیٰ ع" ۔ صفحہ ۱۵۵ پر "علامات قیامت" اور ۱۵۶ پر "قیامت" کے تفصیلات میں لکھتے ہیں:

"اسی دوران میں ملک شام میں ایک شخص پیدا ہوگا، جو سیدوں کا بہت دشمن ہوگا اور سادات و صالحین کا قتل عام کرائے گا مسلمان نہایت پریشانی میں ہوں گے۔ اس زمانے میں امام مہدیؑ جو خود سید ہوں گے۔ مدینے سے مکۂ مکرمہ جائیں گے۔ لوگوں کو آپ کی بڑی تلاش ہوگی۔

امام مہدی ع

آخر اولیاء اللہ کی ایک جماعت . . . حجر اسود اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان آپ کو پہچان لیں گے، تب غیب سے ایک آواز آئے گی . . . جس سے آپ کے مہدی ہونے کی تائید ہوگی"

الی آخرہ۔

—— "نزول عیسیٰؑ۔

عصر کی اذان کے بعد دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی حصے پر حضرت عیسیٰؑ دو فرشتوں کے سہارے آسمان سے نازل ہوں گے" صفحہ ۱۵۸

قیامت سے پہلے حضرت امام مہدی آخر الزماںؑ کا ظہور اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری ایک ہی واقعہ کے دو جزیئے ہیں، جیسے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور قرآن مجید کا نزول۔ گویا ایک دعوے ہے دوسری دلیل، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان خدا کے نزدیک ایک ایسی دلیل کا طلب گار تھا جسے رد کرنا ممکن نہ ہو، لہذا قرآن مجید نازل کیا گیا جو زبان و بیان کے اعتبار سے ہر شخص کے لیے قابل قبول تھا۔ وہ ان لوگوں کے مسلمہ اصولوں کے مطابق تھا، انہیں کا لہجہ تھا، انہیں کی زبان تھی مگر وہ خود کوشش کے باوجود اس قسم اور اس انداز میں بات نہ کر سکتے تھے، اس کا جواب پیش نہ کر سکے اور یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ جس دعوے کی دلیل یہ کتاب ہے وہ دعویٰ سچا ہے۔ اسی طرح ہمارے امام کی تشریف آوری اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اتر کر زمین پر آنا، تمام انسانوں کے لیے آپ کے امام برحق، زندہ اور قائم ہونے پر دلیل ہوگا۔ جسے کوئی رد نہ کر سکے گا۔

اس بارے میں بحث کوئی اعجوبہ چیز نہیں۔ حیات ائمہؑ میں امام پر بحث ہوئی دور نبوت میں انبیاء کے دعوے زیر بحث آئے۔ لوگوں نے جنوں کا انکار کیا، بعض ذہن "فرشتہ" کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جس کے نزدیک آج کل صبح کی دو رکعتیں اور دفتر و کاروبار کے وقت ظہر کی چار رکعتوں کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے حد یہ ہے کہ نماز و روزہ، حج اور قربانی، زکوٰۃ و خمس اور جہاد کے بارے میں "روح"، "مقصد" اور مفہوم ہی قابل بحث ہیں۔ خداوند عالم کی قدرتیں دیکھ کر انکار تو مشکل ہے۔ مگر اس کے اقرار میں تردد نظر آتا ہے۔

قرآن میں محیر العقول تخلیق کا ذکر

درحقیقت، قرآن مجید پر اعتقاد رکھنے والا یہ بات مانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے، کیونکہ خود قرآن مجید نے جناب مریم کی بات محفوظ کی ہے۔

"قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ"۔

مریم نے کہا، میرے یہاں فرزند کیسے ہوگا، مجھے تو کسی بشر نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ (سورۃ مریم، آیت ۲۰)

قرآن مجید نے قدرت کا عطا کردہ جواب یہ بتایا ہے:

"قَالَ كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا"۔

کہا، یوں ہی ہوگا، تمہارے پروردگار نے فرمایا کہ یہ میرے لیے آسان ہے اور میں تو اسے لوگوں کے لیے، آیت، (نشانی) اور اپنی رحمت بناؤں گا اور اس بات کا فیصلہ بھی ہو چکا ہے (مریم ۲۱)

سورۂ آل عمران میں یہ واقعہ اس سے زیادہ تعجب انگیز اور حیرت خیز انداز میں بیان ہوا ہے

▪ فرشتوں نے کہا، مریم! خدا تم کو اپنے، کلمہ، کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح، عیسیٰ بن مریم ہوگا وہ دنیا اور آخرت میں صاحب شان ہوگا اور خدا کے مقربین میں سے ہوگا۔ وہ گہوارے میں بھی اور بڑا ہو کر بھی لوگوں سے خطاب کرے گا۔ اور صالحین میں سے ہوگا۔

مریمؑ نے کہا، پروردگارا! میرے یہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا، مجھے تو کسی بشر نے چھوا بھی نہیں فرمایا، خدا اسی طرح جسے چاہتا ہے

پیدا کرتا ہے ۔ وہ تو جب کسی بات کا فیصلہ کرتا تو ارشادہ کرتا ہے کہ "ہو جا" وہ شئے فوراً وجود حاصل کر لیتی ہے "

(آل عمران آیت ۴۵ تا ۴۷)

عام ذہن سے کوئی پوچھے کہ یہ سب کچھ کیونکر ہوا؟ اور قرآن مجید کی اس توضیح پر اگر بات ختم ہو جاتی تو غنیمت تھا مگر بات آگے بڑھتی اور پھر مشاہدات و تجربات کا ایک نیا علم دیا جاتا ہے۔ یعنی حضرت عیسےٰ علیہ السلام بے وساطت پدر عالم میں آگئے، ابھی ماں کی گود اور جھولے ہی میں ہیں لوگ آ کر حضرت مریمؑ سے اس عجیب فرزند کی ولادت کے متعلق طرح طرح کے سوال کر رہے ہیں۔ بھلا عشرے کے اندر بچہ کو باتیں کرتے کس نے سنا، اور اگر کوئی کہے بھی تو ماننے والے کب مانیں، مگر قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ عیسےٰؑ نے گہوارے ہی سے معترض لوگوں کو جواب دیا۔

"قال انی عبد الله اتانی الکتاب و جعلنی نبیا"۔ — (مریم آیت ۳۰)

کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

معتدل عقل و بصیرت رکھنے والوں نے جواب سنا تو اپنا اعتراض واپس لے لیا، گردن جھکائے چلے گئے اور خود سروں نے کہنا شروع کیا۔ المسیح ابن اللہ عیسےٰؑ تو اللہ کے بیٹے ہیں یہ افراط کی طرف گئے۔ کچھ تفریط میں آئے اور کہنے لگے۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام یوسف کے بیٹے تھے۔ اب اس پر بحث و نظر کا سلسلہ شروع ہو گیا، مباحثوں اور مناظروں کی داستانوں میں ایک واقعہ زبان وحی سے سنیے ۹ سنہ ہجری میں عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بحث کرنے آیا، "عیسےٰ اگر خدا کے بیٹے نہ تھے" تو بے باپ کے پیدا کیسے ہوئے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب" (آل عمران آیت ۵۹)

خدا کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ جیسی ہے۔ اس نے آدم کو فقط مٹی ہی سے پیدا کیا تھا ان کے ماں باپ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر اس دلیل سے مطمئن ہو سکتے ہو تو خیر ورنہ بحث سے کیا حاصل، آؤ تم اپنے دل کے ٹکڑے لے آؤ، میں اپنے اہل بیت کو لے کر آجاؤں گا، پھر کھلے میدان میں جھوٹا دعوے کرنے والے پر لعنت کی دعا کریں دیکھیں اس میدان (مباہلہ) میں کون ٹھیرتا ہے اور کس کے قدم اکھڑتے ہیں (آل عمران)

امام زمانہ

سوچیے کہ یہ سب کچھ صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں؟ کہ حضرت امام حسن عسکری کے فرزند حضرت امام مہدی علیہ السلام ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو پیدا ہوئے حضرت نرجس خاتون نے اس امام ابن امام کی پرورش فرمائی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی صاحب زادی حضرت فاطمہ زہراؑ کے فرزند امام حسین علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں تھے۔ کم از کم پانچ سال تک امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ رہے گیارہویں امام کی شہادت کے بعد آپ نے لوگوں سے ملنا چھوڑا اور چار بزرگوں کے ذریعے اپنے احکام نشر کیے۔ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو امام حسن عسکریؑ کے بعد آپ کا دور امامت شروع ہوا، جناب عثمان بن سعید اور محمد بن عثمان۔ ابوالقاسم حسین بن روح اور جناب علی بن محمد سمری رضوان اللہ علیہم یکے بعد دیگرے آپ کی طرف سے نائب خاص مقرر ہوئے ۱۵ شعبان ۳۲۹ھ سے وہ دور شروع ہوا جس میں حضرت حکم خدا سے پردۂ غیب میں تشریف لے گئے اور اب اس وقت تشریف لائیں گے جب یہ دنیا ظلم و ستم سے بھر جائے گی۔

غیبت کبریٰ سے پہلے اصول اسلام، احکام شریعت اور متعلقہ ضروریات

کے بارے میں کافی ووافی تعلیمات وتشریحات مرتب ہو چکے تھے۔ جس میں سے مستقل طور پر، جناب برقیؒ کی "المحاسن"، جناب کلینیؒ کی "الکافی"، کا سب کو علم ہے۔

غیبت کبری کے آغاز کی اطلاع جناب علی بن محمد سمری نے حضور امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کے بموجب لوگوں تک پہنچائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

علی بن محمد سمری! خدا تمہیں اور تمہارے دوستوں اور عزیزوں کو بہت زیادہ اجر رحمت فرمائے۔ اب تم چھ دن کے اندر اندر دنیا سے رحلت کرنے والے ہو لہٰذا تمام انتظامات مکمل کر لو اور اب اپنے بعد کسی کو وصی و جانشین مقرر نہ کرنا کیونکہ تمہاری وفات کے بعد مکمل غیبت کا وقت ہوگا۔ اب خدا کے حکم ہی سے ظہور ہوگا۔ . . . . . " ۰۳۔ ۷۔ ۴/

شیعوں کا اعتقاد

ہم شیعہ امامیہ الحمد للہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ حکم خدا سے پیدا ہوئے آپ کی تخلیق میں پدری حصہ نہیں، آپ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، آپ دنیا میں احکام الٰہی کی تبلیغ فرماتے رہے، لیکن امت کی ستم رانیوں کا زور دیکھ کر خداوند عالم نے آپ کو زندہ بجسم مادی آسمان کی طرف اٹھا لیا اس وقت سے اب تک آپ زندہ ہیں اور قریب قیامت آپ آسمان سے اتر کر زمین پر آئیں گے اور ہمارے امام علیہ السلام کی مدد فرمائیں گے۔ دین اسلام کی تصدیق فرما کر دنیا سے رخصت ہوں گے اور امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام بھی آپ کی طرح لوگوں کی

دشمنی کے ہاتھوں حکم خدا سے پردۂ غیب میں ہیں جب حکم خدا ہوگا اس وقت ظاہر ہوں گے

حضرات اہل سنت کے خیال میں رفع حضرت عیسےٰؑ کا سبب

علماء اہل سنت اور حنفی عوام و خواص کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام صرف اس لیے آسمان پر اٹھائے گئے کہ خدا حضرت عیسےعم کے دشمنوں کو رسوا کرنا چاہتا تھا۔ اور ان کی نارسائی دکھانا مقصود تھی۔ چنانچہ مولانا عبدالحق حقانی دہلوی نے اپنی مشہور و متداول تفسیر اردو۔ فتح المنان بہ تفسیر القرآن، مشہور بہ تفسیر حقانی۔ طبع دیوبند، محمدی پرنٹنگ پریس ۱۹۵۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت عیسےٰ علیہ السلام حواریوں کو ساتھ لیے ملک شام کے شہروں میں معجزے دکھاتے اور وعظ فرماتے پھرتے، ہر شہر میں سینکڑوں مرد عورت حضرت کے دین میں آتے تھے اس پر اور بھی یہود کو حسد اور رشک ہوتا تھا، جب یہود کی دشمنی حد سے بڑھ گئی اور وہ حضرت کو قتل کا موقع تلاش کرنے لگے۔ تو حضرت عیسےٰ دن کو شہر یروشلم میں آکر ہیکل یعنی بیت المقدس میں وعظ فرمایا کرتے تھے، شام کو زیتون کے پہاڑ میں کسی درخت کے تلے بیٹھ کر دعا و عبادت الٰہی میں رات تمام کرتے تھے۔ اس عرصے میں یہود کی عید فطیر، جس کو عید فسح، کہتے ہیں قریب آئی اور سردار کاہن اور فقیہ اس فکر میں تھے کہ ان کو مار ڈالیں، عیسےٰعم کے حواریوں میں سے ایک۔۔

شخص دیہودا، نامی نے جاکر ان سے کچھ روپیہ لے کر خبر دی، پھر تو یہودیوں کی ایک جماعت ہتھیار باندھ کر اس پہاڑ پر پہنچی۔ ادھر حضرت، خدا سے گریہ وزاری کرکے یہ کہہ رہے تھے کہ اے خداوند، اگر تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ مجھ سے دور کردے! اور اپنے حواریوں کو آمادہ کر رکھا تھا، ان کے پاس صرف دو تلواریں تھیں حضرت عیسےٰ کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا۔ الغرض شباشب یہود، حضرت مسیح کو گرفتار کرکے ان کے منہ پر طمانچے مارتے اور ٹھٹھا کرتے ہوئے شہر میں لائے صبح کو تمام یہود جمع ہوئے اور ان سے پوچھا،

اگر تو مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے (جس طرح اہل اسلام امام مہدیؑ کے منتظر ہیں اسی طرح یہود میں ایک شخص کا انتظار تھا بلکہ اب بھی ہے کہ وہ ان کو پھر بادشاہت دے گا) آپ نے فرمایا، میں کہوں بھی تو تم کب یقین کرو گے۔ آخر الامر سب لوگ ان کو پلاطوس حاکم کے پاس لے گئے کہ یہ لوگوں کو قیصر کے محصول دینے سے منع کرتا ہے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتا ہے حضرت نے انکار کیا۔ اس نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی جرم مستوجب قتل نہیں ہے۔ پلاطوس نے

سلہ - یا زماں فترت د قبل بعثت حضرت رسالت مآب یہود و نصاریٰ وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتظر تھے۔

حضرت عیسٰے کو اسی حالت میں ہیرودیس، کے پاس بھیج
دیا۔ اس نے پھر اسی کے پاس بھیجا اور چھوڑنا چاہا تو
یہود نے غل مچایا کہ ایسا نہ کر، تب اس نے کہا تمہارے
کہنے سے میں اس کو سولی دیتا ہوں۔ مگر اس کا گناہ تم پر اور
تمہاری اولاد پر، یہود نے کہا، منظور۔ حضرت کے
حواری اور دوست سب بھاگ گئے اس وقت،
حضرت پر ایک عجیب حالت طاری تھی جس میں خدا
نے حضرت مسیح سے خطاب کر کے یہ جملے فرمائے جو
ان آیات میں ہیں۔ کہ اے عیسٰےؑ تو کچھ غم نہ کر[1] میں تجھ
کو قبض کر کے آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہوں اور جو کچھ
یہ لوگ تجھ پر بہتان لگاتے ہیں کہ تو نے خدائی کا دعوی
کیا اور خدا کا بیٹا بنا (انجیل لوقا باب ۲۲ درس ۶۹)
اس سے میں نبی[2] آخر کی معرفت تجھ کو پاک کر دوں گا،
جیسا کہ "انجیل برنباس" سے ثابت ہے اور اب جو یہ
مخالفین کی جماعت تجھ کو غالب دکھائی دیتی ہیں ان
کو قیامت تک تیرے ماننے والوں کے ماتحت کر دوں گا
یہ دنیا کی سزا ہے اور آخرت میں تو ہر شخص ہماری طرف
رجوع کرتا ہے۔ ہم نیکوں کو پورا بدلہ نیک دیں گے اور
بدوں کو سخت عذاب دیں گے۔

---

[1] اِذ قال اللہ یا عیسٰے انی متوفیک ورافعک الیّ (آیت ۵۵ آل عمران)

[2] ہو سکتا ہے کہ نبی آخر سے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلبیت مراد ہوں

آخر کار خدا نے ایک شخص مفسدؔ شمعون قریبی“
کو حضرت عیسٰےؑ کی شکل میں کر دیا، لوگوں نے اسی کو عیسٰےؑ
سمجھ کر اس پر صلیب دھر دی اور اسی کو شہر کے باہر
سولی دیا، اور حضرت عیسٰےؑ کو ملائکہ آسمان پر اٹھا
کرلے گئے“ (تفسیر حقانی ص ۵۸، ۵۹ تفسیر
سورۂ آل عمران)

مولانا حقانی صاحب ابتدائی عالم اور مفسر ہیں ان کے بیانات دیکھے جا چکے اب عہد جدید کے علوم سے باخبر جناب محمد جمیل احمد صاحب ام۔اے کی کتاب و انبیائے قرآن، جلد سوم میں حضرت عیسٰے کے حالات دیکھیے اور موصوف نے جو بحث ”حیات مسیح“ پر کی ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے، جس کے نتیجے میں موصوف نے قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسٰےؑ زندہ ہیں اور بلا شبہ وہ قیامت سے پہلے اس دنیا میں تشریف لائیں گے“ آپ کی حیات امروزہ پر نصوص قطعیہ وارد ہیں“ کتاب مذکور صفحہ ۵۷۴ طبع غلام علی اینڈ سنز، لاہور

برصغیر کے مسلمانوں میں فلسفہ و تصوف، شریعت و طریقت، کتاب و سنت کے عالم جناب عبدالماجد صاحب دریا بادی، اپنی تفسیر ماجدی (طبع لاہور۔ تاج کمپنی) جلد اول صفحہ ۱۰۳ پر آیت نمبر ۵۴ کی تفسیر کرتے ہیں۔

”اور اللہ کی تدبیریں سب سے اونچی اور سب پر
غالب آنے والی ہیں، اس کا مقابلہ جس طرح کوئی
جسمانی قوت اور مادی زور سے نہیں کر سکتا اسی
طرح کسی عقلی، تدبیر اس کے سامنے پیش نہیں پا
سکتی۔ چنانچہ یہاں بھی اس کی حکمت و تدبیر کارگر

رہی، حضرت عیسےٰ زندہ و سلامت رہے اور صلیب
دیتے وقت یہود عوام کے ہجوم و اژدھام کے (کذا)
گڑبڑ اور وقت تنگی سے اور سولی گھر کے رومی سپاہیوں
نے شناخت نہ ہونے کی بنا پر یوں کہا کہ حضرت ہی کے
قوم کے کسی ہم شکل، ہم عمر، ہم وضع کو سولی پر چڑھادیا

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ ایسے بھیانک ماحول میں گھر گئے تھے کہ حکمت الٰہی نے چاہا کہ اب انہیں زندہ بھی رکھا جائے اور دشمنوں کو جلنے اور پیچ و تاب کھانے کی سزا بھی دی جائے۔ چنانچہ شیعوں کی طرح شیخ الاسلام جناب شبیر احمد صاحب عثمانی اپنی تفسیر میں عام اہل سنت کا تحقیقی عقیدہ لکھتے ہیں :۔

"امت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے
اپنی ناپاک تجویزیں پختہ کر لیں تو حق تعالیٰ نے حضرت
مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ نبی کریم
متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب
دنیا کفر و ضلالت اور دجل و شیطنت سے بھر جائے گی
خدا تعالیٰ، خاتم الانبیاء نبی اسرائیل (حضرت مسیح
علیہ السلام) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد
رسول اللہ صلعم کے ایک نہایت وفادار جرنیل کی حیثیت
میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دے گا کہ انبیاء سابقین
کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے"
(قرآن مجید از ترجمہ شیخ الہند و حواشی شیخ الہند و شیخ الاسلام
طبع مدینہ پریس بجنور صفحہ ۲۳ ۱۳۴۷ھ)

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ مخلوق ارضی اور انسان زمین سے آسمان پر جا کر آج تک بلکہ قرب قیامت تک زندہ رہ سکتا ہے، پھر وہ آسمان سے زمین پر آسکتا ہے، لیکن فرزند رسول صلعم زمین پر رہ کر زندہ ہے۔ بحث طلب بات بن جاتی ہے؟ آپ کا ظہور ہوگا؟ یہ سوال حل نہیں ہوتا۔

نہیں، قرآن وحدیث، اجماع علماء اور رہنمائی عقل وخرد سے ثابت ہے کہ امام برحق، ہادی مطلق حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام زندہ وجود ہیں اور قریب قیامت ظہور فرمائیں گے اور جناب مسیح علیہ السلام آپ کے پرچم تلے دین اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ فرمائیں گے اور ایک جرنیل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں گے، امام کے پیچھے نماز ادا کرکے دنیا کو دین محمدی کی برتری کا یقین دلائیں گے۔

اس کتاب میں اس عقیدہ وبحث کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تعصب سے الگ ہٹ کر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔ یہ گفتگو ٹھوس دلیلوں اور مبسوط مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ آپ کو کتاب میں بعض مقامات پر تکرار مضمون وحوالہ سے دوچار ہونا پڑے گا، لیکن اس قسم کی بحثوں میں جہاں ایک ہی بات پر مختلف پہلوؤں سے مختلف اعتراض ہو رہے ہوں وہاں سمجھانے والے کے لیے تکرار حوالہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ترتیب ومواد، زبان وبیان میں تحقیق کے خشک اسلوب کے بجائے افہام وابلاغ کے شگفتہ ورواں انداز کو اپنایا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ارباب نظر اور عام حضرات اس سے مستفید ہوں گے۔

دعا ہے کہ خداوند عالم جناب مولانا سید محمد صاحب قبلہ کو صحت وطول عمر کرامت فرمائے اور ناصرین حضرت قائم آل محمد میں محسوب فرمائے۔

خاکسار۔

سید مرتضیٰ حسین عفی عنہ ۳ جمادی الاوّل ۱۳۸۷ھ لاہور

پیش لفظ

کائنات کا ذرہ ذرہ اس ذاتِ واحد کی قدرتوں کا پرتو ہے جس نے اس کی پہنائیوں میں قوتوں حکمتوں اور تدابیر کے کرشمے بکھیر دیئے ہیں۔ عالم ملکوت و لاہوت کی ہر حمد دنیائے جسم و روح کی ہر مدح فضائے سموات و ارضین کی ہر ثنا ہے حقیقی کا وہ اور صرف وہ سزاوار ہے۔

کائنات میں اس کے ہمہ گیر نظم و نظام۔ اس کی وحدتِ قانون۔ اس کی پائدار سنت اس کی ربوبیت کے ڈھنگ زبانِ حال اور مقال سے صرف اس کو اور اس کی صناعیوں کو بتلا کر دعوت توحید دیتے ہیں۔

ہزاروں درود و سلام ان نورانی ہیکلوں پر جنہوں نے عالم آب و گل میں آکر اپنی انتھک کوششوں اپنی بے لوث بے ریا، بے حرص مساعی سے بھٹکے ہوئے انسانوں اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ ہدایت پر لگا دیا۔ وہ سب ایک ہی تسبیح کے دانے تھے جن کا امام وہ خاتم النبیین تھا جو ہدایت ربانی کی منزلِ آخر تھا۔ جس کے اقوال وحی ربانی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور جس کے افعال مشیئت الٰہی کا مجسم سایہ تھے۔ وہ قرآنِ عمل تھا اور قرآن آپ کے عمل کی صحیح تصویر تھا۔ قدرت اس کی زبان سے بولی اور مشیئت نے اس کے پردے میں آکر رہنمائی کی۔

اس کے ساتھ ہزاروں درود و سلام اس کی آل پر جن کی عصمت کا گواہ قرآن ہے جن کے عمل کی ثنا خواں آیات ہیں۔ جن کی سیرت کی نمود قرآن کی سورتیں ہیں۔ جو نبیؐ

کے بعد ان کی ہدایت کا بارے کر پڑھیے) اور عمل رسول کی تصویر بن کر دنیا کے سامنے آئے
ان کے قول و فعل کی روشنی سے ایوانِ ایمان جگمگا گیا۔ اور ان کی نورانیتوں نے
کاشانہائے دل روشن کر دیئے۔ وہ نفوس بعد نبی ہدایت نبی کے ذمے دار تھے اور
جب دنیا فتوحات ملکی۔ دولت کے انبار اور جواہرات سے لبریز خزانوں میں الجھ
کر مقصد اسلام کھو چکی تھی اور مسلمان۔ زردشتی یونانی اور مفتوحہ ممالک کے فلسفوں
میں الجھ رہے تھے یہ نفوس ان گرہوں کو کھول رہے تھے۔ جو غیروں نے لگائیں تھیں
جب اسلام میں بہتر فرقوں کا سنگِ بنیاد رکھا جا رہا تھا یہ کلها فی النار
کہہ کر الا واحدۃ کی نمائندگی فرما رہے تھے۔ جب فرقہ بندیاں بہتر پہ پہنچ کر ٹھہر
گئیں تو ان کی ظاہری ہدایت کی منزل بھی تمام ہو گئی۔ اپنے اقوال و سیرت کے انبار صالحین
کے سپرد فرما کے غیبت اختیار فرما گئے۔ اب ہدایت روحانی کا دور شروع ہو گیا۔ جو
قیامت تک رہے گا

جن کے آئینہ دل میں بال نہیں آیا اور جن کے آئینوں کی قلعی مردہ نہیں ہوئی۔
وہ آج بھی اس کی نورانیت کے پرتو سے روشن ہیں اور قیامت تک روشن رہیں گے
بہتر فرقوں کی اکثریت آج اس امام غائب کی منکر ہے۔ صرف ایک فرقہ شیعہ اس
بات کا قائل ہے۔ کہ زمانہ حجۃ خدا سے خالی نہیں رہتا۔ اس لیئے آل نبی محترم میں سے
ایک معصوم ذات آج بھی خلق کو ہدایتہ روحانی فرما رہی ہے، میں نے اس کتاب میں تقریباً
کل حوالے کتب اہل سنت سے دیے ہیں تاکہ معلوم ہو جا سکے کہ ان میں بھی ایک گروہ
اہل حق کا موید ہے اور اس امام کے وجود کا قائل ہے۔ اس کتاب میں اختصار کو
مدنظر رکھا گیا ہے۔ زبان اردو میں اگر کوئی تفصیل سے دیکھنا چاہتا ہے تو صراط السوی
مصنفہ مولوی سید محمد سبطین صاحب مرحوم اعلی اللہ مقامہ۔ ... کتاب المہدویہ
والامامت مصنفہ محترم قوم جناب شیخ غیاث الدین صاحب دام مجدہ دیکھ سکتا ہے

عربی اور فارسی میں بکثرت ذخیرہ اس امام عالی مقام کے لیے ہے۔ ایک مختصر اور مفید رسالہ عربی میں سرکار حجتہ الاسلام سعید الملتہ مولوی سید محمد سعید صاحب قبلہ آں صاحب عبقات الانوار کا بھی موجود ہے جس کا ترجمہ اردو[1] میں بھی ہو چکا ہے۔ یہ مختصر کتاب اپنی روش اور ترتیب میں ایک جداگانہ نوعیت کی ہے۔ خدا کرے میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا ہوں اس لیے کہ جس طرح خدائے غیر مرئی کے ثبوت کے لیے مسلمانوں کو زور دلائل صرف کرنا پڑتا ہے اس سے زیادہ مشکل اہلِ ایمان کے لیے ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا پہلا سرا غائب ہے (خدا) ہمارے دونوں سرے نظر سے اوجھل اور پردۂ غیب میں ہیں۔ مگر دلائل اور براہین پسند دماغ جس طرح دلائل توحید کے سامنے سر نیاز جھکاتے ہیں اسی طرح حق پسند طبائع ان دلائل امامت کے سامنے بھی سر تسلیم خم کریں گے۔ بس اس رسالے کا یہی مقصد ہے کہ اہلِ حق پسندوں پر اس وجود امامت امام غیب کو واضح کر دیا جائے۔ وما توفیقی الّا باللہ۔

سید محمد دہلوی عفی عنہ

---

[1] یہ ترجمہ "آخری تاجدار امامت" کے نام سے جناب مولانا مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل نے کیا ہے اور مکتبۂ تعمیر ادب، پلیسہ اخبار۔ لاہور سے دستیاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نائبینِ رسول و نبی ہمیشہ بارہ بارہ رہے ہیں

روحانی دنیا اور سلسلۂ رشد و ہدایت میں سنت الٰہیہ اور دستورِ قدرت یہ رہا ہے کہ بعد نبی و رسول یا حیاتِ رسول میں ہمیشہ بارہ بارہ نائب یا نقیب یا حافظین شرع رہے ہیں۔ یہ سنت الٰہیہ کبھی نہیں بدلی۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار میں صرف ۶ نبی صاحبانِ شرع و کتاب تھے، باقی ان کے مؤید اور ان کی شرائع کے محافظ اور حقیقی مقصد بیان کرنے والے ہادی تھے۔

خلفائے راشدین کا انحصار چار پر یا امام حسنؑ کے چند یوم ملا کر پانچ پر کبھی نہیں ہوا۔ یا امام کی تعداد ششتو تک دستورِ اسلام یا سنتہ الٰہیہ میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ سب بعد کی ایجادات ہیں جن کو وضعی یا من گھڑت روایات سے مدد پہنچائی گئی ہے۔ اب ہم ایک فہرست اسنادِ کتب قدیم و قرآن و سنت آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ بارہ کی تعداد ہر زمانے میں مقرر کردہ خدا و رسولؐ ہے اور اس اصول کے ماننے والے صرف شیعہ ہیں جس کی وجہ سے وہ اثنا عشری بھی کہلاتے ہیں یعنی بارہ امام کے معتقد۔ اسلام کے دیگر فرقوں نے کتب سماوی، قرآن اور حدیث کو اس بارے میں نظر انداز کر دیا ہے۔

موجودہ توریت و انجیل اور دیگر کتب کے اسناد

(۱) للت وستار (متعلق بدھ مذہب) گوتم بدھ کا جب زمانۂ وفات قریب آیا تو اس

نے کہا کہ میری امت میں میرے بارہ پیرویوں گے جو بہت نیکیوں کا استعمال کریں گے اور دنیا کو معصیت سے آزاد ہونے کی ترغیب دیں گے۔ (العلم بالعمل ثواب خاقان حسین)

۲۔ (توریت۔ تکوین۔ اصحاح ۱۷ آیت ۲۰) اما اسمعیل فقد سمعت لك فیه ھا انا ابارکه و اثمره و اکثره کثیراً جداً اثنا عشر رئیساً۔ (ترجمہ بنا بر خطبات احمدیہ ص ۳۶۲ مولفہ سر سید احمد بانی علی گڑھ کالج) میں نے تیری دعا اسمٰعیل کے حق میں قبول کی ہاں میں نے اس کو برکت دی اور اس کو بارآور کیا اور اس کو بہت کچھ فضیلت دی اس سے بارہ امام پیدا ہوں گے اور اس کو بڑی قوم کروں گا۔

یہ مسلم ہے کہ یہ رئیس یا سردار یا امام دنیاوی شاہی اور حکومت کے رئیس نہ تھے کیونکہ دنیاوی رئیسوں کی حد بندی اور تعداد کا تعین کسی جگہ اور کسی سماوی کتاب اور آسمانی صحیفوں میں نہیں کیا گیا بلکہ مراد روحانی پیشوا اور سردار ہیں۔ اور بعد ختم الرسل روحانی پیشوا صرف ائمہ اہل بیت ہیں اس لیے کہ جس جگہ بھی بارہ کا ذکر ہے وہ یا تو نبی کے ساتھ ہیں یا بعد نبی۔ اسی طرح یہ بارہ امام بعد نبی تھے اور صفات ائمہ مذکورہ قرآن سے صرف یہی متصف تھے۔ اسلام میں دوسری ہستیاں ان صفات سے خالی تھیں جیسا کہ آئندہ بتفصیل ذکر کیا جائے گا۔

۳۔ (توریت تثنیہ اصحاح اول آیت ۲۳) میرے نزدیک کلام بہتر ہو گیا تو میں نے تم میں سے بارہ کو لیا ہر گروہ سے ایک ایک آدمی اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ صرف بارہ کا انتخاب ہوا تھا اور یہ تعداد مقرر کردہ قدرت تھی۔

۴۔ (توریت۔ تثنیہ اصحاح اول آیت ۱۱) موسیٰ نے تمام قوم کو برکت دینے اور لعنت کرنے کے لیے بارہ سردار بنائے تھے۔ برکت اور لعنت مثل موسیٰ صرف بارہ دے سکتے تھے۔ ان کا الیکشن نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت موسیٰ نے بحکم خدا مقرر کئے تھے۔

۵۔ حضرت موسیٰ نے بارہ کو بلایا اور یادگار میں بارہ پتھر (عبادت گاہوں کے لیے) نصب کیے۔

۶۔ داؤد نے معلمین بنی اسرائیل بارہ بنائے (ایام الاول توریت اصحاح ۲۵ آیت ۸

۷۔ یسوع نے بارہ کو مقرر کیا تاکہ اس کے ساتھ رہیں (انجیل مرقس ۔ ۳ ۔ ۱۵)

۸۔ یسوع گاؤں گاؤں پھرنے لگا اور بارہ اس کے ساتھ تھے (انجیل لوقا ۔ ۸ ۔ ۱)

زمانہ جو کہ حضرت علیسی کے بعد آنحضرت کی تشریف آوری تک کوئی نبی نہ تھا ۔ کیا زمین حجتہ خدا سے خالی رہی ہے صیتؐ حاشیہ ہے

۹۔ مکاشفات یوحنا (بنی یحییٰ) ایک نیا یروشلم آسمان سے نازل ہوا اس کی ایک بہت بڑی فصیل تھی (دیوار شہر پناہ) اور اس کے بارہ دروازے تھے اور دروازوں پہ بارہ سردار تھے ۔ (یوحنا آیت ۲۱)

حضرت یحییٰ کے اس خواب سے کتنی مشابہ ہے حدیث انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے ۔ یہی نیا یروشلم تھا علی جس کا پہلا دروازہ تھے اور ان کے بعد دیگر گیارہ امام گیارہ دروازے ایوان شریعت کے تھے

۱۰۔ پھر آپ اصحاح ۲۲ میں فرماتے ہیں ۔ کہ ایک نہر صاف شفاف عرش خدا سے نکل رہی تھی اور وہاں ایک زندگانی کا درخت تھا جو بارہ پھل دے رہا تھا ۔ آخر میں فرماتے ہیں وہ ثمر ہمیشہ ہمیشہ مالک رہیں گے ۔ اب اس جگہ درخت حیات سے مراد حیوانی زندگی نہیں ہے بلکہ روحانی زندگی ہمارے نبی لے کر آئے تھے جس کا قرآن گواہ ہے

یاایھا الذین آمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (انفال ۲۴)	یعنے ایمان والو خدا اور رسول کے حکم کو قبول کرو جب وہ رسول تم کو ان چیزوں کی طرف بلائے جو تم کو زندگی دیں گی ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روحانی زندگی ہوگی اور یوحنا نبی کی پیشین گوئی میں

شجر حیات سے مراد ذات نبیؐ ہے جس کو وہ نور کی نہر سیراب کرتی تھی جو عرش سے نکلی تھی اور اس کے بارہ ثمر سے مراد ہے بارہ امام کیونکہ قرآن مجید میں ثمرات سے مراد اولاد لی گئی ہے اور اس پر کل مفسرین کا اتفاق ہے۔ اور پیشین گوئی کے یہ الفاظ کہ سیملکون ابد الآبدین بتلائے ہیں کہ اسی اولاد کی روحانی حکومت قیامت تک رہے گی۔ اب جبکہ ائمہ اولاد نبی کا انحصار بارہ میں ہے اور تا قیامت ہے تو یا تو بارہ کی عمریں اتنی دراز ہونی چاہئیں۔ جو قیامت تک سلسلہ بارہ کا پورا کردیں اور ایسا نہیں ہوا تو ایک کو ایسا ضرور ماننا پڑے گا جو قیامت تک زندہ رہے۔ اور یہ صرف فرقہ حقہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔

۱۱۔ (رویا یوحنائی۔ اصحاح ۱۲) اسی نبی کو خواب میں ایسی عورت دکھلائی گئی جس کے سر پر ایسا تاج تھا جس میں بارہ ستارے لگے ہوئے تھے۔ یہاں بھی بارہ ہی کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ عورت جناب فاطمۃ زہراؑ ہیں اور بارہ ستارے بارہ امام ہیں جن سے آپ کا تاج عصمت مزین ہے۔ (اسناد قرآن)

۱۲۔ (قرآن مجید پ ۹ رکوع ۱۰)

ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون وقطعنٰھم اثنتی عشرۃ اسباطا امما۔	قوم موسیٰ میں ایک گروہ ہوگا جو حق کی ہدایت کرے گا اور اس کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ہم نے ان کو بارہ گروہوں میں تقسیم کر دیا۔

یہاں بھی تعداد بارہ ہے اور وہ مقرر کردۂ خدا ہیں امت موسیٰ نے انتخاب نہیں کیا تھا۔ اور جب قرآن بتلاتا ہے کہ آنحضرتؐ مثل حضرت موسیٰ ہیں تو یہاں بھی مثل اوصیائے موسیٰ بارہ کی تعداد ہوگی جو مقرر کردۂ خدا ہوں گے۔

۱۳۔ فانبجست منہ اثنتا	اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوگئے

عشرة عیناً قد علم کلّ — کہ ہر شخص نے اپنے سیراب ہونے کی جگہ

اناس مشربھم — جان لی (اعراف پ۹)

یہاں بھی بارہ چشموں ان کا ذکر ہے۔ جن سے کل امت موسیٰ سیراب ہوتی تھی۔ پانی کے یہ بارہ چشمے رشد وہدایت کے بارہ چشموں کو بتلا رہے ہیں۔

۱۴)۔ انّ عدّۃ الشھور عند اللہ — یعنی خدا کے نزدیک مہینوں کی تعداد

اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ — بارہ ہے اور یہ تعداد کتاب خدا میں ازل

یوم خلق السمٰوات والارض — سے ہی معین ہے ان میں سے صرف چار

منھا اربعۃ حرم ذالک — مہینے حرمت کے ہیں یہی دین مستقیم

الدین القیّم فلا تظلموا فیھن — ہے۔ ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر

انفسکم (توبہ۔۵) — ظلم نہ کرو۔

غور فرمائیے کیا بارہ مہینوں کی تعداد اور چار کا محترم ہونا دین قیم ہے۔ کیا یہی مدار دین ہیں؟ بے شک ان بارہ ماہ میں عبادت کا زمانہ معین ہے مگر صرف اسی کو دین قیّم سمجھ لینا زبردستی ہے۔ بلکہ اس سے مراد بارہ امام ہیں۔ جن میں سے چار صاحب سیف (تلوار) ہوں گے کہ جب وہ تلوار لے کر اٹھیں تو ان کا احترام لازم ہے اور ان کی حمایت عین دین ہے۔ جو ائمہ تلوار لے کر اٹھے وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور امام حسنؑ (اگرچہ آپ کو مثل نبیؐ منافقین سے صلح کرنا پڑی لیکن جنگ کی تیاری فرما لی تھی) اور امام حسینؑ ہیں جن کی جنگ اہل حق کے لیے اب تک دعوت عمل ہے۔ چوتھا تلوار لے کر آنیوالا وہ امام آخر ہے جو صرف تلوار لے کر آئے گا اور دنیا کو ایک دین پر لائے گا۔ نیز ہر جگہ لفظ شہر سے مہینہ ہی مراد نہیں لیا جاتا بلکہ لفظ شہر کہ جس کی جمع شہور ہے اس کے معنیٰ عالِم کے بھی ہیں (المنجد مؤلفہ ابو لویس الیسوعی ص۴۱۲)

پس یہ ظاہر ہوا کہ ملت نبویہ کے علماء بارہ ہیں اور انہیں کا ماننا اور ان پر ایمان لانا

یقیناً دین قیم ہے۔ خاطر جمع رہے کہ اس سے عام علمائے ملت مسلمہ مراد نہیں لیے جا سکتے کیونکہ ان کی تعداد حد سے زیادہ ہے بارہ میں منحصر نہیں۔

اور اگر ملت مسلمہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ اصرار کیا کہ اس سے مراد محض بارہ ماہ ہیں تو میں کہونگا کہ اگر یہی دین قیم ہے تو آج عیسائی۔ یہودی۔ ہندو غرض تمام وہ ملتیں جو سال کو بارہ ماہ پر مشتمل مانتی ہیں ان کو یقیناً دین قویم پر ماننا پڑے گا۔ حالانکہ یہ خلاف عقل ہے نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کے نزدیک بھی بعض مہینے اور ان کے بعض دن محترم ہیں۔ مثلاً ایسٹر۔ برڈادن نیوایرس ڈے نصاریٰ کے یہاں۔ اور ہولی دیوالی۔ دسہرہ۔ جنم اشٹمی۔ ہندوؤں کے یہاں قابل احترام ہیں۔ تو کیا یہ سب دین قیمؔ پر ہوں گے۔ کیونکہ سب کے یہاں بارہ بارہ ماہ مانے جاتے ہیں اور بعض ماہ محترم مانے جاتے ہیں۔

جب کتب سماوی اور قرآن مجید نے بارہ کی تعداد معین کر دی تو اب ساری امت کو بھی یہ حق نہیں کہ اس تعداد کو گھٹا کر پانچ راشدین خلیفہ مانے یا تعداد بڑھا کر درجنوں امیر المومنین یا خلیفہ بنا لیے۔

اسناد احادیث

اب بارہ کی تعداد کا تعین اور ارشاد رسول اہل سنت کی مشہور اور معتبر کتب سے ملاحظہ فرمایئے۔

صحیح بخاری

۱۵۔ عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبیؐ یقول یکون

جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے نبیؐ سے سنا کہ بارہ امیر

اثنا عشر امیراً کلہم من قریش — ہوں گے۔ اور وہ سب قریش
(بخاری کتاب الاحکام فی آخرہ پ ۲۹ صفحہ ۶۶۹) — سے ہوں گے۔

نیز بخاری کے حاشیے پر یہ تصریح موجود ہے کہ اس سے مراد تا زمانہ اسلام بارہ خلفا ہی موجود ہے۔ جو قیامت تک حق پر عمل کریں گے اگرچہ ان کا زمانہ مسلسل نہیں رہے گا۔ خیر یہ تو ان کا قول ہے کہ زمانہ مسلسل نہیں رہے گا جب حق مٹانے کے لیے عرشیوں کو کچھ نہ بن پڑا تو اتنی بھی تاویل نہ کریں، مگر ارباب نظر پر یہ تو واضح ہو گیا کہ اس سے مراد بارہ خلیفہ ہیں۔

صحیح مسلم

۱ - ان هذا الامر لا تنقضی حتی یمضی فیهم اثنا عشر خلیفة کلهم من قریش (صحیح مسلم) — یہ امر (دین) ختم نہیں ہوگا جب تک ان میں بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں وہ سب قریش سے ہوں گے

۲ - لا یزال امر الناس ماضیاً ما ولیهم اثنا عشر رجلاً (مسلم) — لوگوں کا کام ہمیشہ جاری رہے گا جب تک کہ ان پر بارہ حاکم نہ ہو جائیں۔

۳ - لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفة۔ — دین اسلام بارہ خلفاء تک گرامی و باعزت رہے گا۔

۴ - لا یزال هذا الامر عزیزاً الی اثنا عشر خلیفة — ہمیشہ یہ امر (دین اسلام) بارہ خلفاء تک گرامی و باعزت رہے گا۔

۵ - لا یزال هذا الدین عزیزاً منیعاً الی اثنا عشر خلیفة — یہ دین (اسلام) معزز اور محفوظ رہے گا بارہ خلیفہ تک۔

۶ - لا یزال هذا الدین قائماً حتی — ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا جب تک

تقوم الساعة او تکون علیکم اثنا عشر خلیفة	قیامت نہ آجائے یا تم پر بارہ خلفاء نہ ہو جائیں۔

(صحیح مسلم۔ طبع مصر۔ جلد دوم ص۱۹۱)

صحیح ابوداؤد

۱۔ لا یزال ھٰذا الدین قائماً حتیٰ یکون علیکم اثنا عشر خلیفة	ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں۔
۲۔ لا یزال ھٰذا الدین عزیزاً الی اثنا عشر خلیفة	یہ دین گرامی و معزز رہے گا بارہ خلفاء تک

(سنن ابی داؤد۔ طبع مصر۔ جلد چہارم ص۱۰۶)

صحیح ترمذی

(۱) یکون من بعدی اثنا عشر امیراً کلھم من قریش	میرے بعد بارہ امیر ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(ترمذی۔ جلد نہم ص۶۶ طبع مصر)

صحیح مشکوٰة

۱۔ لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنا عشر خلیفة	ہمیشہ اسلام گرامی رہے گا بارہ خلیفہ تک
۲۔ لا یزال امر الناس ماضیاً ما ولیھم اثنا عشر رجلاً	لوگوں کا کام ہمیشہ (عدل پر) جاری رہے گا جب تک ان پر بارہ خلفاء رہیں گے

۳۔ لایزال الدین قائماً حتی تقوم	ہمیشہ دین قیامت تک رہے گا تا
الساعۃ او یکون علیہم اثنا	اینکہ قیامت آجائے یا ان پر
عشر خلیفۃ (متفق علیہ)	بارہ خلیفہ ہوں

مشکوٰۃ از اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۴۱

اس روایت پر سب کا اتفاق ہے یعنی یہ متفق علیہ ہے

کنز العمال علامہ متقی

۱۔ لایزال ھٰذا الدین منیعاً	یہ دین محفوظ رہے گا بارہ خلفاء
الی اثنا عشر خلیفۃ۔	تک۔
۲۔ یملک ھٰذہ الامۃ اثنا عشر	حسب تعداد نقباء بنی اسرائیل اس
خلیفۃ کعدۃ نقباء بنی اسرائیل	امت کے مالک بارہ خلیفہ ہوں گے
۳۔ یکون لھٰذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ	اس امت کے بارہ خلیفہ ہوں گے۔
۴۔ یکون بعدی من الخلفاء عدۃ	میرے بعد خلفاء (بارہ) ہوں گے
نقباء موسیٰ۔	حسب تعداد نقباء موسیٰ۔
۵۔ لایزال ھٰذا الدین قائماً الی	ہمیشہ یہ دین بارہ خلفاء تک قائم
اثنا عشر خلیفۃ من قریش	رہے گا جو قریش سے ہوں گے۔
فاذا ھلکوا ماجت الارض	جب وہ ہلاک ہو جائیں گے تو زمین
باھلھا۔	اہل زمین کو لے کر زلزلے میں آجائے گی

(کنز العمال۔ علامہ متقی۔ طبع حیدرآباد جلد ششم ص۲۰۱ و ص۲۲ و ص۱۹۸ و ص۲۰۶ مفصل)

مسند طیالسی

حدیث ۷۶۷ و حدیث ۱۲۷۸ (مفتاح کنوز السنۃ ص۲۱ طبع مصر)

مسند احمد ابن حنبل

یہ اہل سنت کی وہ معتبر ترین کتاب ہے جس میں احادیث معتبرہ کو جمع کر دیا گیا ہے اور آج تک اس کے معتبر ہونے میں کسی نے شک نہیں کیا اس کتاب میں بارہ خلفاء یا بارہ امیر والی روایت کو جلد اول میں دو جگہ ص۳۹۸ اور ص۴۰۶ اور جلد پنجم میں اکتیس ۳۱ مختلف راویوں سے مختلف مقامات پر روایت کیا ہے۔ جو صفحہ ص۸۶ سے شروع ہو کر ص۱۰۶ تک مختلف مقامات میں ملتی ہیں ہم صرف ان روایات کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جن کے الفاظ دیگر صحاح سے کچھ جداگانہ ہیں۔

۱۔ انّ ھٰذا الدین لن یزال ظاھراً علیٰ مَن ناواہ لا یضرّہٗ مخالف ولا مفارق حتی یمضی من امّتی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔	یہ دین ہمیشہ اپنے مان لینے والوں کے لیے غالب رہے گا نہ مخالف اور تفرقہ انداز نقصان پہنچا سکے گا جب تک بارہ خلیفہ نہ گزریں جو سب قریش سے ہوں گے۔

(مسند امام حنبل۔ جلد خامس ص۸۶ طبع مصر)

۲۔ لا یزال ھٰذا الامر عزیزاً منیعاً ظاھراً علیٰ من ناواہ حتی یملک اثنا عشر کلھم من قریش (ج ۵ ص۹۳)	ہمیشہ اور برابر یہ دین معزز اور محفوظ اور غالب رہے گا اپنے ماننے والوں کے لیے جب تک بارہ اس کے مالک رہیں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے
۳۔ لا یزال ھٰذا الامر صالحاً حتی یکون اثنا عشر امیراً (جلد ۵ ص۹۷)۔	ہمیشہ اور برابر یہ دین صالح رہے گا جب تک بارہ امیر ہوں گے۔

عربی	ترجمہ
۴۔ بعد الاعلان۔ ثم لغط القوم وتکلموا فی حدیث قال النبیؐ فی حجۃ الوداع (جلد ۵ ص۹۹)	اس اعلان کے بعد قوم نے غل مچا دیا اور چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ اس کتاب کی ایک حدیث میں ہے کہ میرا اعلان حجۃ الوداع ہی میں ہوا ہے۔
۵۔ لایزال ھذا الامر موافیًا او مقاربًا حتی یقوم اثنا عشر خلیفۃ (جلد ۵ ص۱۰۱)	ہمیشہ یہ دین موافق (عدل) یا قریب (بہ عقل) رہے گا جب تک کہ بارہ خلفاء رہیں گے۔
۶۔ انا قعود علی باب رسول اللہ ننتظر ان یخرج لصلوٰۃ الظھر اذ خرج علینا فقال اسمعوا فقلنا سمعنا ثم قال اسمعوا فقلنا سمعنا فقال انہ سیکون علیکم امراء فلا تعینوھم علی ظلمھم فمن صدقھم بکذبھم فلن یرد علیّ الحوض۔ (جلد ۵ ص۱۱۱)	راوی کہتا ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے دروازے پر بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ دفعۃً حضرتؐ برآمد ہوئے اور فرمایا سنو! ہم نے عرض کی سن رہے ہیں پھر فرمایا سنو! ہم نے عرض کی حضور متوجہ ہیں فرمایا کہ عنقریب تم پر کچھ سردار ہوں گے۔ دیکھو تم ان کے ظلم پر ان کی مدد نہ کرنا جو لوگ ان کے جھوٹے بیان کی تصدیق کریں گے (یاد رکھیں کہ) وہ حوض کوثر پہ نہیں پہنچ سکتے۔

اب ان تمام احادیث کے بعد اتنا ضرور واضح ہو گیا کہ ہذا الامر سے مراد دین ہے اور وہ ۱۲ خلفاء تک غالب بہ دلیل اور معزز رہے گا اس کے بعد نہیں۔ اب تیرہ سو برس کے بعد یہ سوال باقی رہا۔ کہ اب وہ دین باقی اور دلائل سے غالب ہے یا مغلوب اگر غالب ہے تو لا محالہ روایات مذکورہ کی بنا پر ان بارہ میں سے ایک کا باقی رہنا لازمی

ہے۔ مگر اس حدیث کے حقیقی معتقد صرف شیعہ ہیں جو آج بھی اس امام کے وجود کے قائل ہیں۔

توضیحاتِ احادیث صحاح

صحیح بخاری میں ومن بعدی کا لفظ اڑا کر اس کو گنجلک کرنا چاہا ہے۔ مگر دیگر صحاح کی بکثرت روایات میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ نیز علامہ بخاری نے صرف امیرًا کہہ کر روایت کو ٹال دیا ہے، حالانکہ بکثرت صحاح میں لفظ خلیفہ موجود ہے جو بتاتا ہے کہ امیر سے مراد خلیفہ ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ۷ میں اور صحیح مشکوٰۃ کی روایت ۳ میں صاف موجود ہے کہ دین کا قیام اور اس کی بقاء قیامت اور بارہ خلفاء تک ہے۔ اس کے بعد خیریت ہے۔ اب فرمایئے کہ دین باقی اور قائم ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو بارہ میں سے ایک کا ہونا لازم ہے ہر جگہ روایات میں لفظ لایزال ہے جس کے معنی ہیں دوام اور ہمیشگی کے یعنی دین ہمیشہ رہے گا بارہ خلفاء تک۔ لہٰذا اس وقت اگر کوئی خلیفہ نہیں ہے تو یہ سب احادیث لغو اور بے معنی اور جھوٹی قرار پائیں گی۔ اور اگر ہے تو اس کے صرف شیعہ قائل ہیں۔ دیگر فقہائے اسلام حدیث کے تو قائل ہیں اور بارہ خلفاء کے منکر ہیں۔ کیا یہ مقام حیرت نہیں؟ لا یزال کا صحیح ترجمہ لفظ "برابر" ادا کرتا ہے جس میں ہمیشگی لازم ہے۔

کنز العمال کی روایت ۵ میں بتلایا گیا ہے کہ برابر (ہمیشہ) یہ دین قائم رہے گا بارہ خلفاء تک اور لفظ "الی" یہ بتایا گیا ہے کہ ان بارہ میں سے ایک کے بغیر بھی یہ دین قائم نہ رہ سکے گا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ دین حق ابھی تک قائم ہے۔ (۷۳ فرقوں میں سے ایک حق پر ہے) اور جس کے دم سے قائم ہے وہ خلیفہ ہے اور اس کا موجود رہنا ضروری ہے جس دن یہ فرقہ بھی ختم ہو گا دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی اس دن وہ امام ظاہر

ہوجائے گا۔ اب اس روایت کے آخری فقرے پر غور فرمائیے

فاذا ھلکوا ماجت الارض — جس وقت وہ ہلاک ہوجائیں گے تو زمین

باھلھا — اپنے مکان سمیت زلزلے میں آجائے گی۔

روایت میں لفظ "ماتوا" نہیں وارد ہوا جس کے معنی ہیں "مرجائیں گے" بلکہ لفظ "ھلکوا" ارشاد فرمایا گیا جس کے معنی ہیں "ہلاک ہوجائیں گے" جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بارہ خود نہیں مریں گے بلکہ ہلاک کئے جائیں گے (مختلف تدبیروں سے) اور یہ امر بھی آج کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہمارے تمام اہل بیت اپنی طبعی موت سے نہیں اٹھے بلکہ کسی کو قتل کیا گیا تو کسی کو زہر دیا گیا یہاں تک کہ قدرت نے ایک کو باقی رکھا تاکہ زمین اور اہل زمین باقی رہیں۔

جن اقوام کو روحانیت سے کوئی لگاؤ نہیں وہ تو اس امر کا انکار کرنے کی عادی ہیں۔ لیکن جن کو روحانیت سے لگاؤ اور اسلام کی روایات پر اعتقاد کامل ہے۔ اگر وہ اس کا انکار کردیں تو یہ ان کا ذاتی تعصب اور ہٹ دھرمی ہوگی۔ اب ہم مسند امام احمد بن حنبل جیسی اسلام کی معتبر ترین کتاب اور خزانۂ روایات کی طرف توجہ دلاتے ہیں

مسند کی حدیث ۱ سے واضح ہورہا ہے کہ ماننے والوں کے لیے اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ نیز مخالف اسلام یا اسلام سے روگردانی کرنے والے اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ غلبہ فتوحات اور ملک گیری سے نہ ہوگا ورنہ ملک گیری اور فتوحات کی بناء پر آج عیسائیت اور کفر اسلام پر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ملک گیری اور فتوحات کو دلیل حقانیت اسلام نہیں قرار دیتے۔ ہاں اس کے دلائل اس قدر زبردست ہیں کہ اسلام کے بہتر (جہنمی) فرقوں کے بگڑے ہوئے عقائد و دلائل بھی دوسرے ادیان پر غالب ہیں چہ جائیکہ ایک فرقہ محقہ کے عقائد و دلائل روایت ۲ بتاتی ہے کہ دین بارہ خلفاء تک صالح رہے گا۔ اب آپ لاکھ صالحین کے

برائے نام گروہ کو بتائیں مگر یاد رکھیئے جب تک ان کا بارہ پر عقیدہ نہ ہو صالح نہیں ہو سکتے ۔

حدیث مت بتاتی ہے کہ نبیؐ فرماتے ہیں "عنقریب" یعنی زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا۔ بلکہ قریبی زمانے میں ظالم امیر بھی ہوں گے ۔ اور چونکہ روایات میں متعدد مقامات پر بارہ امیر اور دوسری جگہوں پر بارہ خلیفہ مذکور ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بارہ امیر ہوں گے اور بارہ خلیفہ بلکہ لفظ "امیر" سے بھی مراد خلیفہ ہے ۔ اور خلیفہ سے مراد امیر ہے ۔ تو گویا زمانہ نبوت کے قریب ظالم خلیفہ بھی ہوں گے اور وہ جھوٹے بھی ہوں گے اور کچھ آنؐ کے جھوٹ کی تصدیق کرنیوالے بھی ہوں گے ۔ لہٰذا اب ضرورت تحقیق ہے کہ وہ بارہ کون ہیں ؟ ۔

بارہ امیر یا بارہ خلیفہ کون ہیں؟

نبیؐ کے اہل بیت کو محروم بنا کر اور بارہ اماموں کا انکار کر کے مسلمانوں نے اس روایت میں جو جو گل افشانیاں فرمائی ہیں اور جو جو چکر کاٹے ہیں عقل سلیم کو ان پر ہنسی آتی ہے مسلمانوں کے مسلمہ امام ابن حجر عسقلانی نے صحیح بخاری کی مشہور شرح فتح الباری میں اس روایت کے متعلق اپنی اور دیگر علماء کے خیالات کو جمع کیا ہے مگر ہر جگہ اور تاویل کے آخر میں تھک کر یہ اقرار کیا ہے کہ واللہ اعلم ۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ ان کا کیا مطلب ہے ۔ یہ فقرہ دلیل عجز ہے ۔ عاجز کیوں ہیں اس لیے کہ خود ساختہ خلفاء اور امیروں کی کثرت کو اس حدیث نے روند کر رکھ دیا ہے ۔ مخالفت اہل بیت میں ان کا اقرار نہیں کرتے اور اپنوں کو بچانے کے لیے ہاتھ پیر مارتے ہیں مگر بات نہیں بنتی ۔

پہلی شرط تو ان تمام احادیث میں یہ ہے کہ یہ خلفاء اور ائمہ قریش سے ہوں گے ۔ یہ تو مسلم ہے کہ اجداد نبیؐ میں کوئی بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کا لقب سب سے پہلے

قریش ہوا اور وہ ان کی اولاد کے لیے نسلاً بعد نسلٍ مستعمل ہوا لیکن اختلاف ان بزرگ کی تعیین میں ہے۔ چنانچہ بعض کا خیال ہے کہ سب سے پہلے نضر بن کنانہ کا لقب قریش قرار پایا اور بعض کا خیال ہے کہ سب سے پہلے بزرگ قصیّٰ بن کلاب ہیں جو اس وصف سے موصوف ہوئے اس کی جانب علامہ ابن عبدربّہ الاندلسی الاموی نے بھی اپنی مشہور کتاب عقد فرید جلد دوم صت ۲۰۲ پر اشارہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "ترجمہ۔ قصی نے سب منتشر قبائل کو جمع کیا تو اس وقت سے قصیٰ کا لقب ہوا قریش۔ غرض اہل تاریخ نے اس میں اختلاف کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر واقعاً لقب قریش مضر یا نضر سے شروع ہوا ہے تب تو خیریت ہے ورنہ اگر قصی سے شروع ہوا ہے تو اول کے دو خلیفہ اس حساب سے قریش میں سے نہیں تھے اور بقیہ بنی ہاشم۔ بنی امیہ۔ بنی عباس ہونے کی وجہ سے اس میں داخل ہو جائیں گے۔

پس ہمارے بیانات سے یہ باتیں واضح ہوئیں کہ (۱) تمام الہامی کتب میں تعداد بارہ بارہ ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی تصدیق کر دی (۲) احادیث معتبرۂ صحاح میں بھی آنحضرت صؐ نے خلفاء یا اسرار کی تعداد بارہ ہی بتلائی ہے۔

۳۔ اب آپ کو اختیار نہیں کہ اس تعداد کو بارہ سے زیادہ یا بارہ سے کم کر دیں۔ جیسے آپ کو اختیار نہیں کہ نبی کی مقرر کردہ نماز کی رکعتوں میں مغرب کی چار اور ظہر کی تین کر دیں امت یا اجماع کو حکم صریح کے بعد اس کا اختیار نہیں کہ وہ تعداد میں ردّوبدل کر دیں۔

شمار اشخاص

ابن حجر وغیرہ نے بارہ کی گنتی خلفائے راشدین کے علاوہ بنی امیہ کے حکمرانوں کو گنوا کر پوری کر دی۔ اگرچہ اس کاوش میں کہیں تو درمیان میں دو کو چھوڑ دیا ہے اور کہیں ایک کو کہیں دو چار کو پھلانگ کر آگے نکل گئے ہیں۔ ذرا سوچنے کی بات ہے کہ

در جین بھر کیلے اور آم بھی اگر آپ خریدتے ہیں تو ایک ایک کو خوب دیکھ لیتے ہیں کہ گلا سڑا اور داغی تو نہیں مگر علمائے اسلام گنتی کو پورا کرانے میں اس کو بھی نہیں دیکھتے اور ہر خطا کار تخت نشین کو جانشین نبیؐ مان کر گنتی پوری کر دیتے ہیں۔ مگر جن کو گنوایا ہے۔ ان میں اکثر کو کتب تواریخ۔ سیر۔ احادیث داغی بتلاتی ہیں۔ یا باغی۔ سوائے حضرت علیؑ کے جو بنص قرآن معصوم ہیں باقی تمام تعداد غیر معصوم کی ہے۔

مسند امام حنبل کی مذکورہ روایات میں سے روایات ملا میں صاف تحریر ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم پر ظالم اور جھوٹے امیر حکومت کریں گے۔ وہ قریب کا زمانہ صرف بنی امیہ وغیرہ کا ہو سکتا ہے۔ جن میں سے اکثر کو ابن حجر وغیرہ نے بارہ کی تعداد پوری کرنے کے لیے گنوایا ہے۔ مگر صحیح ترمذی کی مندرجہ ذیل حدیث نے ان کی گنتی کو بھی بالکل رد کر دیا۔ ملاحظہ ہو۔

سعید راوی ہیں کہ میں نے سفینہؓ سے پوچھا کہ بنی امیہ کا یہ گمان ہے کہ خلافت ان میں ہے تو انہوں نے کہا کہ زن زرقاء (کرنجی آنکھ کی عورت) کے بیٹوں نے سفید جھوٹ بولا ہے بلکہ وہ لوگ تو بادشاہ ہیں اور بدترین بادشاہ (صحیح ترمذی جلد ۲ صلا طبع مصر)

مشہور محدث علامہ وحید الزماں فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں نے اس حدیث کا مصداق خلفائے بنی امیہ یا بنی عباس کو قرار دیا ہے انہوں نے سخت غلطی کی ہے چونکہ اموی حکمران اکثر غاصب ظالم اور جابر تھے اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زائد تھا۔ اہل سنت کے علماء ان میں تراش خراش کرتے ہیں اور خلفائے راشدین کے بعد کچھ لوگوں کو بنی امیہ سے لیتے ہیں اور کچھ کو بنی عباس میں سے جو ذرا اچھے اور عادل گذرے ہیں اور ہم نے ہدیۃ المہدی میں یہ لکھا ہے کہ ان بارہ امیروں سے ائمہ اثنا عشر یعنی بارہ امام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے۔ نہ کہ

حکومتِ ظاہری"

(لغات الحدیث مولفہ وحید الزماں محدث حرف الف ص۱۱)

مولف مذکور نے دوسری کتاب ہدیۃ المہدی کے ص۱۰۲ پر نام بنام وہ امام گنوائے ہیں جن کو شیعہ مانتے ہیں اور وہی ترتیب ہے جو شیعہ لکھتے ہیں۔ لہٰذا اب گھبرا کر یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ یہ شیعہ تھے حضرت یہ پکے سُنی تھے بلکہ امام اہل حدیث تھے۔

پھر وہ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے تفسیر سماء و بروج میں فرمایا کہ

اما السمآء فانا و اما البروج	سماء سے مراد میں ہوں یعنے آنحضرتؐ
فالائمۃ بعدی اولھم علی	اور بروج سے بارہ امام مراد ہیں پہلے
و آخرھم المھدی (سورۃ	امام علیؑ ہیں اور آخر امام مہدی علیہ
والسماء ذات البروج (بروج ۸۵))	السلام ہیں۔

(انوار اللغۃ - پارہ ب - لغت برج ص۱۱ طبع کراچی و ص۱۷ طبع بنگلور)

اس سے زیادہ واضح اور کیا بیان ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ دراس صداقت ان کو اجر دے گا کہ وہ مخالفین اہل بیت سے نہیں ڈرے جو کچھ کہنا تھا وہ جو اہل سنت ہو نیکے صاف کہدیا۔ اب ان بیانات کی روشنی میں آپ علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول الفصل ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے آنکھ بند کرکے بارہ امیر بنی امیہ جیسے ظالم بادشاہوں میں سے گنوا دیئے۔

(فتح الباری جلد ۱۳ ص۱۷۹)

اب جو اس کے قائل ہیں کہ خلافت چار خلفائے راشدین پر ختم ہوگئی یا بنی امیہ کی زیادہ تعداد میں سے بعض کو خود منتخب کرکے بارہ کی تعداد پوری کرتے ہیں وہ نبی کے بیان فرمودہ خلفائے حق کے منکر ہیں اور سابقہ کتب وحی کو [illegible] ہیں۔ اور سنت الٰہیہ کے خلاف چلتے ہیں۔

قدرت کا غیبی انتظام

قدرت کا یہ غیبی انتظام ہے کہ مسلمانوں میں علاوہ ائمہ اثنا عشر اور خلفائے اہل بیت کے جنھوں نے دوسرے خلفاء کو مانا ہے قدرت نے ایسے خلفاء کو کسی ایک سلسلے میں بارہ نہیں ہونے دیا ہے تاکہ حق اور ناحق ایک تعداد میں ہو کر مشتبہ نہ ہو جائیں غرضیکہ حقیقی خلفائے رسول کے مقابلے میں جس قدر خلفاء امت نے بنائے یا بنے، ان کا کوئی سلسلہ بارہ کی تعداد کے مطابق نہیں ہوا۔ کوئی سلسلہ کم ہے تو کوئی زیادہ۔ اس لیے حق ادھر ہو گا جس کی تعداد رسول اللہ ص کی مقرر کردہ تعداد بارہ کے برابر ہو گی۔ اسلام کے تمام فرقوں میں صرف شیعہ ہی اس حدیث شریف کی مقرر کردہ تعداد پر قائم ہیں اور اسی بناء پر ان کو اثنا عشری کہا جاتا ہے۔

شیعوں کے علاوہ تمام فرقے خلفاء میں راشدین اور غیر راشدین کی قید لگاتے ہیں اور یہی قید ان کو حدیث رسول کے خلاف کر رہی ہے اور وہ مجبور ہو کر صالح اور غیر صالح ہدایت یافتہ اور ہدایت شکن کو گنتی پوری کرنے کے لیے ایک ہی مد میں شمار کر رہے ہیں اسی نے اسلام کو تباہ کیا اور ہر دل میں خلافت کی امنگ اور تمنا پیدا کر دی اور جب مقررہ تعداد ٹوٹ گئی تو خلافت مختلف خاندانوں میں چلتی چلاتی سلطان عبد الحمید تک پہنچ کے رک گئی۔

پہلا سلسلہ بقول اہل سنت خلفائے راشدین کا ہے اس میں چار خلیفہ ہیں اور یہ سلسلہ رسول اللہ کی بیان کردہ تعداد سے کم اور اس لیے احادیث مذکورہ سے مطابق نہیں۔ دوسرا سلسلہ بنی امیہ کا شروع ہوتا ہے۔ اس میں بارہ سے زاید ہیں اور اگر اول کے چار بھی ملا لیے جائیں تو تعداد ۱۸ تک پہنچتی ہے اور اگر خلفائے اندلس بھی ملا لیے جائیں تو تعداد ۸ا تک بلکہ ۲۸ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

تیسرا سلسلہ بنی عباس کا ہے جن کی تعداد ۳۷ ہے اب سب مل کر تقریباً ۵۵ جاتے ہیں۔ اور غیر یت سے یہ سب مدعیٔ خلافت و امامت ہیں۔ اور اگر ان میں خلفائے امیہ وغیرہ بھی ملا لیے جائیں تو شمار مشکل ہے۔ بہرحال ہر طرح سے یہ حدیث شریف بہر غلط ہو جاتی ہے۔ اور اگر آغا خانیوں کو (جو خود کو مسلمان کہتے ہیں) بھی ملا لیا جائے ان کی تعداد بھی اب تک ۴۹ ہو چکی ہے۔ اور ابھی قیامت کے نہ معلوم کتنے دن ہیں نہیں اماموں کے کتنے سیکڑے پورے ہو جائیں گے۔ اب رہے بوہری حضرات تو ان کے یہاں بھی شاید۔۔ اب جا کے یہ سلسلہ رکے ورنہ پیداوار بڑھتی ہی جا رہی ہے اب ہم احادیث مذکورہ کے دوسرے حصوں پر غور کرنے کے لیے دعوت فکر دیتے ہیں ان الفاظ پر ہم تحقیقی نظر ڈالیں گے۔ آپ ان کو گذشتہ حوالوں میں دیکھ لیجیے۔ نمبروں سے پتہ چل جائے گا۔ جو الفاظ مکرر آ گئے ہیں ان کو نہیں لکھیں گے۔

۱۔ هٰذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیهم اثنا عشر (مسلم۔ حدیث ۱)	امر دین ختم نہ ہوگا یہاں تک کہ ان میں بارہ گذر جائیں۔
۲۔ لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنا عشر (مسلم۔ حدیث ۳)	اسلام ہمیشہ (برابر) معزز رہے گا بارہ تک
۳۔ لا یزال هٰذا الدین عزیزا منیعا الی اثنا عشر (مسلم۔ حدیث ۵)	یہ دین ہمیشہ (برابر) معزز اور محفوظ رہے گا بارہ تک۔
۴۔ لا یزال هٰذا الدین قائما حتی تقوم الساعة او یکون علیکم اثنا عشر (مسلم حدیث ۷)	ہمیشہ اور برابر یہ دین قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے یا بارہ خلیفہ تم پر ہو جائیں۔
۵۔ یملك هٰذه الامة اثنا عشر (کنز العمال حدیث ۱۰)	یعنی اس امت کے مالک بارہ ہوں گے۔

۶ - یکون بعدی من الخلفاء عدۃ نقباء موسیٰ ۔ (کنز العمال حدیث ...) | میرے بعد خلفاء حسب تعداد نقباء موسیٰ (بارہ) ہوں گے ۔

۷ - لا یزال ھٰذا الدین قائماً الی اثنا عشر خلیفۃ من قریش فاذا ھلکوا ماجت الارض باھلھا (کنز العمال حدیث ...) | یہ دین ہمیشہ (برابر) قائم رہے گا بارہ خلفاء تک جو قریش سے ہوں گے جب وہ سب ہلاک ہو جائیں گے تو زمین مع ساکنوں کے زلزلہ آ جائے گی

۸ - لا یزال ھٰذا الامر صالحاً حتیٰ یکون اثنا عشر امیراً (مسند حدیث ...) | یہ دین ہمیشہ (برابر) صالح رہے گا بارہ امیروں تک ۔

حدیث کے یہی حصے دوسری صحاح میں بھی ہیں ۔ گذشتہ حوالے ملاحظہ فرمایئے ان تمام فقرات پر نظر انصاف ڈالی جائے تو نتیجہ صاف ہے کہ : ۔

دین اور اسلام کی برقراری اس کی عزت ۔ اس کی حفاظت ۔ اُمت کے مالک ، اہل دین کی صلاحیت ۔ بارہ تک ہوگی اس کے بعد نہیں ۔ لفظ لا یزال ہمیشگی اور استمرار یعنی لگاتار سلسلے کو بتاتا ہے ۔ اور یہ کہ یہ تعداد قیامت تک برقرار رہے گی یہ دین بارہ تک اور دینوں پر غالب رہے گا ۔ اور یہ کہ اس غلبے سے مراد دنیاوی طاقت اور ملکی اقتدار نہیں اس لیے کہ سلطنت بادشاہت حکومت اور ملک گیری میں کفار اور مشرکین اور مسلمان سب شریک ہیں بلکہ شوکت و حکومت کفار زیادہ ہے اور اہل اسلام آج بھی حکومت کفار کا دست نگر ہے ۔ بلکہ غلبۂ اسلام سے مراد غلبۂ حجت و براہین و دلائل ہے ۔ قیام دین اسلام ۔ وجود اسلام ۔ حقیقی و عقلی ان بارہ کے دم سے ہے اسی لیے ان کا صالح ہونا صاحب قوت قدسیہ اور روحانیہ ہونا لازم ہے اور یہ حسب فرمان قرآن حضرت رب العزت کی طرف سے مؤید تھے ۔ جیسا کہ سورہ مجادلہ میں ہے ایدھم بروح منہ

یعنی ان اہل ایمان کو مثل انبیائے گذشتہ ہم نے اپنی روح (قوت) سے مدد پہنچائی نبی بغیر تائید روح منصب نبی نہیں ہوا اسی طرح سے یہ امیر اور خلفاء مخصوص قوت الٰہیہ سے مؤید اور صاحب قوت ہوں گے یہ نہ کہیئے گا کہ ائمہ اہل بیت سب مجبور رہتے اور خلفائے زمانہ سے دبے رہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ انبیاء میں بھی سب کی زندگی (سوائے حضرت سلیمان کے) مجبور اور دبی ہوئی رہی ہے۔ مگر وہ پیغام الٰہی پہنچانے اور حفاظت شریعت میں کبھی دب کر نہیں رہے۔

حق اور صداقت کی سب سے بڑی دلیل حدیث نمبر سات میں ملتی ہے کہ جب بارہ ختم ہو جائیں گے تو زمین مع اپنی ساکنوں کے زلزلہ میں آ دے گی تو ابھی ایسا نہیں ہوا معلوم ہوا کہ اس میں سے بارہواں ابھی تک موجود ہے۔

تمام صفات مذکورہ ائمہ اثنا عشر کے علاوہ اور کسی خلیفہ میں نظر نہیں آتے اور قیامت تک یہ تعداد زیادہ نہیں ہوگی۔ اسی لیے ان کا آخری غائب اور قائم ہے اور اسی کے دم سے اسلام اور دین صحیح کا قیام ہے۔ اس صورت کے علاوہ صداقت فرمان رسول کی دوسری صورت نہیں نکلتی۔ ساری خلافتوں کے ظاہری سلسلے ختم ہو چکے ہیں اور مصطفےٰ کمال نے خلافت کو ہمیشہ کے لیے باسفورس میں ڈبو دیا ہے۔ پھر بھی یہ دین قائم ہے تو حسب فرمانِ رسول ایک ایسا وجود لازمی ہے جس کے دم سے یہ دین اسلام قائم ہے۔ آج کروڑوں مسلمانوں میں کسی کا یہ دعویٰ نہیں کہ اسلام اور دین میرے دم سے قائم ہے۔ اور مجھ میں صفاتِ خلیفۃ اللہ موجود ہیں۔ اور جب احادیث مذکورہ بتاتی ہیں کہ اس کا وجود ضروری ہے تو وہ ظاہر میں نہیں ہے۔ تو غائب رہ کر موجود ہے اور اس سے بقائے دین و اسلام ہے۔

وہ آیات بینات جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ ایک حجت کا وجود خدا کی جانب سے

سے ضروری اور لازمی ہے
قرآن و حدیث اس کی موئد ہیں۔

ذیل میں ہم ان آیات قرآن مجید اور احادیث کو پیش کرتے ہیں جو بتاتی ہیں کہ ایک حجت خدا کا وجود ہر زمانے میں خدا کی طرف سے ہونا ضروری ہے:

۱۔ یاایّھا الّذین آمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصّادقین ○ — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(س توبہ ۔ ۹/۱۵)

اس لیے ہر زمانے میں ایک صادق کا وجود لازمی ہے۔ اس آیت کے متعلق ہم خود کچھ نہیں کہتے بلکہ امام اہل سنت علامہ فخر الدین رازی کے قول کو لکھنا کافی سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

یہاں خداوند کریم نے حکم دیا ہے کہ صادقین کے ساتھ رہو۔ اور جب صادقین کے ساتھ رہنا واجب ہے تو ضروری ہے کہ ہر زمانے میں صادقین موجود ہیں۔ اور جب صادقین کے ساتھ رہنا واجب ہے تو جن کے بغیر یہ حکم پورا نہیں ہو سکتا ان کا بھی ہونا ضروری ہو گا۔ اس لیے ہر زمانے میں صادقین کا وجود ضروری ہے۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ جو حکم اور پابندیاں نہ قرآن مجید میں آئی ہیں وہ قیامت تک لازم ہیں اس لیے کہ آیت میں کوئی وقت مقرر نہیں ورنہ اس کا بھی اعلان کر دیا جاتا۔ جب خداوند کریم نے شرط لگائی ہے کہ تقویٰ اختیار کرو تو واضح ہے کہ یہ حکم اسی کے لیے ہیں کہ جن کا متقی نہ ہونا بھی ممکن ہے۔ تو اب صورت حکم یہ ہے کہ جن سے خطا ہو سکتی ہے وہ اس معصوم کی پیروی کریں جس سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب ہم کو ذاتِ معصوم کا علم ہو اور چونکہ ہم کو ذاتِ معصوم کا علم نہیں اس لیے یہ مسئلہ واضح ہے کہ تمام امت مل کر معصوم ہے اور اسی نے بتایا کہ اجماعِ امّت حجت ہے

اور بمنزلۂ معصوم کے ہے (رازی جلد ۴ صفحہ ۱۵۰ طبع مصر)

علامہ رازی اول تو ٹھیک چلے تھے مگر پھر اہل بیت سے روگردانی کر کے بہک گئے اور وہ بات لکھدی جو قطعاً خلافِ عقل ہے۔ کہ امت میں ہر شخص غیر معصوم لیکن ساری امّت مل کر معصوم ہو جاتی ہے تو کیا سارے غیر معصوم مل کر ایک معصوم بن سکتا ہے یا سارے اندھے مل کر ایک بینا بن جائے گا یا سارے احمق مل کر ایک عقلمند بن جائیگا

موجودہ عہد کے مفکّر اور تعلیم یافتہ طبقے کے راہبر علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو — کہ از مغز دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

یعنی طریقہ جمہوریت سے بھاگو اور پختہ کار کے تابع بن جاؤ کیونکہ دو سو گدھے مل کر بھی انسانی فکر کے مالک نہیں بنتے۔ علّامہ نے اکثریت پر جان دینے والوں کی وجہ سے تقیّہ کیا ورنہ یہ کہتے کہ "گریز از طرز اجماعی" طریقۂ اجماعی یا اجماع مردم سے بھاگو غیر معصوم کا اجماع غلطی سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اجماع یا جمہوریت پر لوگوں نے اس لیے جان دی کہ یہ دونوں چیزیں ان کو برسر اقتدار لانے کی امید دلاتی ہیں اور اسی لیے خلافت رسول بنی تیم۔ بنی عدی۔ بنی ہاشم۔ بنی امیہ۔ بنی عباس۔ ترکوں اور مصریوں وغیرہ میں بھاگی بھاگی پھری۔ جس کے ہاتھ میں لاٹھی بھینس اسی کی ہو گئی۔ اور باقی کے دماغوں میں امنگ پیدا کر دی۔ اجماع کی ناکامی کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو گا کہ صرف پہلی خلافت میں ناقص اجماع کا پتہ ملتا ہے پھر کسی خلافت میں اجماع نظر نہیں آتا بلکہ ڈنڈا کار فرما نظر آتا ہے۔ اور اہل دنیا چڑھتے سورج کو پوجتے ہیں اس لیے علمی کمالات اور ملکی اوصاف کی وجہ سے دل اہل بیت ؑ کے ساتھ تھے اور دولت کی وجہ سے تلواریں دشمنوں کے ساتھ تھیں۔ اور جو حقیقتاً اہل بیت ؑ کے ساتھ رہے تاریخیں گواہ ہیں کہ قتل و غارت و زہر و جلا وطنی غرض کوئی ظلم ایسا نہ تھا جو ان پر کیا گیا نہ ہو۔ یہ انھیں کے فضل و حوصلہ صبر کا کارنامہ ہے کہ آج ان کے نام لیوا

اس دنیا میں موجود ہیں۔ الغرض یہ آیۂ داقی ہدایہ صرف مذہب شیعہ کی بنا پر واجب العمل ہو سکتی ہے جو ہر زمانے میں ایک معصوم کے وجود کے قائل ہیں۔

علامہ رازی اپنی دھن میں یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ صادقین جمع کا صیغہ ہے لہذا ایک سے زیادہ صادقین کا ہونا لازمی ہے۔ اچھا یہی سہی لہ وہ بتائیں تو زمانۂ رسول میں اس کی تعمیل ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو ان سب کا معصوم ہونا لازم ہے۔ اور آیۂ تطہیر بتاتی ہے کہ معصوم صرف اہل بیت (اصحاب کساء) ہیں۔ نیز آیۂ مباہلہ بتاتی ہے۔ کہ نبی مباہلے میں صرف چار نفوس کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور وہ بھی جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لیے۔ تو اگر ان چار میں کہیں بھی جھوٹ کی گنجائش ہوتی تو لعنت ان پر بھی ہو سکتی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبی صرف ان کو ساتھ لے گئے تھے جو معصوم تھے۔ اور جن کا ہر گوشۂ زندگانی جھوٹ سے بری تھا۔ اور وہی حقیقی صادقین تھے۔ اور یہ سب صادقین جس کی پیروی کا حکم دیدیں وہ بھی صادق و معصوم ہو گا۔ اگر انہوں نے نہیں بتایا تو واجب حکم خدا سے باز رکھا۔ اور اگر بتا دیا تو امت پر ان کی پیروی واجب ہے اور وہ حضرات اور ان کی بتائی ہوئی ذوات معصوم اور صادقین ہیں۔ اس لیے انہی کی پیروی واجب ہے

ہر زمانے میں وجود حجّتہ لازم ہے

اب ہم مذہب اہل سنت کے سب سے بڑے متعصب امام ابن تیمیہ کے مقلد علامہ ذھبی کا ایک قول وجود حجّتہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ ذھبی ہر شیعہ راوی کو اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ضعیف جھوٹا مفتری کہنے پر کمر بستہ رہتا ہے۔ اس سے یہ ممکن نہ تھا کہ اس قول کو لکھتا لیکن حق زبان پر جاری ہو کر رہا چونکہ یہ بہت ضروری حوالہ ہے اس لیے ہم اس کو اصل عبارت کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

علامہ ذھبی امیرالمومنین ع کی روایت مع اسناد حدیث لکھتے ہیں (ہم بحذف

استاد لکھتے ہیں)

اللّٰھم لا تخلو الارض من
قائم للہ بحجۃ لئلا تبطل
حجج اللہ وبیناتہ اولئک
الاقلون عددا الاعظمون
عند اللہ قدرا۔ بھم یدفع
اللہ حججہ حتی یودوھا
الی نظرائھم یزرعونھا فی
قلوب اشباھھم۔ ھجم بھم
العلم علی حقیقۃ الامر
تلک ابدان ارواحھا
معلقۃ بالمحل الاعلی
اولئک خلفاء اللہ فی بلادہ
والدعاۃ الی دینہ ھاھا
شوقا الی رویتھم۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ذھبی جلد اول
ص۱۱ طبع دکن)

۲۔ وحلیۃ الاولیاء۔ جلد اول
ص۸۰ طبع مصر)۔

ترجمہ:۔ ہاں ہاں خدا گواہ ہے کہ ہرگز
زمین ایسی ذات سے خالی نہیں رہتی
جو خدا کی جانب سے حجت کو قائم رکھتی
ہے تاکہ خدا کی حجتیں اور دلائل فنا
نہ ہو جائیں یہ لوگ تعداد میں کم ہیں
(صرف بارہ ہیں) لیکن مرتبہ میں خدا
کے نزدیک سب سے بڑے ہیں
انہیں کے ذریعہ سے خدا اپنی
حجتیں پیش کرتا ہے تاکہ وہ ان
حجتوں کو صاحبان غور و فکر تک
پہنچا دیں اور ان کا تخم ان سینوں میں
بوئیں (کاشت کر دیں) جو ان سے
مناسبت رکھتے ہیں انہی کی وجہ سے
علم حقیقت امر پر ہجوم کرتا ہے یہ ہیں
تو بدن اور جسم۔ لیکن ان کی روحیں
ایک بلند ترین منزل سے وابستہ ہیں
یہ ہیں اللہ کے خلیفہ اس کے شہروں میں
اور اس کے دین کی طرف بلانے
والے ہیں۔ ہائے ہائے مجھ کو
ان کے دیکھنے کا کس قدر شوق ہے۔

(اخلاف دیانت ! علامہ ذہبی کی ذہنیت اور ان کی دیانت کا نقل حدیث میں اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو فقرے ! لمتہ اہل بیت خصوصاً آخری امام کے لیے حدیث میں ہیں ان کو اوڑا دیا ہے ۔ جس سے ان کی دشمنی اہل بیت نمایاں ہو جاتی ہے ۔ مجبوراً روایتہ کو اس لیے لکھ دیا کہ راویوں میں اس روایتہ کی کافی شہرت تھی ۔ کہاں تک چھپاتے صرف اس حصہ کو نظر انداز کر دیا جو ان کے خلاف اور ان کی قائم کردہ خلافت کو بیخ و بُن سے اوکھاڑ ہی دینے والا تھا ۔

اور وہ فقرہ یہ ہے " قائم للہ بحجتہٖ اما ظاہر مشہور واما خائف مغمور ۔ وہ حجتہ خدا یا تو ظاہر اور مشہور ہو گا ۔ یا دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ ہو گا چونکہ اس فقرہ سے بنی عباس کی امامتیں اور خلافتیں ۔ یا درہوا ہوتی تھیں اس لیے صاف اڑا گئے ۔

اسی طرح اہل مصر نے جدید طبع شدہ حلیتہ الاولیاء سے اپنے خود ساختہ ائمہ خلفاء کی جان نثاری میں اس فقرہ کو اوڑا دیا اس لیے کہ اس میں امام غائب کے لیے صاف ارشاد ہے ۔ مگر ان کی یہ کوششیں قدرت نے بیکار کر دیں اور ایک دیانت دار کے قلم سے پوری روایت صاحبان انصاف کے لیے پیش کر دی ۔

کنزالعمال علامہ متقی میں یہ دونوں فقرے موجود ہیں اور اس روایت کو مع ان حضرات کے حسب ذیل کتب سے نقل کیا ہے (۱) کتاب المصاحف علامہ انباری ۔ (۲) کتاب العلم علامہ ذھبی (۳) کتاب حجتہ علامہ نصرے (۴) حلیتہ الاولیاء (۵) ابن عساکر (۶) بعینہ اس روایتہ کو علامہ قندوزی عالم اہلسنت جو زمانہ سلطان عبدالحمید میں شیخ الاسلام تھے ۔ ینابیع المودۃ طبع قسطنطنیہ صہ ۵۲۳ پر لکھا ہے ۔ (کنزالعمال علامہ متقی ۔ جلد پنجم صہ ۲۳۱ ۔ طبع دکن)

حسب عادت قدیم یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ ہم کو طبع دکن پر اعتبار نہیں ۔ تو بجنسہٖ یہ

روایت مع ان دونوں فقرات کے (حاشیہ مسند احمد ابن حنبل جلد چہارم ص۱ طبع مصر منتخب کنز العمال) میں موجود ہے۔

اب یا تو اہل مصر کی حق پوشی اور ذہبی کی دیانت پر حرف آتا ہے۔ یا علامہ متقی کی دیانت پر شک ہوتا ہے۔ جنہوں نے اس کو حلیۃ الاولیاء سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں فقرے جدید شائع شدہ کتاب میں موجود نہیں ہیں۔ اب جن پر زد پڑتی ہے وہ دونوں آپ کے مسلمہ محدث ہیں لیکن پلہ صاحب کنز العمال کا بھاری ہے۔ اس لیے کہ دیگر کتب بھی اس کی مؤید ہیں۔ اب اس حدیث معتبر و مسلم میں لفظ ہے خائف مغمور۔

مغمور کی شرح او معانی کے لیے دیکھیے منجد یہ تالیف اُن عیسائیوں نے کی ہے جن کی مادری زبان عربی ہے اور یہ کتاب اس قدر مقبول ہے کہ ادب عربی جاننے والوں کا کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہیں۔ منجد میں مغمور کی شرح یہ ہے کہ مغمور اس غائب ذات کو کہتے ہیں کہ جن کا ذکر پوشیدہ کیا گیا ہو۔ اور وہ فقہورا ور دبا ہوا ہو۔ نیز جب کسی کو پانی چھپا لے اور پانی سر سے بلند ہو کر اس کو پوشیدہ کرلے تو اس کو مغمور کہیں گے۔

حدیث میں دو فقرے ہیں اما ظاہر مشہور اما خائف مغمور۔ یا تو وہ حجت خدا اس قدر ظاہر ہو گا کہ حد شہرت تک پہنچا ہوا ہو گا۔ چنانچہ گیارہ آئمہ اہل بیت اس قدر مشہور تھے کہ خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس تک ان سے واقف تھے اور اپنی مشکلات میں اُن سے مدد لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ امام محمد باقرؑ سے عبدالملک ابن مروان نے سکہ بنانے میں مدد لی۔ (حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد اول ص۱۳۶) اور امام حسن عسکریؑ سے معتمد خلیفہ عباسی نے نصاریٰ کے مقابلہ میں اور کے امت عبدک اپنے دادا کی امت کو بچاؤ کہہ کر مدد لی (صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص۱۲۳) طبع مصر)

اس قسم کے بکثرت واقعات آپ کو تاریخ دسیر میں ملیں گے۔ مگر ان سب آئمہ اہل بیت کو اپنے حکومت و خلافت بچانے کے لیے زہر دے گئے۔ اور جب قتل و زہر

سے گیارہ کے بعد نوبت اس بارہویں امام اہل بیت تک پہنچی تو پھر حدیث کے دوسرے فقرہ کا مصداق اس بارہویں کو بنا دیا۔ اما خائف مغموس یا تو وہ بوجہ خوف پوشیدہ رہے گا۔ اگر یہ بھی قتل کر دیے جاتے تو زمین حجتہ خدا سے خالی رہ جاتی۔ اس لیے ان کو مثل خضر و الیاس غائب کر دیا۔ تاکہ زمین حجتہ خدا سے خالی نہ رہے۔ یہ کیوں خائف تھے۔ خائف اس لیے تھے کہ آپ کی تلاش میں معتضد عباسی نے دائیوں کو مقرر کر دیا تھا اور حکم دیدیا تھا کہ بنی ہاشم کے ہر گھر میں جب چاہیں بے اجازت چلی جائیں اور حاملہ عورت کی نگرانی کریں (منتخب الاثر) لیکن قدرت نے اس مولود کو مثل حضرت موسیٰ محفوظ رکھا اسی امام کے لیے حدیث میں آیا ہے خائف مغموس۔ جو دشمنوں کے خوف سے چھپا رہے گا۔ اور مشیت خدا اس کو خاص وقت میں نمایاں کرے گی

یہاں یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ اور آئمہ کو کیوں نہیں چھپایا اور دشمنوں نے ان کی تلاش زمانہ حمل میں کیوں نہیں کی۔ تو یہ بھی حدیث نبوی پر روشنی ڈال رہا ہے کہ مہدی تلوار لے کر آئے گا اور سب کو مغلوب کر کے ایک دین پھیلا دے گا۔ مصنوعی خلفاء کا اس حدیث پر یقین تھا زمانہ کی خبر نہ تھی اس لیے ان کو خدشہ تھا کہ آخری مہدی کے ہاتھوں ان کی حکومت تباہ نہ ہو جائے۔ اور آئمہ کے متعلق اُن کو خدشہ نہ تھا۔ اس لیے کہ وہ تلوار کے ساتھ مامور نہ تھے اور آخری تلوار لے کر آنے والا تھا یہی ہے وہ نفوس قدسیہ اور جگر گوشہ رسول تھے جن کو خود ساختہ خلفاء بنی امیہ و بنی عباس نے مٹانے کی سعی کی اور اہل دنیا شاہوں سے زر و مال لے کر اُن کے خلاف ہو گئے۔

اتنی مخالفتوں میں اس روایت کا باقی رہنا۔ خدا کے اُس اعلان کی صداقت کو بتلاتا ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ (صف ۶۱) وہ خدا کے نور کو اپنی .. افواہ سے یعنی (روایتیں بنا کر یا صحیح روایات گھٹا کر۔ یا اُن کا ذکر نہ کر کے) سے بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا۔ یہاں نور

خدا سے اس کی ذات مراد نہیں وہ ہر دم کامل ہے۔ یہ اُن نفسوں کا ذکر ہے جو نور خدا کے مظہر تھے۔ خدا اُن کے کمالات یا تعداد کو پورا کرنے والا تھا اور وہ اُس کی قدرت سے پورے ہونے والے تھے۔ ورنہ خدا اپنے ذات کو اپنے ہاتھ سے پورا نہیں کرتا۔

۱۔ خدا کی جانب سے اس زمین پر ہمیشہ ایک حجتہ خدا باقی رہے گی۔ جو آج بھی شیعوں کے اصول پر موجود ہے۔

۲۔ اُن کا تعلق فرش حکومت سے نہیں، بلکہ عرش خدا سے رہے گا۔ جو سب سے بلند منزل ہے۔

۳۔ یہ سب اللہ کے خلفاء اور اس کے مقرر کردہ ہوں گے۔ اُن کا خود ساختہ اجماع سے تقرر ہوگا۔ جس کا پہلے اجماع ناقص کے بعد کہیں نشان نہیں ملتا۔

۴۔ یہ سب خدا کے دین کے داعی۔ زمین پر اس کی حجتہ تعداد میں کم مرتبہ میں زیادہ ہوں گے۔ مرتبہ میں پست اور تعداد میں زیادہ نہ ہوں گے۔ دین کے داعی اور اس کے محافظ ہوں گے۔ اور وہ اسلام جو ۷۳ ٹکڑوں پر تقسیم ہوگیا ہے اُس کے صحیح رُخ کو اہل انصاف کے سامنے پیش کریں گے یہ اور بات ہے کہ حضرت نوح کی طرح وَمَآ اٰمَنَ مَعَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ (ہود ﷺ) صرف تھوڑے اُن پر ایمان لائے اسی طرح آج تک اہل ایمان کی قلت ہے۔ اور وہ اس قدر تھوڑے ہیں کہ ۷۳ میں ایک ہیں۔ مگر اپنے ائمہ اہل بیت کے طفیل ہیں۔ راہ مستقیم پر قائم ہیں۔ فقرہ حدیث تحریر کردہ علامہ ذہبی۔

۵ بہت بہت اشتیاق ہے اُن کے دیکھنے کا۔ معلوم ہوا کہ امیر المومنینؑ جن خلفاء کو دیکھ چکے تھے۔ وہ حضرت کے نزدیک خدا کی حجتوں کے معیار پر پورے نہیں اترر ہے تھے نہ امیر المومنینؑ اُن کو حجتہ خدا اور محافظ دین خدا مانتے

تھے۔ البتہ ان کو اپنے ملک کا محافظ سمجھ لیجیے۔ تمنا اس کی اور شوق اس کی رویت کا کیا جاتا ہے جن کو نہیں دیکھا ہے۔

اس مسلمہ روایت کی بنا پر جس کو علامہ ذھبی کے علاوہ (حلیۃ الاولیا جلد اوّل صفہ) نے روایت کیا ہے۔ اتنا تو ضرور ثابت ہو گیا کہ ہر زمانہ میں ایک حجتہ کا رہنا ضروری ہے نہ کہ بہت سے حجتوں کا یا اجماع امت کا وجود لازمی ہے۔

حدیث دوئم مؤید

اب ہم اس کی تائید میں ایک اور حدیث بھی پیش کرتے ہیں جو اس کو واضح کر دے گی کہ حجتہ کون ہو سکتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (من سرّہٗ ان یحییٰ حیاتی ویموت مماتی ویسکن جنۃ عدن غرسہا ربی فلیوال علیاً من بعدی ولیوال ولیہٗ ولیقتد بالائمۃ من بعدی فانہم عترتی خلقوا من طینتی رزقوا فہماً وعلماً وویل للمکذبین بفضلہم من امّتی للقاطعین فیہم صلتی لا انالہم اللہ شفاعتی

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس بات سے خوش ہو کہ زندگی پر اور میری موت پر (پیروی کرکے) زندہ رہے اور اس جنت عدن میں رہے جس کو قدرت نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ تو وہ میرے بعد علیؑ کو حاکم بنائے اور پھر وہ جس کو ولی بنائے اس کو حاکم مانے اور ان آئمہ کی پیروی کرے جو میرے بعد آئیں گے اور میری اولاد سے ہوں گے اور میری مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں ان کو علم اور عقل سے آراستہ کیا گیا ہے۔ میری

امت میں اُس پر تباہی آجائے جو ان کے فضل کو جھٹلائے اور میرے رشتہ کو ان سے قطع کرے۔ خدا اس کو میری شفاعت نصیب نہ کرے

(حلیۃ الاولیاء ابی نعیم الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ طبع مصر صفحہ ۸۶ جلد اوّل)

اس روایت میں ہم نے فلیوال علیا من بعدی کا ترجمہ۔ میرے بعد حاکم بنائے کیا ہے۔ اہل بیت کا حق چھپانے والے علماء نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ میرے بعد علیؑ سے محبت رکھے۔ مگر اس ترجمہ اور مطلب پر عقل مضحکہ کرتی ہے اور بعدی و میرے بعد) کا لفظ ان کی ساری بنی ہوئی عمارتوں کو گرا دیتا ہے۔ جس کو اللہ نے ذرا سی عقل اور انصاف دیا ہے کیا اس مطلب کو صحیح سمجھے گا کہ میرے بعد علیؑ کو دوست بنائے میری زندگی میں نہیں اس لیے اس جگہ میرے بعد کی قید حد درجہ مہمل اور کلام رسول کو بھی معاذ اللہ مہمل بنانے والی ہے۔ اس لیے اس روایت میں لفظ بعدی آنے کے بعد اس کے معنی سوائے حاکم اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ یا پیروی کے معنی ہو سکتے ہیں کہ میرے بعد علیؑ اور آئمہ کی جو میری اولاد اور اصل اور نسل سے ہوں گے پیروی کرے۔ تو اس میں نہ صحابہ کی پیروی کا حکم ہے نہ خلفاء کی پیروی کا۔ اس لیے کہ وہ نبی کی اصل اور اولاد سے نہ تھے اس قید کے بعد بنی امیہ بنی عباس سب کی امامتیں ایک ہی ریلے میں بہہ جاتی ہیں۔ ان کی امامتوں کے متعلق ایک اور روایت بھی حاضر ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یکون بعدی ائمۃ لا یھدون بھدای ولا یستنون سنتی (مسلم حصہ سوئم صفحہ ۲ باب الامر بلزوم الجماعۃ) ترجمہ میرے بعد ایسے امام بھی ہوں گے جو میرے طریقہ و سنت پر نہیں چلیں گے۔ یہاں آنحضرتؐ نے اولاد و اصل و نسل کی قید نہیں لگائی معلوم ہوا کہ یہ گمراہ آئمہ ان کی اولاد سے نہ ہوں گے بلکہ ان کی اولاد کے دشمن ہوں گے۔ اور اس حدیث میں اس پر ہے و سیقوم فیھم رجال، قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان

رانیں،، (مسلم جلد سوم ص۱۲۲ ان میں ایسے آدمی بھی ابھریں گے کہ جن کے بشری سینوں میں شیطانوں کے دل ہوں گے۔ بظاہر یہ اُن آئمہ کے حمایتی اور مددگار ہوں گے۔ اب انصاف و تدبّر آپ کے ہاتھ ہے۔

نبی کے بعد یہ دو سلسلے ہیں ان میں سے جس پر چاہیے ایمان لے آئے۔ اس لیے دونوں میں بعد نبی کی قید ہے۔

حصول المامول من علم الاصول ۔ مولفہ نواب صدیق حسن مطبوعہ مصر ص۱۵۱ مطبوعہ ۱۳۳۸ھ کتب خانہ کراچی یونیورسٹی و $\frac{۲۹۷/۱۴۱}{ح ص و ی}$

قال الزبیری لن تخلو	زبیری کہتا ہے کہ زمین خدا کی مقرر
الارض من قائم للّٰہ بالحجۃ	کردہ حجتہ سے ہر زمانہ اور ہر وقت
فی کل وقت ودھر وزمان،	خالی نہیں رہتی۔ یہ بہت میں سے
وذالک قلیل فی کثیر	تھوڑا ہے۔ (اور روایات
قال ابن دقیق العید ھذا	بھی ہیں) ابن دقیق کہتا ہے کہ
ھو المختار عندنا	یہی ہمارے نزدیک بھی پسندیدہ
(حصول المامول ص۱۵۱)	ہے۔

نواب صدیق حسن خان جو مشہور علمائے اہل سنت سے ہیں اپنی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ زبیری کہتا ہے کہ کوئی وقت کوئی گھڑی کوئی زمانہ زمین پر ایسا خالی نہیں رہتا کہ جس میں اللہ کے جانب سے ایک حجتہ خدا موجود نہ رہتی ہو۔ اور یہ بہت میں تھوڑا ہے ابن دقیق العید لکھتا ہے کہ یہی مذہب پسندیدہ ہے۔ اس علامہ اسلام کے جانب سے ایک اور سند مل گئی کہ ہر زمانہ میں ایک حجتہ خدا کا رہنا ضروری ہے۔ نیز

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ہفتم ص۱۵۲ طبع مصر) میں علامہ عینی لکھتے ہیں۔
" کہ حضرت عیسیٰ کی اس امت کے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں جو آخر زمانہ اور

قرب قیامت میں ہوگا۔ اس صحیح ترین قول کی دلیل ہے کہ ان الارض لا تخلو من قائم للہ بحجتہ۔ زمین خدا کے قائم کردہ حجتہ سے کبھی خالی نہیں رہتی"

اسی قول کو بعینہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ششم صہ ۳۸۵ طبع مصر میں لکھتے ہیں یہ دونوں تائیدیں ہمارے مقصد کے لیے کافی ہیں۔ اسی نیا پردہ زمانہ جو حضرت عیسیٰ اور آنحضرت کے درمیان تھا حجتہ خدا سے جو اولیائے حضرت عیسیٰ میں سے تھے خالی نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی آخری وصی تھے۔ اس سے ان کو شامل اہل بیت کر لیا تھا۔ اہل انصاف غور فرمائیں۔ اس سے پہلے ہم صہ ۱ پہ علامہ وحید الزمان کا قول لکھ چکے ہیں جس سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ جب تک آسمان اور اس کے بروج قائم ہیں آئمہ کا وجود ضروری ہے۔ زمانہ آسمان کے برجوں سے کسی وقت خالی نہیں تو امام سے بھی زمانہ خالی نہیں رہے گا۔

۲۔ امامت کا حصر کر دیا کہ اول علیؑ ہیں اور آخری مہدیؑ ہیں۔ تو لا محالہ دس امام ان کے درمیان ہوں گے۔ اور دس کا سلسلہ وہ ہونا ضروری ہے جو علیؑ کو مہدیؑ سے ملا رہا ہے۔ وہ سوائے شیعوں کے بارہ اماموں کے دوسرا نہیں ہے جیسا کہ خود علامہ وحید الزمان نے کتاب (ہدیۃ المہدی صہ ۱۱۹ میں آئمہ اثنا عشر کے وہی نام تحریر گئے ہیں جو شیعہ تحریر کرتے ہیں جب قیامت تک صرف اس بارہ میں تعداد محدود ہے اور وہ بارہ وہی ہیں جن کو شیعہ مانتے ہیں۔ جن میں سے گیارہ گذر چکے ہیں تو یہ صاف بتلاتا ہے کہ بارہواں اس زمانہ میں زندہ اور قائم ہے

۳۔ ان بارہ میں بنی امیہ اور بنی عباس شامل نہیں ہیں۔ بلکہ صرف اولاد رسول ہے۔

۴۔ مولوی وحید الزمان صاحب امام اہل حدیث نے یہ بھی بتلا دیا کہ امامت سے مراد دینی پیشوائی ہے۔ محض انتظام سلطنت کا نام امامت نہیں ہے۔ وہ تو کفار اور مشرکین کو بھی حاصل ہے بلکہ اس زمانہ میں تو وہ مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ ملک

اور انتظام سلطنت رکھتے ہیں۔

عام اہل اسلام جو تعریف امام کرتے ہیں۔ اس کی بنا پر کفار و مشرکین امام زمانہ اور اولوالامر بن جاتے ہیں۔ اس لیے اُن کو امام غائب ماننے کی ضرورت نہیں۔ ہر زمانہ کے منتظمین سلطنت خواہ وہ کافر ہوں اولوالامر و امام ہیں۔ لیکن مذہب اہل بیت میں ہر زمانہ میں امام کی معرفت اور اُن کا ماننا ضروری ہے۔ اور ان کا نہ جاننا کفر ہے۔ اور جہالت کفر کی موت ہے۔ اسی عقیدہ کو اہل سنت لکھتے تو ہیں۔ مگر مانتے نہیں۔ ملاحظہ کے لیے دو روایات کتب اہل سُنّۃ کافی ہیں۔

۱۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ۔

جو شخص مر جائے اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے وہ کفر کی موت مرے گا۔

(۱) منصب امامت۔ مصنفہ شاہ اسماعیل شہید۔ عالم اہل حدیث ص۔

(۲) شرح عقائد نسفی۔ مطبوعہ نولکشور ص۱۰۹۔

(۳) جمع بین الصحیحین للحمیدی۔ فی ذکر الامارۃ۔

(۴) تفتازانی شرح مقاصد جلد دوم ص۲۲۵۔

(۵) اکلیل الکرامتہ فی مقصد الامامہ نواب صدیق حسن خان ص۔

۲۔ من مات بغیر امام مات میتۃ الجاھلیۃ۔

جو بغیر امام مر جائے گا وہ کفر کی موت مریگا۔ (جمع الفوائد ابن اثیر جزری متوفی سنہ ۶۰۶ھ جلد اوّل طبع میرٹھ ص۳۲۵)

وقال احمد فی روایۃ اسحاق بن	احمد نے روایت اسحاق بن منصور
منصور وقد سئل عن حدیث	میں لکھا ہے کہ اس سے پوچھا گیا نبی
النبیؐ۔ من مات ولیس لہ	کی اس حدیث کے متعلق۔ کہ جو بغیر
امام مات میتۃ الجاھلیۃ	امام کے مر جائے وہ کفر کی موت مریگا

ما معناه فقال ما تدری	روایت کا کیا مطلب ہے کہا تو نہیں
ما الامام الذی اجمع علیه	جانتا کہ امام کیا ہے جس پر سارے
المسلمون کلهم یقولون هذا	مسلمان اجماع کرلیں اور کہیں کہ یہ امام
امام فهذا معناه ۔	ہے۔

یہ ہے اس حدیث کا مطلب ہے۔

(منہاج السنت ابن تیمیہ۔ طبع مصر جلد اول صد ۱۴۲)

ابن تیمیہ جیسے متعصب اور دشمن اہلبیت کی تحریر نے یہ تو بتلا دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے دوسرے یہ بھی بتلا دیا کہ اس سے مراد قرآن نہیں ہے۔ بلکہ وہ امام مراد ہے جس پر ساری امت اجماع کرے۔ خلافت خلفاء راشدین پر بھی سب نے اجماع کر کے یہ نہیں بتلایا تھا کہ یہ امام ہیں۔

۳۔ اور جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت نہ ہو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (ترجمہ مشکوٰۃ۔ حدیث ۳۴۸۸۔ جلد دوم صد ۶ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

اس حدیث کا مقصد بھی تقریباً وہی ہے جو احادیث بالا میں ہے یہی حدیث مسند احمد ابن حنبل جلد چہارم صد ۹۶ (حافظ ہیثمی مجمع الزوائد جلد پنجم صد ۲۱۸ اور مسند ابو داؤد صد ۲۵۹) میں بھی موجود ہے۔

۴۔ من مات ولا امام له مات میتة الجاهلیة ۔ جو شخص مر جائے اور اس کا امام نہ ہو وہ جہالت کی موت مر گیا۔

(ابو جعفر اسکافی خلاصہ کتاب نقض العثمانیہ۔ للجاحظ صد ۲۹ طبع مصر)

(ہیثمی۔ مجمع الزوائد جلد پنجم صد ۲۲۵۔

(یہ حوالہ جات بشکریہ علامۃ المجاہد الامینی درج ہیں) جلد دہم الغدیر ۱/۵۹

ان تمام احادیث کا مطلب تقریبًا ایک ہے۔ جس کو الفاظ مختلف سے حضرت نے ذہن نشین فرمایا ہے۔ یہ محال عقلی اور خلاف شان تبلیغ و منصب نبوت ہے کہ اتنی تاکید شدید کے بعد کہ جس نے نہیں پہچانا وہ کافر مر گیا۔ یہ نہ بتلائیں کہ امام کون ہوں گے۔ اور نہ امت بھی دریافت کرے کہ ان کے نام یا صفات تو بتلا دیجیے۔ حالانکہ امت کے جو سمجھ میں نہ آئے وہ پوچھ لیا کرتی تھی۔ آیۃ مودت میں تفاسیر دیکھ لیجیے کہ نزول آیۃ قرآن کے بعد یہ دریافت کر لیا کہ جن کی محبت واجب ہے وہ کون ہیں اور نبی نے نام بتلا دیئے۔ آیۃ صلوٰۃ میں دریافت کر لیا کہ کیسے درود بھیجیں۔ آپ نے طریقہ بتلا دیا اور یہاں ایسی سخت سزا سن کر کہ وہ کافر مرے گا۔ نہ امت دریافت کرتی ہے نہ نبی بتلاتے ہیں کہ امام زمانہ کی شناخت یہ ہوگی اور فقط حدیث سنا کر امت کو گمراہ و حیران چھوڑ جاتے ہیں۔ اور امت کو اختیار دے جاتے ہیں کہ تمہارے سمجھ میں آجائے، یا حسب مزاج اور موافق مطلب ہو۔ یا جس کو خود منتخب کر لیا ہے اسی کو امام مان کر کفر سے بچ جانا۔ ان ہی سفروضات کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت کے ۷۲ ٹکڑے بن گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا امام ایک، دوسرے سے جدا جدا بنا لیا۔ اور ہر فرقے نے امام کے اوصاف گھڑ لیے کہ جس کو نہ قرآن نے بیان کیا تھا نہ حدیث نے تو ہر شخص آزاد تھا جس کو دل چاہا مان لیا نہ نبی کو حق اعتراض ہے۔ نہ خدا کو کلھا فی النار۔ والی حدیث بتلاتی ہے کہ سب خود ساختہ امام کے ماننے والے ہوں گے۔ الا واحدۃ بتلاتا ہے کہ ایک گروہ خدا کے مقرر کردہ اور نبی کے بتلائے ہوئے نفوس کو مانے گا۔ اور امت میں وہ گروہ صرف شیعہ ہیں۔

جب قرآن پاک میں صاف تحریر ہے کہ جعلنا ھم آئمۃ یدعون الی النار (قصص ۲۸) ہم نے اُن کو اُن کی حرکت کی وجہ سے امام نار قرار دیا جو آگ (جہنم) کی طرف بلاتے ہیں۔ ان ہی آئمہ نار کے متعلق قرآن کا صاف حکم ہے۔ فقاتلوا ائمۃ الکفر۔

(توبہ ۹/۱۲) ان اماماِن کفر سے جنگ کرو۔ تو آنحضرت توان کا بتلانا ضروری تھا۔

اسی طرح قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ جعلناهم آئمة يهدون بامرنا۔ ہم نے ان کو امام بنایا ہے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔ تو آنحضرت پر فرض تھا کہ وہ ان آئمہ کے نام بتلادیں۔ جن پر مدار ہدایت تھا۔ آنحضرت نے بتلادیا۔ کہ پہلے امام علی ابن ابی طالب ہیں اور آنحضرت نے گمراہوں سے جنگ فرماکر تعمیل حکم خدا بھی فرمادی۔ اب حضرت علی ابن ابی طالب امام تھے یا نہیں تو اس کے متعلق امام احمد ابن حنبل مشہور قول لکھتے ہیں "جو علی کی امامت کو ثابت نہیں مانتا وہ گھریلو گدھے سے زیادہ گمراہ ہے" (مناقب احمد ابن حنبل۔ مولفہ ابن جوزی طبع مصر صـ۱۶۳) اس قول کی بنا پر جو علی کو امام نہیں مانتا وہ گدھے سے بدتر ہے۔ اب آپ امام تھے اور اپنے بعد جس کو امام فرمادیا تھا وہ امام تھے۔ جن کا آخری حضرت حجتہ ہیں اور چونکہ زمین حجتہ خدا سے خالی نہیں رہتی۔ اس کے بعد آج بھی حجتہ خدا اور امام ہدایت کے لیے دنیا میں موجود ہے جو منصب ہدایتہ روحانیہ پر فائز ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو خدا پر گنہگاروں کی یہ حجتہ قائم ہو جائے گی کہ دنیا میں شیطان تو بہکانے والا موجود تھا اور ہادی کوئی نہ تھا۔ اس لیے ہم بگڑ گئے۔ الحمد اللہ کہ ہماری ہر حدیث اور عقیدہ قرآن کے ساتھ ہے وہ فرماتا ہے

قل فلله الحجة البالغة فلو شاء لهدٰكم اجمعين۔ (انعام ۶/۱۸)

خدا کے لیے پوری حجتہ و دلیل موجود ہے اگر وہ چاہتا تو ہم سب کو راہ راست پر لگادیتا مگر یہ زبردستی کا ایمان ہوتا۔ اس لیے اس نے رسولوں اور آئمہ کو اپنی طرف سے حجتہ بناکر بھیج دیا۔

رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزاً حكيما (نساء ۴/۲۳)۔

بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیج دیئے تاکہ اللہ کے خلاف کوئی

حجت نہ لا سکے۔ اس لیے کہ رسولوں کے آنے کے بعد کوئی حجت اور عذر باقی نہیں رہتا۔ ان آئمہ اہل بیت کی سیرت ان کے دلائل اور معجزات سب حجت تھے اور ان کی ہستیاں مجسم حجت تھیں۔ آیۃ مباہلہ میں خدا نے صاف حکم دیا ہے۔ فمن حاجّك فيه من بعد ما جاءك من العلم (آل عمران پ۳) اسے نبی علم اور آیات قرانی کے بعد بھی اگر یہ لوگ حجتیں کرتے رہیں تو مباہلہ کے لیے پنجتن سامنے آجائیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حجت خدا تھے تب تو بعد قرآن ان کو حجت بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کی تائید یہ روایۃ اہل سنت بھی کرتی ہے۔

خطیب عن انس انا و ھذا حجتہ علی امتی یوم القیامہ یعنی علیاً	میں اور علی حجت ہیں میری امت پر قیامت کے دن۔ (کنز العمال برحاشیہ مسند طبع مصر جلد پنجم ص۳۳)

اس روایۃ کی بنا پر یہ دو ہستیاں حجت تھیں اب بارہ میں سے ایک علی مل گئے تو بارہ کا پہلا سرا مل گیا۔ اب جس کو یہ حجت بتلا دیں، وہی حجت ہوگا۔ وہ صاف بتلا چکے ہیں۔ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی الحجۃ قبل الخلق و مع الخلق و بعد الخلق خدا کی حجت مخلوق سے پہلے اور اس کے بعد اور اس کے ساتھ تک رہتی ہے۔ اسی لیے آدمؑ کو پیدا کرتے ہی خلیفہ بنا دیا۔ خلیفہ بنا کر زمین پر اتارا تاکہ زمین حجت خدا سے خالی نہ رہے پھر برابر انبیاء کا سلسلہ رہا۔ نبوت ختم ہونے پر حجت کا سلسلہ امامت سے چلا۔ آخر زمانہ میں جب یہ حجت بالغہ آئے گی تو قاف سے تا قاف ایک دین ہو جائے گا۔ تادیب و تعلیم ختم ہو کر سزا کا زمانہ آجائے گا کفر و شرک نابود کر دیا جائے گا۔ آیۃ سابقہ کی طرح کئی جگہ قرآن ہر وقت امام زمانہ کے وجود کو ثابت کرتا ہے۔

ہر زمانہ میں اولوالامر کا وجود لازمی ہے

۲۔ یاایھا الذین آمنوا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و

اولی الامر منکم (نساء ۵) اس آیتہ کی توضیح میں بھی ہم کچھ عرض کریں گے۔ لیکن پہلے علامہ فخر الدین رازی کی بھی سن لیجیے۔ کس طرح اول اول کلمہ حق کہا پھر ایک دم فانقلبوا علی اعقابھم کی بنا پر اپنے پچھلے پاوں لوٹ گئے (قول امام رازی ذیل آیتہ) حضرت علی فرماتے ہیں کہ امام پر حق ہے کہ جو خدا نے نازل فرمایا ہے۔ اس کی بنا پر حکم دے اور رعیت پر حق ہے کہ اس کی رعایت کرے" معلوم ہوا کہ نگاہ امام عالیمقام میں اولوالامر بمعنی امام ہے۔

اولوالامر کے معنوں میں مفسرین ورواۃ نے بے حد ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ جس زمانہ میں جس نے گردن دبائی اسی کے موافق معنی لکھ دیئے اور روایتہ بھی حاضر کردی۔ جس طرح بادشاہ امراء۔ سرداران لشکر علماء۔ اہل حل وعقد وغیرہ وغیرہ باختلاف روایات اولوالامر ہیں۔ مگر وہ سب راوی صرف صحابی ہیں۔ اس لیے حضرت علی ابن ابی طالبؑ جو صحابی ذوی القربیٰ وخلیفہ برحق ہیں جو معنی وہ بیان فرمائیں وہی صحیح ہوں گے۔ آنحضرت نے اولوالامر کے معنی امام کے فرمائے ہیں اور ذکر اولی الامر میں فخر رازی نے اس قول کو تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں "اللہ نے اطاعت اولوالامر کا حکم لازمی طور سے دیا ہے اور جس کی اطاعت کا حکم یقیناً اور لازمی دیا جائے اُس کا معصوم ہونا واجب ہے۔ اس لیے اس آیتہ میں جس کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ معصوم ہیں اور ان کی معرفت لازم ہے۔

رافضیوں سے منقول ہے کہ مراد اولوالامر سے آئمہ معصومینؑ ہیں اس کے بعد شیعوں کی رد میں فرماتے ہیں (۱) کہ اس زمانہ میں ہم امام معصوم کی معرفت سے عاجز ہیں (۲) نہ ان تک رسائی ہے نہ ان سے استفادہ کر سکتے ہیں (۳) اولوالامر جمع ہے۔ اس لیئے اولوالامر ایک زمانہ میں متعدد ہونے چاہئیں (۴) اطاعت رسول اور اولی الامر کو ایک جگہ کر کے بتلا دیا ہے کہ ہر بات میں ان کی اطاعت کی جاوے کوئی

شرط نہیں اگر ہم امام کو مانیں تو اس کی معرفت، وغیرہ کی شرط لگ جائے گی جو حاصل نہیں نیز آئمہ اہل بیت کا حکم جاری نہیں رہا ہے (اس لیے کہ ان کی حکومت نہیں تھی) ان اعتراضات کے بعد رازی حسب عادت قدیم مراد معصوم سے اجماع امت لیتے ہیں جس پر بھی اجماع اہل حل وعقد ہو جائے۔ بس وہی اولوالامر ہیں (اہل حل وعقد یعنی جن کے متعلق خلافت کی اکھاڑ پچھاڑ ہو) گویا ان کے نزدیک جس کو بھی امت مقرر کر دے وہ اولوالامر اور معصوم فرض کر لیا جائے گا۔ اس کے متعلق ہم آیۂ (۱) میں اپنا نوٹ لے چکے ہیں۔ اس لیے اجماع یا فیصلہ اہل حل وعقد سے کوئی معصوم نہیں بنتا نہ وہ سب مل کر معصوم بن سکتے ہیں نہ ان فیصلے سے کوئی معصوم ہو سکتا ہے اس آیتہ میں غور طلب چیز تو یہ ہے کہ اولوالامر کے معنی ہیں امر والے۔ اور خداوند کریم نے امر کا سلسلہ تا قیامت رکھا ہے۔ تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر (قدر ۷ - ۱) تنزل استمرار اور ہمیشگی کو بتلاتا ہے یعنی "فرشتے برابر نازل ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ہر امر کو لے کر" تو جن پر فرشتے امر لے کر نازل ہوتے ہیں۔ وہی اولوالامر ہوں گے۔ امت میں جن کو بھی مسلمان اولوالامر بتلاتے ہیں ایک کا بھی یہ دعویٰ نہیں۔ نہ ان کے متعلق کوئی روایت ہے کہ فرشتے ان کے پاس آتے رہے ہیں۔ البتہ اہل بیت کے متعلق روایات موجود ہیں کہ وہ فرشتوں کی فرودگاہ تھے اور فرشتے ان کے پاس آتے تھے تو ہر زمانہ میں ایک ایسے صاحب کا ہونا لازم ہے جس کے پاس فرشتے آتے رہیں اور وہ مورد ملائکہ ہوں۔ علامہ رازی کو شاید اسی مجبوری کی وجہ سے سورہ قدر میں لکھنا پڑا "حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ وہ ہم پر نازل ہوتے ہیں تاکہ ہم کو سلام کریں" (تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۹۲۳) اب سلام تو کریں ان پر اور امر دوسروں کے پاس پہنچائیں۔ یہ ناممکن ہے۔ جہاں امر بھی کو سلام کہتے ہیں انہی کو پہنچاتے ہیں۔

امر کی توضیح

اب آپ امر کے معنی میں اور غور کریجیے قرآن پاک میں خود اپنے ذات کے لیے فرمایا ہے یدبر الامر (یونس ۳) وہ امر کی تدبیر فرماتا ہے پھر فرماتا ہے۔ والمدبرات امرا (ونازعات ۵) قسم ہے ان کی جو عالم امر کی تدبیر کرنے والے اور مدبر ہیں۔ تیسری جگہ فرماتا۔ والمقسمات امرا (ذاریات ۴) ان کی قسم جو امر تقسیم کرنے والے ہیں۔ چوتھی جگہ فرماتا ہے عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون (انبیاء ۲۷) وہ معزز بندے ہیں اور بغیر اس کے امر کے عمل نہیں کرتے۔

(اسی نے بتلا دیا کہ وہ معصوم ہیں) ان آیات میں صرف فرشتے مراد نہیں۔ بلکہ عام بندے مذکور ہیں اور آیت ملک اور غیر ملک کو شامل ہے۔ اب ان آیات کی روشنی میں اولوالامر وہ ہوں گے جن کے پاس فرشتے امر لے کر آتے ہیں۔ وہ معصوم ہوں گے جو صرف خدا کے امر ملنے پر عمل کرتے ہیں۔ وہ بحکم خدا تدبیر عالم اور تدبیر دین دونوں کرتے ہیں وہ ہے اولوالامر وہ لوگ مراد نہیں رجن کے ہاتھ میں تلوار کی حکومت اور دولت ہے ورنہ کفار بھی اس میں شریک ہو جائیں گے۔ نیز تنزل صیغہ مضارع ہے جو استمرار کو بتلاتا ہے۔ یعنی ہمیشہ اور برابر فرشتے ہر امر کو لے کر آتے رہیں گے۔ تو ہر زمانہ میں ایک اولوالامر رہے گا۔ آیتہ اولوالامر میں سب سے زیادہ امام رازی نے اس پر زور دیا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت کا حکم ہے اور وہ ہیں جمع تو ایک وقت میں ان سب کا ہونا لازم ہے تاکہ لوگ ان سب کی اطاعت کریں۔ اور ایک وقت میں چند جمع ہو جائیں یہ صرف اجماع میں ہی ہو سکتا ہے اس لیے کہ امام ایک مرتبہ نہیں آئے وہ یکے بعد دیگرے آتے رہے ہیں۔ اس لیے وہ مراد نہیں ہو سکتے۔

لیکن صیغہ جمع سے سب کا ایک ساتھ ہونا لازم ہے تو کتب علیکم

الصیام - میں صیام بھی جمع ہے اس لیے ایک ہی دن میں سارے روزے پورے کرنے لازم ہیں - انا انزلنا القران یا انزلنا الکتاب تو قرآن اور کتاب ان سب کو ایک ہی مرتبہ آنا چاہیے - حالانکہ قرآن یا کتاب رفتہ رفتہ نازل ہوئی ہیں قرآن میں صاف موجود ہے جعل فیکم انبیاء - تم میں انبیاء قرار دئے - تو یہ بھی صیغہ جمع ہے اس لیے سب کو ایک ساتھ آنا چاہیے حالانکہ وہ یکے بعد دیگرے آئے

اس لفظی دھوکہ پر رازی صاحب ضرور مستحق مبارک باد ہیں ورنہ اس غریب کا اجماع اور ان کے اولوالامر سب بیکار ہو جائیں گے - قرآن پاک میں متعدد جگہ ہے - ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک (رعد پ۱۳) ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے تو بنا بر دلیل رازی کبھی ایک رسول نہ ہونا چاہیے - بلکہ ایک زمانہ میں چند ہونے لازم ہیں

اس آیت گرامی میں دو جگہ لفظ اطیعو آیا ہے : اطیعو اللہ - پھر - اطیعو الرسول یہ دو جگہ لفظ اطیعو اس لئے آیا ہے کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں فرق ہے - لیکن رسول کے بعد پھر سہ بارہ لفظ اطیعو نہیں آیا ہے - جس نے صاف بتلا دیا کہ اولوالامر کی اطاعت بعینہ رسول کی اطاعت ہے - اور جب حکم عام ہے کہ ہر زمانہ میں اور ہر شی اور بات میں اطاعت واجب ہے تو اولوالامر مثل رسول معصوم ہوں گے - اور وہ سوائے آئمہ اہل بیت دوسرے نہیں ہو سکتے - آیۃ تطہیر گواہ عصمت ہے، امام رازی کا یہ کہنا کہ ہم امام معصوم کی معرفت سے عاجز ہیں خصوصاً جبکہ وہ غائب ہوں تو پھر آپ یہ کیوں نہیں کہہ دیتے ہم خدا کی معرفت سے عاجز ہیں نہ وہ سامنے ہے نہ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں - لہذا خدا سے مراد وہ دیوتا ہے جو سامنے حاضر ہے یا وہ ہیں جو ہر زمانہ میں خدائی کا دعوی کرتے رہے ہیں - رازی کا یہ اعتراض کہ اہل بیت کا حکم امت پر جاری نہیں رہا - تو ہمیشہ قانون اور احکام الٰہی بتلانے والے اور رہے ہیں اور صاحبان حکومت اور رہے ہیں - اتنے رسول آتے مگر ان کا بھی حکم امت

پر جاری نہیں رہا۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار میں سوائے دو انبیاء کے کسی کو حکومت نہیں ملی اور ہمیشہ وہ انبیاء احکام الٰہی پہنچا کر حکومتوں سے ٹکراتے رہے۔ جس سے شاہان زمانہ ان کے مخالف رہے۔ سب سے بڑی امت حضرت موسیٰ کو ملی تھی۔ مگر ان میں خود موسیٰ کا حکم جاری نہیں رہا۔ کہا کہ میں ہارون کو خلیفہ بنائے جاتا ہوں۔ لیکن حضرت موسیٰ کے جاتے ہی ان کے حکم کی تعمیل کے بجائے گائے کا بچھڑا پوجنے لگے اور اس کو خدا بنا لیا تو یہاں بھی کہہ دیجیے کہ وہ نبی نہیں تھے۔ مگر ان کا اقرار ہے اور آئمہ کو چونکہ حکومت نہیں ملی اس لیے ان کا انکار ہے۔ اس لیے رازی صاحب غیر معصوم کو معصوم بنانے پر آمادہ ہیں۔

بہر حال آیت نے صاف بتلا دیا ہے کہ ہر زمانہ میں امت میں ایک اولی الامر رہنا لازمی ہے اور اس کی اطاعت مثل اطاعت رسول ہے۔ اور وہ صرف معصوم ہو سکتا ہے۔ بنا بر مسلمہ اہل اسلام امت میں کوئی معصوم نہیں۔ اس لیے اس کا کوئی فرد اولوالامر نہیں ہو سکتا اور اہل بیت کی عصمت کی گواہ چونکہ آیۂ تطہیر اور آیۂ مباہلہ ہے اس لیے وہی اولوالامر ہیں اور ان کا ایک فرد اب بھی زمانہ میں موجود ہے۔

رازی کا یہ کہنا کہ ہم اس کی معرفت سے عاجز ہیں اور اس سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے معصوم مراد نہیں۔ تو آج رسول ہمارے سامنے موجود نہیں تو ان کی معرفت آپ نے کیسے حاصل کر لی۔ اسی اصول پر امام کی معرفت ہو سکتی ہے۔

رہا سوال استفادہ کہ ہم کیوں کر فائدہ حاصل کریں تو جس طرح آج ہم روایات کے ذریعہ رسول سے استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح اولوالامر معصومینؑ کے اقوال سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ رہا یہ امر کہ بالخصوص ہم امام غائب سے کیسے فائدہ حاصل کریں تو اس کو ہم عنقریب واضح کریں گے۔ یہاں تو اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ آیۃ میں حکم اطاعت واجب تو ایک معصوم واجب اطاعت کا وجود ہر زمانہ میں

ضروری ہے جو صاحب امر ہو گا اور یہی ہمارا مقصود ہے ۔ یہی آئمہ اہل بیتؑ کی ہدایت ہے اب اس سلسلہ میں تیسری آیۃ پر غور کیجئے ۔

ہر زمانہ میں ایک شہید کا وجود لازمی ہے

(۱) فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھولاء شھیدا (نساء ۴)

ذرا اس وقت کو یاد کرو جب ہم ہر امۃ میں سے ایک شہید لائیں گے اور تم کو ان سب پر شہید بنا کر بلائیں گے ۔

(۲) وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدا (البقرہ ۲)

اسی طرح ہم نے تم کو امۃ وسط بنا دیا تاکہ تم تمام اُمتوں پر شہید بن جاؤ ۔ اور رسول تم پر شہید بن جائیں۔

(۳) یا ایھا الذین آمنوا ۔ ارکعوا ۔ واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ۔ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتباکم ۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین ۔ من قبل وفی ھذا

اے وہ لوگو! جو ایمان لاتے ہو۔ رکوع کرو ۔ سجدہ کرو ۔ اپنے پروردگار کی عبادت کرو نیکی بجا لاؤ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ۔ اور خدا کی راہ میں جو حق جہاد ہے وہ پوری طرح کرو ۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور معاملات دین پر تم پر سختی نہیں کی یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت ہے انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے ۔ پہلے

یکون الرسول شهیدا علیکم و تکونوا شہداء علی الناس

فاقیموا الصلوٰۃ ـ واٰتوا الزکاۃ واعتصموا باللہ ھو مولاکم ـ فنعم المولیٰ و نعم النصیر (حج ۲۲)

ہی سے اور اس قرآن میں ـ تاکہ ہول تم پر شہید ہو جائیں ـ اور تم آدمیوں پر شہید ہو جاؤ ـ

نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو ـ اس کی عنایت سے گناہوں سے محفوظ رہو وہ تمہارا سرپرست ہے اور وہ کس قدر اچھا سرپرست اور مددگار ہے

اہل حق کے لیے یہ تین آیتیں راہ مستقیم دکھلانے کے لیے کافی ہیں

آیتہ (۱) میں بتلایا گیا ہے کہ تمام امتہ شہید نہیں بلکہ ہر امت میں ایک شہید ہوگا اور نبی ان سب شہیدوں پر شہید ہوں گے ـ

آیتہ ۲ میں بتلایا گیا ہے کہ تم کو ہم نے امتہ وسط عادل و واسطہ بین الخلق والخالق بنا دیا ہے کہ تم تمام لوگوں پر شہید بن جاؤ ـ اور رسول تم پر شہید بن جائیں ـ اس آیتہ میں صرف ایک شرط رکھی ہے امتہً وسطاً ـ

آیتہ ۳ میں امت رسول میں جو شہید ہوں گے ان کی صفات بتلائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کے شہید کن اوصاف کاملہ پر فائز ہوں گے ـ وہ صفات حسب ذیل ہیں ـ

(۱) عادل اور راہ مستقیم پر فائز ہوں گے (۲) ایمان پر کامیاب (۳) راکعین رکوع کرنے والے (۴) سجدے کرنے والے (۵) اپنے پروردگار کے عابد (۶) نیکیاں بجا لانے والے (۷) صفات میں کامیاب (۸) حق جہاد ادا کرنے والے (۹) منتخب کردہ خدا (۱۰) دین میں کسی چیز سے نہ تنگ ہونے والے (۱۱) ملت ابراہیم پر قائم (۱۲) ان کا سلسلہ زمانہ ابراہیم سے اسلام پر باقی رہے گا اور مسلم نام

ہوگا (۱۳) قرآن میں بھی ان کا اسلام مسلم ہوگا (۱۴) نماز قائم کرنے والے (۱۵) زکوٰۃ دینے والے (۱۶) خدا سے تعلق رکھنے والے (۱۷) ان کا مولیٰ صرف خدا ہوگا (۱۸) وہی اُن کا مددگار ہوگا۔ (۱۹) اور وہ شہید ہوں گے یہ ۹ اصفات شہید ہیں یہ مسلم ہے کہ وہ تمام امت سے برتر اور بالا ہوں گے۔ اس لیے ان تمام صفات میں ان کا اکمل ہونا لازم ہوگا۔ ہر صفت میں وہ کمال کے حد آخر پہ ہوں گے۔ اب امت محمدیہ میں تلاش کر لیجیے ان صفات کا جامع ان ہیں کامل صرف اہلبیت نبوت ہی نظر آئیں گے۔ صفات شہدا میں خاص طور سے لفظ اجتبٰی آیا ہے جس کے معنے ہیں چنا ہوا اور منتخب اور ان کے انتخاب کو خدا نے امت کے حوالہ نہیں کیا بلکہ صاف فرمایا ہے۔ ھو اجتبٰکم اس نے منتخب کیا ہے امت کو دخل نہیں۔ نیز تمام قرآن کو دیکھا جائے ہر جگہ لفظ اجتبٰی معصومین اور انبیاء کے لیے آیا ہے۔ غیر معصوم کے لیے نہیں آیا۔ اور امت محمدیہ میں حسب فرمان خدا صرف حضرات اہل کساء پنجتن پاک معصوم ہیں جیسا کہ آیۃ تطہیر بتلاتی ہے۔ اور ان کے بعد معصوم وہ ہوں گے۔ جن کو یہ بتلا دیں۔ عصمت ایک پوشیدہ صفت ہے جو کسی کی صورت اور پیشانی پر تحریر نہیں ہوتی۔ اس کو یا خدا بتلا سکتا ہے۔ اور اس نے بتلا دیا۔ یا معصومینؑ بتلا سکتے ہیں۔ غیر معصوم امت نہیں بتلا سکتی۔ اس لیے کہ وہ خطا کر سکتی ہے غلط لوگوں کو بتلا سکتی ہے لیکن اگر معصوم غلط بتلاتے گا تو وہ معصوم نہیں رہے گا۔ نیز لفظ وسطاً کے معنی عادل کے ہیں تو اس سے مراد صرف معصوم ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ عدالت تامہ وکاملہ کے لیے عصمت لازمی ہے۔

مشہور تفسیر میں مشہور و معتبر مفسر امام رازی بھی اس موقع پر ان آیات کے متعلق حق نہ چھپا سکے مگر حسب عادت آخر میں پھر بہک گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ دنیا میں جماعت اور زمانہ رسول میں یہ لازم ہے کہ ان میں ایک ایسا وجود پیدا اور موجود ہو جو ان پر شہید (گواہ وحجتہ) ہو اس لیے زمانہ رسول میں خود رسول ان پہ شہید تھے اور یہ

ثابت شدہ ہے کہ ہر زمانہ میں بعد رسول شہید ہو گا تو کوئی زمانہ ان کے وجود سے خالی نہ رہنا چاہیے اور یہ شہید وہ ہو گا جو خطاؤں سے محفوظ ہو اور اس سے خطا نہ ہو سکے ورنہ اس کو پھر اور شہید کی ضرورت ہو گی اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہو گا۔ اس لیے یہ خیال باطل ہے تو ہر زمانہ میں ایسی قوموں کا وجود لازم ہے کہ جن کے قول پر حجتہ قائم ہو جائے"!

(تفسیر کبیر۔ جلد پنجم صت۵ طبع مصر ذیل آیتہ)

ان کی دلیل صاف بتلاتی ہے کہ ہر زمانہ میں امام معصوم کی ضرورت، ہے جو اعمال امت پر شاہد ہو لیکن اگر وہ اس کو صاف مان لیں تو ان کی ساری غیر معصوم اور خطا والی خلافتیں ختم ہو جائیں گی۔ اس لیے وہ بجائے ذات معصوم کے قوم کو شہید مانتے ہیں اور ان کے اجماع کو حق کہتے ہیں مگر آج وہ کیا کہیں گے جبکہ عراق شام ترکی پاکستان انڈونیشیا کسی جگہ ایک چیز پر اجماع نہیں ہے۔ اس کے علاوہ

(۳) پر لطف بات یہ ہے کہ آج تک، دین پر بھی اجماع امت نہیں ہو سکا۔ ورنہ تہتر فرقے نہ بنتے اور ان میں صرف ایک جنتی نہ ہوتا۔ اسی نے بتلا دیا کہ اکثریت جہنم میں جائے گی۔ پھر اجماع کا سہارا تو اکثریت پر ہے۔ جب جہنمی ہونے کی وجہ سے وہ دین پر نہیں رہی تو اجماع کہاں رہ سکتا ہے بلکہ یہ اکثریت بتلاتی ہے کہ اکثر کا اجماع اکثر باطل پر ہو گا۔ اس لیے قرآن میں ہر جگہ اکثریت کی مذمت ہے

(۴) یہ شہید ہر زمانہ میں جب تک دنیا میں انسانوں کا وجود ہے موجود رہے گا اور وہ ساری امت سے باخبر ہو گا۔ قرآن میں حضرت عیسٰی فرماتے ہیں۔

کنت شهيدا عليهم	میں جب تک ان لوگوں میں رہا
ما دمت فيهم (مائدہ ۵/۱۱۷)	ان سے باخبر اور گواہ تھا۔

دوسری جگہ حضرت عیسٰی بہ زبان قرآن بیان فرماتے ہیں۔

داعلم ما تاکلون وما	میں خوب جانتا ہوں جو تم کھاتے

تدخرون فی بیوتکم۔ ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو

اب بتایئے امت محمدیہ میں کونسی وہ ذات ہے جو ہر گھر سے باخبر ہو کہ شہید کہلانے کی حقدار ہو اور جب کہ خود امت کے ذاتی معاملات میں دو گواہوں کی ضرورت ہے تو جو خود محتاج گواہ ہیں۔ وہ کیا گواہ بنیں گے اور جن کو اپنی ہی گھر کی خبر نہیں وہ ساری امت سے کیسے باخبر ہوں گے۔

ہاں یہ وہ ہوں گے جن کے متعلق قرآن گواہی دیتا ہے۔

قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمومنون (توبہ ۹/۱۰۵)

اے نبی امت سے کہدو کہ وہ عمل کرتے رہیں ان کے عمل کو تین ہستیاں دیکھتی رہیں گی اللہ اور اس کا رسول اور ہر المومنون نہیں "ہر مومن نہیں بلکہ مومن خاص اس لیے کہ الف لام عربی میں خصوصیت کو بتلاتا ہے اور یہ ہی تین ہستیاں شہید ہوں گی۔

انصاف سے فرمایئے کہ وہ کون سے مومن ہیں جو اعمال امت دیکھتے ہیں اور ساری امت سے باخبر ہیں۔ آج تک امت محمدیہ میں سے کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ساری امت کے افعال سے باخبر ہوں البتہ آئمہ معصومینؑ یہ فرماتے رہے اور بتلاتے رہے کہ قدرت نے ہم کو ایک ستون یا قوت نورانیہ عطا فرمائی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم بندوں کے اعمال سے باخبر رہتے ہیں۔

آیات بالا نے واضح کر دیا کہ ہر زمانہ میں ایک باخبر اور شہید رہے گا جو قیامت میں گواہ ہو گا اور نبیؐ ان سب پر گواہ ہوں گے۔

ان آیات کی بنا پر پہلی امتوں میں ایک شہید رہا ہے - اور بعد نبی ہمیشہ ایک شہید رہے گا۔ آنحضرت سے پہلے جس قدر نفوس شہید تھے وہ یا تو نبی تھے یا رسول اور امام تھے اور بعد نبی چونکہ نبوت ختم ہو گئی تھی اس لیئے وہ شہدا اور شاہد صرف آئمہ اہل بیت ہو سکتے ہیں۔ حضرت ختمی مرتبت ایک مرکز ہیں۔ جو قبل بعد والوں پر شہید ہیں قبل والوں اور بعد والوں میں مشابہت لازمی ہے شہدا قبل از نبیؐ ۔انبیاء و رسل و آئمہ شہداء بعد از نبیؐ آئمہ ایک سلسلہ شہداء کا قبل نبوت تھا ایک بعد رحلت نبیؐ دونوں سلسلوں میں شہدا۔ تھے اور نبیؐ دونوں سلسلوں کے شہید تھے تو عقل صاف حکم کرتی ہے (۱) کہ جس شان اور جس صفات کے شہید نبی سے پہلے گذرے ہیں۔ اسی شان کے بعد نبی ہونا لازم ہیں (۲) سلسلہ اول معصوم ہے تو دوسرا سلسلہ بھی معصوم ہو گا (۳) وہ منجانب اللہ ہوں گے (۴) وہ منتخب خدا تھے تو یہ سب بھی منتخب خدا ہوں گے (۵) وہ اجماع سے نہیں بنائے گئے تو یہ بھی اجماع ساختہ نہ ہوں گے (۶) وہ ساری ہی امت کے نگراں اور ان سے باخبر تھے تو یہ بھی ویسے ہی ہوں گے ، ورنہ ایک سمت اگر باخبر معصوم اور انبیاء ہوں۔ تو دوسری سمت بے خبر غیر معصوم اور صفات ذاتی شہداء ماسبق سے خالی ہوں تو سنت الہیہ کے خلاف اور بعید از عقل ہو گا۔ اس لیے نبی کے بعد والے شہداء بھی اول والوں کی طرح معصوم باخبر اور نبی نہیں تو مثل نبی نفس نبی ضرور رہوں گے۔

اسی لئے احادیث معتبرہ اہل سنت میں آیا ہے کہ - الخلافۃ علی منھاج النبوۃ رخلافت قدم بہ قدم نبوت کے ہوگی (ازالۃ الخفاء) اور دونوں کے طریقے ہوں گے ۔قلب مومن و عاقل کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ ہر زمانہ میں ایک شہید کا موجود رہنا حسب اعلان قرآن ضروری ہے۔ اور جب وہ ظاہر نہیں تو غائب ہے۔

رہا یہ سوال کہ غائب شہید ہو سکتا ہے یا نہیں۔ تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کے زمانہ میں ہمارے نبیؐ موجود نہ تھے تو پھر وہ کیسے ان سب پر شہید بن گئے۔

دراصل ہمارے نبی اپنے پیکر بشری ___ اور اپنے وجود جسمی سے شہید نہ تھے۔ بلکہ اپنی ولادت بشری سے عالم نور اور روح میں منجانب اللہ ایک قوت نورانیہ کی وجہ سے شہید تھے۔ تو جیسے آنحضرت غائب رہ کر شہید تھے۔ اسی طرح سے امام جو آج امت پر شہید ہے۔ وہ غائب رہ کر شہید ہو سکتا ہے۔ اور نانا کا کمال صرف نواسا دکھلا سکتا ہے۔

اب ذرا صدر المفسرین علامہ فخر الدین رازی کا پرانا اور منجھا ہوا قول بھی سن لیجیے یہ ہر جگہ اجماع کی معصومیت کا راگ الاپتے ہیں۔ یہاں بھی وہی دوہراتے ہیں "وسط سے مراد عدل ہے (اس کو بہ دلائل بیان کیا ہے) اور چونکہ اجماع امت حجت ہے اس لیے امتہ وسط سے مراد اجماع امت ہو گا"

اب وہ خود ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ "اس جگہ امت کی تعریف عدالت سے کی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر ہر فرد عادل ہو یہ ناممکن ہے۔ اس لیے ہم آئمہ معصومین مراد لے سکتے ہیں" مگر آخر میں رازی صاحب آئمہ معصومین کو مراد نہیں لیتے۔ بلکہ اجماع کا رونا روتے ہیں اور اسی ردوکد میں ایک بات کام کی بھی کہہ جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ "خداوند کریم نے یہاں خبر دی ہے۔ اور خدا کی خبر سچی ہوتی ہے تو اس لیے جن کے متعلق خبر دی ہے، ان کا ہر زمانہ میں موجود رہنا ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کا یہ خطاب ساری امت سے قیامت تک ہے تو ہر زمانہ میں امت شہید ہو گی" یہ عجیب بات کہی ہے کہ وہی مخاطب ہے وہی شہید ہے۔ خود کوزہ خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔

قرآن پاک میں اکثر جگہ خطاب سب سے ہے۔ اور مصداق اس کا ہر شخص نہیں بلکہ شخص معین ہے۔ وجعلناھم آئمۃ (انبیاء ۵) میں جن کا ذکر ہے وہ سب کے سب آئمہ نہیں بنائے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو بنایا ہے وہ بھی جدا جدا زمانوں

ہیں نہ کہ ایک دم سے اور ایک زمانہ میں اس آیتہ میں مراد اولاد حضرت اسحاقؑ و یعقوبؑ ہے اور ان میں سے صرف صالح کو امام بتایا گیا ہے۔ اگر محض اسحاقؑ و یعقوبؑ مراد ہوتے تو جمع کا صیغہ نہ آتا۔ بلکہ تثنیہ استعمال ہوتا۔ جو ہر جگہ جمع سے مراد کل نہیں، بلکہ بعض ہیں اب اجماع امت کو شہید بنانے کی غلطی اس سے ہوا ہی ہے کہ جعلنا کم سے مراد ساری امت لے لی ہے۔ حالانکہ اس سے مراد صرف ایک خاص گروہ ہے اور اس گروہ کے افراد مختلف زمانوں میں شہید علی الناس رہے ہیں۔ یک مرتبہ کسی زمانہ میں ایک گروہ شہید علی الناس نہیں رہا۔ سنت الٰہیہ تو یہ ہے کہ امت میں صرف ایک شہید رہا ہے۔ جب کہ آیتہ من کل امتہ بشہید۔ بتلا رہی ہے۔ زمانہ نبیؐ سے اب تک کسی گروہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم سب پر شہید ہیں۔ یا ساری امت یا ساری امت پر شہید ہے۔ اب رہا آیتہ میں لفظ امت تو اس سے مراد ساری امتہ نہیں، بلکہ امت کا کچھ حصہ ہے جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ یہ آیتہ آئی۔ ولتکن منکم امتہ : میں خداوند کریم نے مسلمانوں میں سے کچھ کو جدا کر کے ایک امت کہا ہے۔ اس لیے امت کے ایک حصہ کو بھی امت کہیں گے۔ اور امت وسط سے ایک خاص گروہ مراد ہوگا نہ کہ ساری امت اور وہ بھی وہ جن کو اپنے گھر کی خبر نہیں وہ کیسے سب کے شہید ہوں گے اور جب ساری امت شہید ہے تو وہ کس پر شہید ہو گی کیا امت محمدیہ۔ یہود و نصاریٰ اور اقوام عالم پر شہید ہو گی۔ اور ان سب سے باخبر اور اُن کی گواہ اور نگہبان ہو گی۔ تو امام رازی اور ان کے ہم نوا حضرات کا یہ خیال بالکل ہی مہمل ہے اور وہ اس لیے ہاتھ پیر مار رہے ہیں کہ اہل بیت نبوت اور آئمہ کرامؑ کو شہید نہ ماننا پڑے۔ ورنہ بنی امیہ اور بنی عباس کی خلافتیں ختم ہو جائیں گی۔ حالانکہ قرآن کے وہ اوصاف جو شہید علی الناس کے لیے لازم ہیں، وہ آئمہ اہلبیتؑ کے سوا کسی پر پورے نہیں اُترتے نہ خلفائے بنی امیہ پر نہ خلفائے بنی عباس پر۔

تو یا در کھیے کہ ہمارے نبیؐ تمام انبیاء پر شہید تھے۔ حالانکہ کسی نبی کے زمانہ میں ان کا وجود اور ظہور جسمانی ثابت نہیں ہے۔ اسی نے بتلا دیا کہ شہید کا وجود ضروری ہے۔ حضور ضروری نہیں وہ غائب رہ کر بھی شہید علی الناس تھے۔ آنحضرت اپنے وجود عنصری سے۔ پہلے غائب رہ کر شہید تھے اور آج پھر غائب رہ کر شہداء امت پر شہید ہیں تو جب نبی اتنے دن بغیر ظہور جسم سب پر شہید تھے تو آج اگر ان کی اولاد میں کوئی غائب رہ کر امت پر شہید ہے تو کیوں آپ کی عقل اموی و عباسی میں نہیں آتا۔ بنص قرآن ہر زمانہ میں شہید کا وجود لازمی ہے۔ اور شیعہ بارہویں امام کو شہید علی الناس مانتے ہیں۔ اس لیے یہ آیت صرف مذہب شیعہ کی بنا پر صحیح ہو سکتی ہے جو ہر زمانہ میں ایک نگران باخبر معصوم کا بحکم قرآن و حدیث قائل ہے۔

ورنہ عام مسلمانوں کی تاویل بنا پر یہ آیت اور دعوے قدرت بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ شہید کے نظر آنے کی شرط لگائی جائے تو آنحضرت نہ انبیاء ماسبق پر شہید قرار پاتے ہیں نہ اپنے بعد والے شہداء کے شہید قرار پاتے ہیں۔

ہر زمانہ میں وسیلہ کا رہنا لازمی ہے

۴۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ	اے ایمان والو! تقویٰ اختیار
وابتغوا الیہ الوسیلہ	کرو اور اس کی معرفت کے لیے
(مائدہ ۵)	وسیلہ تلاش کرو۔

اس آیتہ میں اہل تقویٰ اور اہل ایمان کے لیے حکم ہے کہ وسیلہ تلاش کرو۔ یہ حکم نہیں کہ وسیلہ بنا لو۔ ورنہ فخر رازی کی بنا پر اجماع امتہ کو وسیلہ بنانا لازم تھا۔ مگر یہاں حکم تلاش ہے نہ کہ حکم ساخت چونکہ احکام قرآنی تا قیامت ہیں اس لیے اس آیت میں قید زمانہ ہے نہ قید وقت ہے۔ اس لیے ہر زمانہ میں وسیلہ کا ہونا لازم اور تلاش واجب ہے۔

اگر عالم میں ہر دم کوئی وسیلہ نہیں ہے تو جو موجود نہ ہو اس کی تلاش کا حکم دینا عین ظلم ہے۔ اہل ایمان اور متقین کو تلاش کا حکم دیا ہے۔ مگر اس جگہ وسیلہ سے مراد نبی نہیں ہیں۔ تو ایمان و تقویٰ کے ساتھ آ گئے اس لیے کہ بغیر ان کے ایمان و تقویٰ بیکار تھا۔ اس لیے یہ وسیلہ علاوہ نبی ہے اور ہر زمانہ میں اس سے تعلق کا حکم دیا ہے۔ تو موجودہ زمانہ میں بھی وجود وسیلہ ضروری ہے۔ وسیلہ کے لیے سامنے نظر آنے کی ضرورت نہیں، وجود کی ضرورت ہے حضرت آدم کی دعا پنجتن کے وسیلہ سے قبول ہوئی۔ حالانکہ سامنے ظاہر نہ تھے۔ مگر موجود تھے اور ان کے وسیلہ سے دعائے حضرت آدم قبول ہوئی۔ یہ روایت ہماری مؤید ہے کہ ابن نجار نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ سے دریافت کیا وہ کون سے کلمات ہیں، جن کے وسیلہ سے حضرت آدم نے توبہ کی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم نے خدا سے کہا کہ بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول فرما۔ تب خدا نے توبہ قبول کر لی (تفسیر درمنثور سیوطی جلد اول صلا طبع مصر)۔ اب یہ حضرات اور ان کے بتلائے ہوئے ائمہ وسیلہ خدا ہیں اور آج بھی وہ وسیلہ روحانی موجود ہے۔ نظر آنا ضروری نہیں۔

ہر زمانہ میں خدا کی رسی کا رہنا لازمی ہے

(۵) واعتصموا بحبل اللہ جمیعا — اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو
ولا تفرقوا (آل عمران ۳/۱۰۳) — اور متفرق نہ ہو۔

اس آیتہ میں بھی امر و حکم ہے۔ اور واجب ہے کہ اللہ کی رسی کو تھام لیں اور اس سے تعلق رکھیں۔ یاد رکھیئے کہ احکام قرآن بغیر قید اور زمانہ اور وقت قیامت تک کے لیے ہیں۔ تو ہر زمانہ میں اللہ کی رسی کو ہونا لازمی ہے۔ اور جب حکم واجب ہے تو ہر زمانہ میں اس کا رہنا واجب ہے۔ اب رہا یہ امر کہ وہ رسی کیا چیز ہے، تو

مفسرین نے اس میں وہ اختلافات کئے ہیں کہ جن کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے ان میں سے قوی قول۔ قرآن ہے یعنی اللہ کی رسی قرآن۔ اگر حبل اللہ سے قرآن مراد ہے تو رسی ہو نہیں سکتی جب تک اس کے دو ذیل نہ ہوں۔ تو قرآن کے ساتھ اہل بیتؑ کو ماننا لازم ہے جو ہدایت میں شریک قرآن ہیں، جن کے متعلق ارشاد رسول ہے۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی

میں تم میں دو گرانمایہ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اللہ کی کتاب اور اہل بیت جو میری عترت ہیں اور یہ دونوں ہرگز ہرگز جدا نہ ہوں گے، جب تک دونوں حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔ بکثرت کتب اہل سنت میں یہ روایت موجود ہے ہم چند مشہور کتب کا حوالہ دیتے ہیں۔ ورنہ بکثرت کتب میں اس کا ذکر ہے۔

(۱) صحیح مسلم طبع مصر ۱۳۴۹ھ جلد دوم صفحہ ۲۳۸ (۲) طبقات ابن سعد جلد دوم قسم دوم صفحہ ۲۔ (۳) مسند احمد ابن حنبل جلد سوم صفحہ ۱۷ وغیرہ۔ جلد چہارم صفحہ ۳۶۶ جلد پنجم صفحہ ۱۸۱۔ (۴) خصائص کبریٰ سیوطی جلد دوم صفحہ ۲۶۶۔ (۵) کنز العمال جلد اوّل متعدد روایات۔ نیز جلد ششم بر حاشیہ مسند (۶) صحیح ترمذی۔ طبع مصر جلد دوم صفحہ ۳۰۸ (۷) بموقع غدیر خم۔ البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر شامی جلد پنجم صفحہ ۲۰۹ (۸) عقد الفرید ابن عبد ربہ جلد دوم صفحہ ۳۴۶ طبع مصر)

معنی واعتصموا یہ ہیں کہ اس سے تعلق رکھو اور اس کو راہ نما بناؤ اور اس کا دامن تھام لو۔ بہر حال قرآن کے ساتھ مثل و مثیل قرآن کا عالم میں رہنا ضروری ہے۔ اتنا اور عرض کر دوں کہ اہل بیتؑ کی تفسیریں سب متفق ہیں کہ اس سے مراد اہل بیت اور قرآن ہیں۔ دنیائے اسلام میں سب سے پہلے مفسر علامہ ثعلبی ہیں (مگر چونکہ انہوں نے حق اہلبیتؑ کو بہت نمایاں کیا تھا۔ اس لیے اہل مصر نے اس کو طبع کرنا چھوڑ دیا ہے)

انہیں کی تفسیر سے ابن حجر تیمی لکھتے ہیں (۲) علامہ ثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم بیجارہ خدا کی رسی ہیں جس کے لیے خدا فرماتا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (صواعق محرقہ طبع مصر ص۹۰ آیۃ پنجم)

ہر زمانہ میں ثمر شجرہ طیبہ کا رہنا لازمی ہے

(۱۷) الم تر کیف ضرب اللہ	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے
مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃ	پاکیزہ کلمہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت
طیبۃٍ اصلھا ثابت وفرعھا	سے دی ہے کہ جس کی جڑ قائم ہے اور
فی السماء تؤتی اکلھا کل	شاخیں تا بفلاک ہیں اس کا ثمر خدا
حین باذن ربھا ویضرب	کے حکم سے ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے اور
اللہ الامثال للناس لعلھم	اللہ آدمیوں کے لیے مثال دیتا ہے
یتذکرون (ابراہیم ۲۵)	تاکہ وہ لوگ یاد رکھیں۔

یہاں خداوند کریم نے کلمہ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت سے دی ہے جس کی اصل زمین ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں وہ ہر زمانہ میں اپنے ثمر اور پھل خدا کے حکم سے دیتا ہے۔ اللہ نے انسانوں کے غور و فکر کے لیے حقیقت دین کو عالم مثال میں لاکر دکھلایا ہے۔ اس میں غور طلب یہ چیز ہے کہ زبان قرآن میں ہر جگہ کلمہ سے مراد کلام نہیں ہے بلکہ ذات بھی مراد ہے جیسا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کے لیے فرمایا ہے کلمتہٗ القاھا الی مریم وروح منہ۔ وہ خدا کا کلمہ تھے اور روح تھے۔ اسی بنا پر جناب عیسیٰ کو کلمۃ اللہ کہتے ہیں آیۃ مبارکہ میں جس درخت کی مثال دی گئی ہے اس کا وجود مادی درختوں میں نہیں ہے نہ کوئی دنیاوی درخت ایسا پایا گیا ہے کہ جس کی جڑ زمین میں

اور شاخیں آسمان میں ہوں اس لیے یہ مثالی درخت کسی ایسے خاندان کا شجرہ بتلاتا ہے کہ جن کا تعلق خدا اور بندوں سے رہتا ہو۔ جن کی شاخیں آسمان تک ہیں۔ جہاں سے وہ علوم لیتے ہیں اور جڑ زمین میں ہے جہاں وہ اہل زمین کو ثمر ہدایت پیش کرتے ہیں۔

اس شجرہ مبارکہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ توتی اکلہا کل حین۔ وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں پھل دیتا ہے۔ یعنی ہر زمانہ میں اس شجرۂ طیبہ کا ایک ثمر رہتا ہے اب کوئی صاحب نہ فرمائیں کہ شجر سے مراد خاندان یا شخص ہو سکتا ہے تو وہ ان روایات اہل سنت پر غور فرمالیں (۱) عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اولاد حکم کو منبر پر بندر کی طرح کودتے ہوئے دیکھا۔ تو اللہ نے اس آیتہ کو نازل فرمایا۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن (بنی اسرائیل پ۱۵) ۔ اس آیتہ میں شجرہ ملعونہ سے مراد حکم اور اس کی اولاد ہے (۲) روایت دوم حضرت عائشہؓ سے ہے کہ اے مروان میں نے نبیؐ سے سنا کہ وہ تیرے دادا اور باپ کے متعلق فرمار ہے تھے کہ تم قرآن میں شجرہ ملعونہ ہو (تفسیر درمنثور سیوطی جلد چہارم ص۱۹۱) تو جب قرآن میں شجرہ ملعونہ حکم و مروان وغیرہ ہیں تو شجرہ طیبہ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ اگر مروان اور اس کی اولاد ملعون ہیں۔ تو آل محمد پر صلواۃ ہوتی ہے۔ اب آیتہ یہ بتاتی ہے کہ شجرہ طیبہ کا پھل ہر زمانہ میں ملے گا تو ہر زمانہ میں نسل رسالت سے ایک ایسی ذات کا وجود لازم ہے کہ جو ثمرہ رسالت ہو اور عالم کو اس کے وجود سے روحانی فیض ملتا رہے اس زمانہ میں وہ ثمر یعنی امام غائبؑ ہیں اور الحمداللہ کہ اب اس درخت کے پتے اس قدر زیادہ ہو گئے ہیں کہ وہ ثمر چھپ گیا ہے۔ تین سو تیرہ پر مومنین کی نوبت آتے دیکھیے۔ پھر نمایاں ہو جائے گا۔ ہم بخوف طوالت اس بحث کو ترک کرتے ہیں۔ ورنہ بکثرت کتب اہل سنت میں اور تمام شیعوں کی کتابوں میں بکثرت روایات موجود ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

خلقني وعليًّا من شجرة واحدة فانا اصلها وعلي فرعها وفاطمة لقاحها والحسن والحسين ثمرها۔

اللہ نے محمد کو اور علی کو ایک درخت (ایک اصل ونسل) سے پیدا کیا ہے میں اس کی جڑ ہوں علی اس کی شاخ ہیں فاطمہ اس کا پھول ہیں اور حسن اور حسین اس کا پھل اور ثمر ہیں۔

اس کے راوی (۱) احمد ابن حنبل۔ ابونعیم۔ اور مناقب میں ابن مغازلی اور طبرانی ہیں اور ابن عساکر نے ابی زبیر مکی سے روایت کی ہے (ارجح المطالب ص۵۵)

ہر زمانہ میں امام کا رہنا لازمی ہے

۷۔ نريد ان نمن على الذين استضعفوا في الارض ونجعلهم آئمة و نجعلهم الوارثين (قصص ۵/۲۸)

ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ جن کو زمین پر کمزور و بے بس کر دیا گیا ہے ان کو ہم امام بنائیں اور انھیں کو وارث بنائیں

شرط امامت خدا نے یہ رکھی کہ میں نے جن کو ضعیف کر دیا ہے اُن کو امام بناؤں گا۔ تو لفظ و شرط استضعاف کی توضیح واقعہ حضرت ہارون سے ہوتی ہے اس لیے کہ اس لیے کہ اس لفظ کو سب سے پہلے جناب ہارون نے فرمایا تھا۔ جب سب آپ کی خلافت سے منکر ہو کر گائے کا بچہ (بچھڑے کو) پوجنے لگے تو آپ نے حضرت موسیٰ کے واپس ہونے کے بعد بیان فرمایا۔

ان القوم استضعفوني و كادوا ان يقتلونني۔ (اعراف ۷/۱۸)

قوم نے مجھ کو کمزور اور بے بس کر دیا۔ قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر دیں۔

(یہی امام اول حضرت علیؑ کے ساتھ ہوا)

(۱) کیا گھر پہ لکڑیاں لے کر جلانے کی اور قتل کی دھمکی دینا استضعاف نہ تھا۔ (کمزور کر دینا نہ تھا)۔

کیا خلافت پر قبضہ کر کے متصرف ہونا علیؑ اور اولاد علیؑ کو کمزور کرنے کے لیے نہ تھا؟ جب دنیا کو گورنریاں اور حکومتیں دی جا رہی تھیں۔ بنی ہاشم اور اولاد علیؑ و علیؑ کی بات تک نہ پوچھنا۔ کمزور کرنا نہ تھا؟ اُن کو خمس نہ دینا اور مروان کو داماد بنا کر سارے افریقہ کا خمس دینا۔ اُن کو کمزور کرنے کے لیے نہ تھا؟ فاطمہ زہراؑ سے فدک کا علاقہ چھین لینا اور آخر کار مروان کو جاگیریں دینا آل محمد کو کمزور کرنے کے لیے نہ تھا۔ خود خلافت میں اجماع کا نعرہ لگانا اور دوسرے خلیفہ کو وصیت سے بنا دینا علیؑ کو کمزور کرنے کے لیے نہ تھا۔ کیا عبدالرحمن ابن عوف داماد عثمان کو سرپنچ بنا کر حکومت بنی امیہ کی راہ ہموار کر کے علیؑ کو محروم کرنا نہ تھا۔ خود حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ بعد خلیفہ کون ہوگا کہا عثمان (کنز العمال برحاشیہ مسند احمد طبع مصر جلد دوم صـ۱۸۱) اس روایت نے بتلا دیا کہ چھ کی کمیٹی بنا کر عبدالرحمن ابن عوف داماد حضرت عثمان کو سرپنچ بنانے کا اصل مقصود یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان ہی کو خلیفہ بنا دیا جائے اور یہ شوریٰ فقط نمائش کے لیے تھا۔

کیا معاویہ کو حاکم شام بنا کر بنی ہاشم کے پیٹ میں چھرا گھونپا نہ گیا۔ کیا حضرت عائشہ کی جنگ، اور صفین کا معرکہ علیؑ کو کمزور کرنے کے لیے نہ تھا۔ کہاں تک لکھا جائے تاریخیں ان اذکار سے لبریز ہیں۔ تو جن کو یوں کمزور کر دیا گیا تھا تو فرمان خدا کے مطابق وہی حقدار امامت تھے اور جو فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ دولت اور خزانے سمیٹ رہے تھے وہ قوی تھے۔ اس لیے اس آیتہ کی بنا پر وہ ہرگز ہرگز مستحق امامت نہ تھے البتہ مسلمانوں کے بادشاہ ضرور تھے۔ خود حضرت عمر فرماتے ہیں۔

مجھ کو خود خبر نہیں کہ میں خلیفہ ہوں	ما ادری خلیفة انا ام ملک

(کنز العمال حاشیہ مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۳۶۱)	یا بادشاہ۔ یعنی وہ خود بھی اس معاملہ میں مذبذب تھے

حضرت ابوبکر کے پاس ایک عرب آیا اور پوچھا آپ خلیفہ رسول ہیں کہا نہیں پھر ان سے پوچھا کہ آپ ہیں، کہا میں خالفہ ہوں جو آنحضرتؐ کے بعد ان کی جگہ بیٹھ گیا ہو (کنز العمال حاشیہ مسند احمد جلد چہارم صفحہ ۳۶۱ طبع مصر)

اس نے صاف بتلا دیا کہ یہ حضرات خود کو خلیفہ رسول نہیں سمجھتے تھے۔ اب قول حق یہ ہے کہ یہ حضرات خلیفہ القوم تھے۔ اور حضرت علیؑ خلیفہ رسول اور امام تھے۔ ان کے بادشاہ اسلام ہونے میں شک نہیں۔ اور آج تک بہت سے حضرات شاہان اسلام ہوتے رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ مگر خلیفہ رسول صرف بارہ تھے۔ جن کا آخری آج زندہ اور باقی ہے اور وہی امام زمانہ ہے۔

ہر زمانہ میں وارث کتاب کا رہنا لازمی ہے

۸۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ (فاطر ۳۵/۳۲)	پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا۔

اس سے پچھلی آیت نمبر ا میں خدا نے وعدہ کیا ہے ہم ان کو وارث بنائیں گے اب وہ امام کس چیز کے وارث ہوں گے۔ مال و دولت۔ حکومت و سلطنت تو اس کے وارث تو کفار و مشرکین بھی رہے ہیں۔ پھر شرف امامت کیا ہوا۔ اس لیے عقل بتاتی ہے کہ وہ ایسی چیزوں کے وارث ہوں گے جو ان سب سے اعلیٰ اور بالا ہوگی اور وہ خدا کی وہ کتاب ہے۔ جو افکار انسانیت کے لیے ایک شمع اور بشریت کی ابد قیامت تک راہبر ہے اور یہ ائمہ اس کتاب کے وارث ہوں گے۔ اس کے حقائق سے باخبر اس کے خلاف

معانی اور استعمال کے نگران اور اس کے معلم ہوں گے۔ جیسے نبی معلم کتاب تھے۔ و یعلمہم الکتاب والحکمۃ (ترجمہ) وہ نبی ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح یہ معلم ہوں گے۔ جیسے تعلیم نبیؐ کے مقابل میں دوسرے اشخاص کی تعلیم کوئی شے نہ تھی۔ ان کی تعلیم کے سامنے۔ لغت و روایات عام اور عقول بشری کوئی چیز نہ ہو گی جو یہ وارث بتلائیں گے۔ وہی حقیقی مراد قرآن ہو گی۔

وارث کون ہے

کاش مسلمان آنکھیں کھول کر علامہ راغب اصفہانی کی اس روایت پر غور کریں:
رسول اللہؐ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

انت اخی و وارثی قال وما ارثک قال ما ورثت الانبیاء قبلی کتاب اللہ و سنتی۔ (مفردات راغب اصفہانی صفحہ طبع مصر)	اے علیؑ تم میرے بھائی ہو اور میرے وارث ہو فرمایا کہ میں آپ کا کس چیز میں وارث ہوں گا۔ فرمایا جس چیز میں مجھ سے پہلے انبیاء وارث ہوئے ہیں اور وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

تو علیؑ وارث نبیؐ تھے۔ لفظ ورثہ اس روایت میں اس لئے ہے کہ ورثہ بسبب رشتہ بغیر قیمت و احسان ملتا ہے۔ تو صرف علیؑ وارث کتاب خدا اور سنت نبوی ہی تھے۔ اب جو خود کو سنت والے کہتے ہیں وہ علیؑ سے روگردان ہو کر صحابہ کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور حدیث تو مانتے ہیں، مگر اس پر عمل سے بھاگتے ہیں۔ وراثت سے پہلے آپ نے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو جس نے بتلایا کہ ورثہ ہمیشہ مورث (نبیؐ) سے رشتہ کے بعد ملتا ہے اس لیے آنحضرتؐ نے پہلے رشتہ کا ذکر فرمایا ہے۔ آیۃ مبارکہ میں اصطفینا ہے جس کا مادہ ہے صفوۃ۔ اور اصل صفایہ ہے کہ وہ ملاوٹ سے خالی ہو۔ اور اصطفا کے معنی

یہ ہیں کہ خالص شے کو حاصل کرے (مفرداتِ راغب۔ اصفہانی صد ۲۸۵) اب اصطفار سے مراد خدا ان لوگوں کا انتخاب ہے جو ہر شوب اور ملاوٹ سے پاک ہوں۔ ملاوٹ سے مراد ہر وہ شے ہے جو اس صاف کو اس کی اصلیت سے علیحدہ کر دے۔ جیسے سونے میں تانبہ چاندی میں رانگ۔ عدل میں ظلم۔ ایمان میں نفاق۔ عبادت میں ریار۔ جہاد میں غنیمت کا لالچ علی ہذا۔ تو جو ہر میل سے پاک ہو وہ صرف معصوم ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ جب بے میل چیز ملائی جائے گی تو وہ کھوٹ ہو گا۔ تو اب صرف معصوم ہی وارث قرآن اور عالم حقائق قرآن ہو گا۔ اگر کوئی شئے وارث سے نہیں لی تو وہ ناجائز قرار پائی گئی۔ تمام دنیائے انصاف و عقل میں مورث کی زندگی میں وارث کا تعین لازمی ہے اور بنا پر تاکید قرآن اس حکم الٰہی کی تعمیل واجب ہے کہ تم ضرور وصیت کرو۔

آنحضرتؐ نے وصیت فرمائی کہ انی تارك فیكم الثقلین۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ انی تارک، نے بتلایا کہ یہ دونوں ترکہ نبیؐ تھے۔ جس میں ایک وارث ہے دوسرا ورثہ ہے۔ قرآن ورثہ ہے اور اہل بیت وارث ہیں دونوں مل کر ہادی ہیں۔ تنہا قرآن ہادی نہیں۔ جس کو حسب ذیل امور واضح کرتے ہیں۔

(۱) قرآن میں جو مثالیں دی گئی ہیں اس کے متعلق خدا فرماتا ہے۔ یضل به كثیرا و یهدی به كثیرا۔ بہت سے اس کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ بہت سے ان سے ہدایات پا جاتے ہیں۔ تو جن آیات میں دونوں احتمال ہیں وہ تنہا مدار ہدایت نہیں ہو سکتی۔

۲۔ قرآن میں محکم اور متشابہ دونوں ہیں۔ ان دونوں کی حد بندی نہیں نہ تعین ہے۔ جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھاپن ہے وہ متشابہ آیات میں تاویل کرتے ہیں تو وہ آیات راستی اور کجی والے دلوں کی پناہ گاہ ہیں۔ اس لیے قرآن تنہا ہادی نہیں ہو سکتا۔

۳۔ ہر رسول کے بعد اگر کتاب ہادی ہوتی تو پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی ضرورت نہ تھی۔ صرف پانچ صحیفے اور کتابیں کافی تھیں۔ معلوم ہوا کہ وہ تنہا ہادی نہیں

۴۔ اگر قرآن تنہا کافی ہوتا تو تنہا چھوڑا جاتا۔ مگر حدیث متواتر کی بنا پر نبی نے قرآن کے ساتھ اہل بیت کو چھوڑا ہے۔ تو دونوں مل کر ہدایت کر سکتے ہیں۔

۵۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (فاطر ۳۲)	پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جن کو ہم نے خود اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا۔

تو کتاب ان کا ورثہ تھی اور وہ کتاب کے وارث تھے تو ورثہ بغیر وارث ہادی نہیں بن سکتا بلکہ جو بغیر اجازت وارث ورثہ استعمال کریں گے وہ غاصب اور خائن ہوں گے۔

۶۔ قرآن میں صاف ارشاد ہے یھدی بہ اللہ۔ اس کے ذریعہ سے اللہ ہدایت کرتا ہے۔ یھدی بہ من یشاء۔ جس کو چاہتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے تو تمام قرآن میں کسی جگہ قرآن کو ہادی نہیں فرمایا

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم لہٰذا عبارت بدلنی چاہیے۔ یعنی جب قرآن ہادی ہے اور رسول اکرمؐ نے قرآن و عترت کو لن یفترقا فرمایا ہے تو دونوں ہادی ہوئے ورنہ افتراق لازم آئے گا اور کلام پیغمبرؐ معاذ اللہ خلاف واقع ٹھہریگا۔ بلکہ سبب ہدایت فرمایا ہے جیسے دواؤں کے ذریعہ سے حکیم علاج کرتا ہے آلات کے ذریعہ سے لوہار سامان بناتا ہے۔ بڑھئی اوزاروں سے فرنیچر بناتا ہے۔ مگر کوئی شخص دواؤں کو حکیم آلات کو لوہار اور اوزار کو بڑھئی نہیں کہتا۔ اگرچہ صنعت یا حکمت انہیں کے ذریعہ سے نمایاں ہوتی ہے۔ مگر نام صانع کا ہوتا ہے۔ جیسے انجان کے ہاتھ میں آلات بیکار ہیں۔ اسی طرح سے قرآن بغیر قرآن والوں کے بیکار ہے۔ اس لیے ہادی صرف وہ ہوں گے۔ جن کو نبی نے قرآن کا ذمہ دار بنا کر ساتھ کر دیا ہے۔ اور جب تک

قرآن باقی ہے اس کا وارث باقی رہے گا۔ قرآن اب موجود ہے تو عقلاً اس کا وارث اس عالم میں موجود ہے۔

ہر زمانہ میں ذریت نبیؐ کا وجود لازمی ہے

۹۔ اس آیۂ مذکورہ کی تائید حسب ذیل آیتیں کرتی ہیں۔

وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب ؕ	ہم نے اولاد ابراہیم میں نبوت اور اور کتاب کو قرار دیدیا۔
دوسری جگہ ہے۔	
وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب۔	نوح اور ابراہیم کی ذریت میں کتاب اور نبوت کو رکھا۔

تو ذریت نبی ہی وارث کتاب اور قرارگاہ نبوت و کتاب ہو گی۔ لامحالہ ہر زمانہ میں ایک، وارث کتاب کا ہونا لازمی ہے جو مرجع کتاب ہو گا۔ تفصیل آئندہ آئے گی۔ بہر حال جب تک کتاب باقی ہے اسی ذریت کا وجود لازمی ہے جس کی وجہ سے بقائے کتاب ہو۔

ہر زمانہ میں ایک ہادی کا وجود لازمی ہے

۱۰۔ انما انت منذر ولکل قوم ھاد (رعد $\frac{1}{12}$)	اے نبیؐ تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔

اس آیۃ نے بتا دیا کہ جب تک دنیا میں کسی قوم کا وجود ہے۔ ان کے لیے ایک ہادی کا ہونا ضروری۔ تو اس زمانہ میں بھی اس کا وجود لازمی ہے۔ اب رہا یہ امر کہ غائب سے ہدایت نہیں ہوتی تو خدا جو ہمیشہ سے غائب ہے وہ کیسے ہادی ہے۔ تو ہادی اگر غائب نہیں ہو سکتا یا غائب سے ہدایت نہیں ہو سکتی تو پھر خدا کے ہادی ہونے کا بھی انکار کر دیجیے۔ آئیے بعد

نبی ہم پہلے ہادی یا ہدایت کے ایک سرے کو بتلادیں۔ اس کے بعد جس کو وہ ہادی ہادی فرما دے وہ ہی ہادی ہو گا۔

قاعدہ مفسرین اسلام۔ اہل بیت کے لیے جس قدر آیات آئی ہیں۔ ان کو مشتبہ کرنے کے لیے غیر متعلق لوگوں کے لیے بھی روایات وضعی کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر اہل بیت کے لیے جو روایت آئی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہیں یا اہل بیت کے لیے منکر بن جاتے ہیں۔ یہی آیتہ مذکورہ میں ہوا ہے ابن جریر ابن مردویہ۔ ابو نعیم نے اپنی کتاب معرفتہ میں۔ دیلمی اور ابن عساکر نے اور ابن نجار نے لکھا ہے کہ جب یہ آیتہ نازل ہوئی تو آنحضرت ؐ نے اپنے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور اپنے ہاتھ سے حضرت علی کے کندھے کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ تم ہی ہادی ہو۔ میرے بعد تمہارے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے۔ (۱) درمنثور سیوطی جلد چہارم صفحہ ۴۵ (۲) تفسیر طبری جزء ۱۳۔ صفحہ ۶۳۔ (۳) غرائب القرآن قمی حاشیہ طبری جلد ۱۳ صفحہ ۳۳ طبع مصر (۴) روح البیان جلد ۱۳۔ صفحہ ۳۴۶ (۵) تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۲۷۲ اب ان معتبر تفسیروں کے بعد۔

اس آیتہ میں ہادی سے مراد کتاب نہیں ہو سکتی ورنہ یہ ترجمہ کہ ہر قوم کے لیے ایک کتاب ہو گی، مہمل ہو جائے گا۔ چونکہ نبی محترم کے ساتھ ہادی کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے ایسی ہستیاں آئندہ ہادی ہوں گی۔ جو اصل ونسل صفات وکمالات میں نبی سے وابستہ ہوں گی اور نبی کا انداز ہدایتہ اور ان کی ہدایت روحانی ضامن نجات ہدایت یافتگان ہو گی۔ اسی بنا پر آج بھی امام غائب ہدایتہ روحانی کے ضامن ہیں۔

ہر زمانہ میں امام زمانہ رہنا لازمی ہے

۱۱۔ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (انفال ۴)	خدا ان پر عام تباہ کن عذاب نازل نہیں فرمائے گا جب تک تمہارا وجود ان میں رہیگا

امتوں پر عذاب استیصالی آیا، جس میں وہ سب صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں مگر نبی کے بعد دنیا سے وہ عذاب اُٹھ گیا شخصی عذاب الیم رہ گیا۔

تو اب نبی محترم کی ذات موجود نہیں اور منکرین خدا کی کثرت۔ گناہوں کی ریل پیل موجود ہے۔ ہر گناہ سوسائٹی کی رونق ہے۔ حرام حلال کر لیا گیا ہے اور ہر برائی رونق بن گئی۔ بلکہ ہر وہ گناہ جو اگلی امتوں کے عذاب استیصال کا سبب بنا تھا وہ آج بکثرت موجود ہے آرٹ کے نام سے سب کچھ ہو رہا ہے۔ مگر عذاب نہیں آتا۔ وعدہ الٰہی یہ تھا۔ کہ جب تک تم ان میں ہو عذاب نہیں آئے گا۔ آج وہ ہم میں نہیں۔ پھر عذاب کیوں نہیں آتا۔ معلوم ہوا کہ مقام رسول پر کوئی ذات ایسی موجود ہے جو صحیح قائم مقام ذات محمدیؐ ہے اور اس کی وجہ سے عذاب نہیں آتا۔

یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ آیت یہ بھی ہے کہ ماکان اللہ لیعذبھم وھم یستغفرون (انفال ۹/۴)

جب تک گناہوں کی معافی مانگتے رہیں گے عذاب نہیں آئے گا اس لیے کسی ذات کی ضرورت نہیں۔ مگر شرط معافی کو آپ قرآن میں کیوں بھول گئے۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاوک فاستغفروا اللہ و استغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (نساء ۹/۵)	جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور تمہارے پاس آ کر خدا سے معافی مانگتے اور تم بھی ان کی معافی کے لیے دعا کرتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پاتے۔

یہاں یہ مرحلہ صاف ہو گیا کہ محض خدا سے معافی مانگنا کافی نہیں نہ قابل قبول ہے جب تک نبی بھی سفارش نہ فرمائیں۔ تو اب لیدنبی ایسی ذات کا وجود لازمی ہے جو بجائے رسول مقام رسول پر ان کی سفارش فرمائے۔

یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ جب آپ اس وجود کو غائب مانتے ہیں تو پھر وہ کیسے سفارش کریں گے تو ملائکہ کے لیے یہ آیتہ قرآن گواہ ہے کہ وہ۔ یستغفرون للذین آمنوا (مومن ۲) جو لوگ ایمان لائے ہیں ملائکہ ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ جب وہ غائب رہ کر بخشش کی دعا کر سکتے ہیں تو اولاد رسول میں اگر کوئی غائب رہ کر دعائے مغفرت کرے، تو آپ کیوں انکار کرتے ہیں۔ اگر انکار ہے تو انصاف نہیں ہوگا۔ بہرحال ایک ذات مقدس کا نیابت رسول میں وجود لازمی ہے۔ اور وہ یہ امام غائب ہیں۔

ہر زمانہ میں تنزیل ملائکہ ضروری ہے

۱۲۔ تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر (قدر-۱)

اس رات میں (سب قدر) فرشتے اور روح ہر امر کو لے کر نازل ہوتے رہتے ہیں۔

اب آیتہ صاف پکار رہی ہے کہ یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور رہے گا۔ صیغہ مضارع تجدد و استمرار کی دلیل ہے۔ یعنی یہ فعل ہر دفعہ شب قدر کو برابر ہوتا رہتا ہے۔ فرشتے جمع ہیں اور روح واحد یعنی فرشتے اور روحیں نہیں بلکہ فرشتے مع ایک روح کے آتے ہیں تو ایک روح (قوت الٰہیہ) تو ایک ہی کے پاس آئے گی اور اسی ایک ساتھ سب فرشتے امر کو لے کر آئیں گے تو وہی ذات مبارکہ صاحب امر ہوگی۔ اور وہ ہر زمانہ میں پائی جائے گی۔

فرشتے اور روح محض تفریح کے لیے اور سیر کے لیے نہیں آتے بلکہ مقصد لے کر آتے ہیں۔ کس کے پاس آتے ہیں وہ فرد واحد کون ہے؟ یہی تفکر امام زمانہ کو بتلائے گا۔ اس لیے اس کا جاننا ضروری ہے کہ سلسلہ رشد و ہدایت ہمیشہ انبیاء کرام اور ان کے خلفاء سے جاری رہا ہے اور وہ اس کام کو ایک خاص قوت الٰہیہ سے سرانجام دیتے ہیں۔ جس کو قرآن روح سے تعبیر کرتا ہے۔ آیات ذیل اس کو واضح کرتی ہیں۔

ایدہ بروح منہ — اپنی روح (قوت نورانیہ)

ایدناہ بروح القدس	ہم نے روح مقدس سے ان کی مدد کی۔ اے
اذ ایدتک بروح القدس	عیسٰی جب ہم نے تم کو روح القدس سے مدد پہنچائی
یلقی الروح من امرہ	اپنے عالم امر سے ایک روح کو القا کرتا ہے۔

یہ مسلم ہے کہ اس سے مراد روح حیوانی وبشری نہیں بلکہ وہ روح مراد ہے جس سے انبیاء کے قوائے ظاہری وباطنی قوت حاصل کرتے ہیں اور قدرت ان کو اس روح سے مدد پہنچاتی ہے اور یہی روح سبب نبوت اور وجہ رسالت ہوتی ہے۔ اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا بعد نبی اس روح کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔ یا یہ قوت الٰہیہ کسی اور رنگ میں آکر مقاصد نبوت آخر کو قوت پہنچاتی ہے۔ تو سورہ مجادلہ کی آیتہ ایدّ ھم بروح منہ۔ ہم اُن مومنوں کی جن کے دل پر ایمان لکھ دیا ہے، اپنی روح سے مدد کرتے ہیں اور قوت پہنچاتے ہیں۔ یہ بات واضح ہوگئی کہ بعد نبی بھی یہ تائید بذریعہ روح قائم رہے گی۔ سنت اللہ نہیں بدلتی یہ روح کسی غیر معصوم کو زمانہ گذشتہ میں نہیں دی گئی قرآن گواہ ہے تو آئندہ بھی غیر معصوم کو اس روح کے ذریعہ سے قوت نہیں پہنچائی جائے گی۔ اس لیے کہ غیر معصوم اس الٰہی مدد کی وجہ سے جب خلاف عصمت کوئی کام کرے گا تو خدا پر اعتراض ہوگا کہ اس نے اپنے قوت سے گناہ کو تقویت پہنچائی اور یہ محال ہے کہ وہ گناہ میں تقویت کا سبب بنے۔ اس لئے مؤید بالروح معصوم ہوگا۔

اس لیے وہ فرشتے اور وہ روح جب امر لے کر آتے ہیں تو ضرور عالم میں کوئی معصوم ذات ایسی موجود ہے۔ جو منزل ملک ہے اور وہ اس کو پیغام الٰہی پہنچا کر واپس ہو جاتے ہیں۔ اور وہ روح اس کو قوت پہنچاتی اور مدد دیتی ہے۔

بعد نبی سوائے اہل بیت رسول کسی نے یہ دعوٰی نہیں کیا کہ فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔ شیعہ کتب میں آئمہ اہل بیت سے متعلق یہ روائتیں بکثرت موجود ہیں۔ کتب اہل اسلام میں چونکہ ان کے لیڈروں اور اماموں نے یہ دعوٰی نہیں کیا۔ اس لیئے وہ آئمہ

اہل بیت کے لیے جو روایتیں آئی ہیں ان کو نہیں بیان کرتے ورنہ ان کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور بیچاروں کو اہل بیت کی فضیلت ماننی پڑ جائے گی۔ مگر پھر بھی کہیں نہ کہیں حق زور لگا کر ابھر آتا ہے۔

علامہ رازی تفسیر سورہ قدر میں تیسری صورت میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے (۱) ملائکہ نازل ہوتے ہیں تاکہ ہم پر سلام کریں (۲) ولیشفعوا لنا۔ اور ہماری شفاعت کے لیے دعا کریں۔ فقرہ (۳) وہ ہے کہ جو شیعہ روایات میں نہیں پایا جاتا تو وہ اس لیے اضافہ کیا گیا ہے کہ اس روایت کو عام کر دیا جائے اور آل محمدؐ کے مرتبہ کو گھٹا دیا جائے۔ اور یہ ظاہر کیا جائے کہ وہ ملائکہ کی شفاعت کے محتاج ہیں۔

بہر حال اتنا تو پتہ چل گیا کہ فرشتے سب اشخاص کے پاس نہیں بلکہ مخصوص لوگوں کے پاس آتے ہیں اور امیر المومنینؑ کی روایت میں لیسلموا علینا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہم پر سلام کرتے ہیں اور لفظ ہم سے مراد ساری دنیا نہیں بلکہ امیر المومنینؑ اور ان کے اہل بیت اور اولاد ہیں اور وہی مصداق علینا ہو سکتے ہیں۔ رہا فرشتوں کے سلام پہنچانے سے ان کے گناہ معاف ہوتے ہیں یہ قرآن سے کسی جگہ ثابت نہیں اسی لیے ہم فقرہ دوم کو حدیث بنانے والوں کا اضافہ سمجھتے ہیں۔

تو ہر زمانہ میں ایک ایسی ذات کا ہونا لازم ہے کہ جس کے پاس فرشتے امر لائیں اور وہی صاحب الامر ہوگا۔ اور وہ روح اس معصوم کو آ کر مدد دے گی۔ اور وہ تدبیر عالم امر بفرمان خدا فرمائیں گے۔ اس کی مزید توضیح آیتہ والمدبرات امرا (ان کی قسم جو عالم امر کی تدبیر کرنے والے ہیں) مدبرات صیغہ جمع ہے ایک تدبیر کرنے والا نہیں ہیں بلکہ چند ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں تدبیر عالم کرتے ہیں۔ اہل دنیا تدبیر و انتظام عالم خلق کرتے ہیں اور اس میں مومن و مسلم و کافر سب شریک ہیں۔ لیکن عالم امر کی تدبیر کرنے والے صرف معصوم ہیں جو جو نزول گاہ ملک اور روح ہیں۔ وہ صرف ہادی ہی نہیں بلکہ مدبر عالم امر بھی ہیں۔ اسی لیے

صاحب الامر بھی کہلاتے ہیں۔ اور انہیں کی اطاعت مطلقہ کا حکم تمام امت کو اطیعوا اولی الامر منکم کہہ کر دیا گیا ہے۔ جب اطاعت میں کوئی قید نہیں۔ بلکہ ہر امر اور ہر حالت میں اطاعت لازم ہے تو ایسی اطاعت صرف معصوم کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ اور مدبر عالم امر امام غائب ہیں تو جس طرح فرشتے غائب رہ کر تدبیر عالم خلق کرتے ہیں امام غائب رہ کر تدبیر عالم امر فرماتا ہے۔ توضیح آیندہ آئے گی۔

ہر زمانہ میں ایک ہادی عادل کا ہونا ضروری ہے

(۱۳) وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔ (اعراف ۲۲/۹)

جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ان میں ایک گروہ ایسا ہے کہ جو حق کی ہدایت کرتا ہے اور حق سے انصاف کرتا ہے

اس کے متعلق صرف ایک قول لکھنا کافی ہے " جبائی کہتا ہے کہ یہ آیت بتلاتی ہے کہ ضرور زمانہ ایسے ذات سے خالی نہیں رہے گا۔ جو حق کو قائم کرے گی حق پر عمل کرے گی اور حق کی جانب ہدایت کرے گی اور وہ کسی زمانہ میں باطل پر جمع نہیں ہوں گے (تفسیر کبیر جلد چہارم ص۱۰۸) اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک معصوم ذات باقی رہے گی۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔

اس دنیا میں کوئی معصوم ہونے کا دعوی نہیں کرتا نہ خود کو داعی حق بتلاتا ہے۔ لا محالہ وہ ذات موجود اور غائب ہے۔ اور اسی سے لوگ ہدایتہ روحانی حاصل کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ ہر ایسی آیتہ میں اجماع کا راگ الاپتے ہیں۔ جس کو ہم باطل کر چکے ہیں۔ اور ایسے امت پیدا کرنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ ہر زمانہ میں اکٹھے ہوں گے۔ اس امت کے افراد مختلف زمانوں میں رفتہ رفتہ آئیں گے۔ نہ یہ کہ ہر زمانہ میں ایسا گروہ ملے گا۔

رہا یہ کہ آیت میں لفظ امت کہا ہے۔ جس کے معنی گروہ کے ہیں۔ تو یہ خیال غلط

خداوند کریم نے ایک ذات کو بھی امتہ کہا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی اکیلی ذات کو امت کہا ہے۔ کان ابراھیم امۃ قانتا (نحل ۱۶/۱۲۰) ابراہیم امت مطیع تھے۔ جمع کا صیغہ آیتہ یھدون بالحق میں تعظیم کے لیے فرمایا ہے۔ جیساکہ وہ اپنے لیے جمع کا صیغہ فرماتا ہے۔ (انا نحن نزلنا الذکر (سورۂ حجر آیت ۹) ہم نے قرآن نازل کیا۔ نحن ۔ نزلنا دونوں جمع کے صیغے ہیں۔ اسی طرح سے ممن خلقنا امتہ سے مراد شخص واحد بھی ہوسکتا ہے۔ آیتہ میں یہی مقصود ہے۔ کہ مخلوق میں ایک ذات ہمیشہ ایسی رہے گی وہ جو حق کی ہدایتہ کرے گی اور حق کے ساتھ عدل کرے گی۔ ہمیشہ اس لیے رہے گی کہ یہدون اور یعدلون زمانہ حال اور مضارع کو بتلاتا ہے۔ جن کے معنی یہ ہوئے کہ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ تو جب تک دنیا قائم ہے۔ اس وقت تک ہمیشہ ایک ہادی باقی رہے گا۔ خواہ غائب ہو یا حاضر۔

وہ آیات جو ابھی تشنہ تکمیل ہیں

قرآن پاک وہ آخری کتاب ہے جس کے بعد پھر قیامت تک دوسری کتاب نہیں آئے گی۔ اس کی تکمیل کے بعد دین دنیا، معاشرت واخلاق کے لیے کسی اور دستور کی ضرورت نہیں۔ اس لیے اس میں کچھ تو وہ احکام ہیں کہ جن پر عمل قیامت تک رہیگا اور کچھ ایسے امور ہیں کہ جن کا ظہور اور نفاذ اپنے وقت خاص پر ہوگا۔ اس لیے قرآن میں اس کا محض وعدہ اور اعلان ہے (جو کتاب قیامت تک کے لیے ہے اگر اس کے بعض اعلانات کا ظہور قرب قیامت میں ہو تو خلاف وعدہ اور اعلان قرآن کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا یہ اعلانات کس کے ہاتھوں پر پورے ہوں گے۔ اس کو اسلام کی معتبر احادیث بتلائیں گی۔ خصوصاً وہ معتبر اور صحیح احادیث جس پر اسلام کے دونوں بڑے فرقوں کا اتفاق ہے۔ قرآن صرف یہ بتلاتا ہے کہ ایسا ہوگا۔ کب اور کس کے ہاتھوں ہوگا۔

یہ احادیث بتلائیں گی۔ قرآن کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے۔ وہ حکم دیتا ہے زکوٰۃ دو کتنی دیں کس کو دیں یہ احادیث بتلائیں گی علی ہٰذا دیگر احکام۔ یہ تنظیم صرف اس لیے کہ دنیا نہ قرآن کو چھوڑ سے نہ قرآن والوں کو۔

آیات ذیل میں وہ وعدے ہیں جو ابھی تک پورے نہیں ہوئے۔ کیا یہ غلط وعدے ہیں ہرگز نہیں۔ پھر کب پورے ہوں گے تو ان کو وہ احادیث بتلائیں گی جو ہم ان آیات کے بعد تحریر کریں گے۔ (وعدۂ اوّل)

۱۔ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (انبیاء ۱۴)	ہم نے زبور میں ذکر (رسول آخر) کے بعد لکھ دیا ہے کہ زمین کے وارث میرے خاص صالح بندے ہوں گے۔

زبور کے وعدہ کا ذکر اس لیے ہے کہ آمد قرآن تک یہ بات پوری نہیں تھی اور بعد قرآن آج تک پوری نہیں ہوئی۔ صالح تو صالح آج تو منکرین خدا اور غیر مسلم وارث زمین بنے ہوئے ہیں۔ زمین تو درکنار خود مسلمانوں کے وارث اور بادشاہ کفار بنے ہوئے ہیں حالانکہ آیت کا طرز و طریقہ گواہی دے رہا ہے کہ ایک وقت ساری زمین کے وارث صرف نیکوکار بندے ہوں گے۔ تو بعد نبی آج تک تو نیکوکاروں کی پوری حکومت ہوئی نہیں۔ اگر ہم چند خلفاء کو راشدین فرض بھی کر لیں تو محض عرب اور ایران کے حصہ پر حکومت کرنے سے وراثت زمین ثابت نہیں ہوتی۔ اور بقول اہل سنت راشدین کے بعد تو صالحین کا وجود ہی عنقا ہے۔ بعد میں جو آئے وہ ظالم اور غاصب تھے۔ لامحالہ یہ زمانہ قرب قیامت میں حکومت امام مہدی کا ہوگا۔ اور وہ اور ان کے مقرر کردہ حاکم رب صالحین ہوں گے اور ساری زمین پر انہیں کا دور دورہ ہوگا۔ (توضیح باب احادیث میں ملے گی) اتنا اور واضح کر دوں کہ یرثھا۔ صیغہ مضارع ہے جس میں استقبال بھی داخل ہے یعنی آئندہ وارث ہوں گے۔

دوسرا وعدہ

(۲) وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون (نور ۴۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیکیاں پوری بجالائے ہیں ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی اسی طرح خلیفہ بنائے گا جیسا پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور ان کو اس دین پر پوری قدرت دے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور جو اس کے بعد بھی کفر کریں وہ بدکردار ہیں۔

مسلمانوں نے بہت زور لگایا ہے کہ یہ آیتہ خلفاء سابقین کے لیے ہے اور امام ناری کے سارے استدلال کا زور اس بات پر ہے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ منکم یعنی تم سے وعدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو زمانہ رسول میں تھے۔ اس لیے صرف ان کو خلافت ملنی چاہیے دوسروں کو نہیں لیکن اگر یہی قاعدہ تبالیا جائے تو کتب علیکم الصیام۔ تم پر روزہ واجب کر دیا گیا۔ یہ خطاب بھی زمانہ رسول کے لوگوں سے کیا جارہا ہے کہ تم پر روزے واجب کر دیے۔ تو صرف ان پر روزے واجب تھے۔ انہوں نے کے لیے ہم کیوں روزے رکھیں۔ لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تم پر رسول اللہ کی پیروی لازم ہے تو زمانہ رسول کے جو لوگ ہیں وہ ان کو نمونہ بنائیں

ہمارے لیے نمونہ نہ تھے۔ معاذاللہ۔

پھر لطف یہ ہے کہ متکلم کے بعد سارے ضمائر اور اشارے غائب کے لیے ہیں ایک بھی حاضر کے لیے نہیں ہیں۔ اسی نے بتلایا کہ اگر وعدہ حاضرین سے تھا تو اس کا پورا ہونا ان پر منحصر ہے جو ابھی نہیں ہیں۔ یعنی تم سے وعدہ ہے۔ ان کے لیے۔ امام رازی صاحب بغیر پس و پیش خلفاء کے لیے آیت چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ وہ ان پر پوری اترے یا نہ اترے۔

دراصل اس آیتہ کے وعدے آخر زمانہ میں پورے ہوں گے۔ امام مہدیؑ کے جو حالات مسلمانوں کی کتابوں میں بتلائے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتہ کا ایک ایک وعدہ اسی وقت پورا ہو گا۔ ورنہ ابھی تک ایک وعدہ بھی مکمل طور پر پورا نہیں ہوا۔

(۱) جیسے پہلے خلیفہ بنانے ان کو اجماع اور شوریٰ نے نہیں بنایا۔ تو جن کو امت نے بنایا۔ ان میں ایک بھی الٰہی نمائندہ یا خلیفہ نہیں تھا۔ وہ ساختہ امت تھے ساختہ خدا نہ تھے اگر یہ کہا جائے کہ جو بن گئے وہ خدا ہی نے بنائے بغیر اس کے حکم کے نہیں بن سکتے تو پھر نمرود و فرعون و شداد اور تمام بادشاہ خدا کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ بغیر اس کی مرضی اور حکم کے کوئی نہیں بن سکتا۔ تو اس قول کا قائل کوئی عقلمند نہیں ہو سکتا

(۲) ان کی خاطر دین کا قبضہ سب جگہ زمین پر ہو جائے گا اور دین پسندیدہ مومنین سب پر چھا جائے گا۔ ایسا ابھی تک نہیں ہوا اوروں پر تو یہ دین کیا چھا جائے گا۔ خود مسلمان کے ۷۳ میں سے فقط ایک جنتی۔ باقی جہنمی ہیں۔ تو جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ ان پر یہ دین قابو یافتہ نہیں ہوا۔ چہ جائے کہ تمام اہل زمین پر۔

(۳) خوف کے بعد دنیا امن سے بدل جائے گی۔ یہ تو زمانہ خلفاء میں بھی نہیں ہوا مسلمانوں کے سارے زمانے جنگ و فتوحات میں گذرے کیسا امن خود ہی لڑے۔ اور ملکوں کو بھی پامال کیا، لوگوں کو قتل کیا یا زبردستی مسلمان بنایا۔ جس کی وجہ سے ایسے آدھ کچرے مسلمان

بنے کر ۷۲، میں سے ایک نجات پا سکتا ہے۔ باقی جہنم کی ایندھن بن گئے تو اگر کوئی پھل دار درختوں کو کاٹ کاٹ کر ایندھن بنا دے۔ اور چند گنتی کے پھل دار درخت چھوڑ دے تو یہ امن ہے کہ تباہی۔

۴۔ یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا:

مسلمانوں کے تو تمام فرقے ایک دوسرے کو مشرک اور کافر کہتے رہتے ہیں۔ یہ وعدہ کس دن پورا ہوگا۔ خود آنحضرت نے فرمایا الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل (بخاری و مسلم) شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ چھپی چال چل رہا ہے۔ یہ ارشاد بھی نبیؐ نے اپنے زمانہ کے لوگوں سے فرمایا ہے۔ تو جب حیات نبی میں یہ حالت تھی تو بعد نبی تو اور بھی شرک نے پنجے جما لیے ہوں گے۔ اور چیونٹی کی چال نہیں بلکہ گھوڑے کی دوڑ لگائی ہوگی۔ تو اس آیتہ میں جتنے وعدے کیے ہیں وہ آخر زمان میں پورے ہوں گے۔ اسی وقت امن عالم ہوگا۔ اسلام کے سوا دوسرا مذہب نہ ہوگا۔ شرک کا نام و نشان تک نہ ہوگا دنیا امن و امان میں زندگی گذارے گی۔ اب تک تو دنیا میں ہر جگہ اور ہمیشہ ناحق کا غلبہ رہا ہے تو عقل کہتی ہے کہ ایک دن حق کو بھی پورا غلبہ لازم ہے تاکہ اس کا تیسرا وعدہ پورا ہو جائے جو یہ ہے۔

تیسرا وعدہ

(۳) ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (توبہ ۹/۵)	وہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایۃ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ہر دین پر غالب ہو جائے۔

اس آیت میں وعدہ ہے کہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب آجائے گا۔ آج تک

تو یہ وعدہ پورا ہوا نہیں ۔ راشدین کے زمانہ میں بھی درجنوں دین دنیا میں پھیلے ہوئے تھے اور آج بھی سیکڑوں پھیلے ہوئے ہیں۔ بعض مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ہم دلائل سے غالب ہیں تو یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہوا ہر مذہب یہ کہتا ہے کہ ہمارے دلائل قوی ہیں۔ دوسرے کے کمزور ہیں مگر آج کچھ عیسائی مسلمان ہو رہے ہیں تو کچھ مسلمان بھی عیسائی ہو رہے ہیں اور پادری بن رہے ہیں حالانکہ معنی ظہور یہ ہیں کہ جیسے ظہور آفتاب کے وقت سارے ستارے چھپ جاتے ہیں ۔ ظہور اسلام کے وقت سارے دین غائب ہو جائیں ۔ صرف ایک دین رہے ۔ یہ وعدہ صرف آخر زمانہ میں پورا ہوگا۔ ساری دنیا میں صرف ایک دین نظر آئے گا ۔ اور دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے گی ۔ وذالک لایکون الا عند خروج المهدیؑ لا یبقیٰ احد الا دخل فی الاسلام اوادی الخراج (تفسیر کبیر جلد چہارم ص۲۲۶)

امام فخر الدین رازی وجہ دوئم میں لکھتے ہیں کہ بنا بر قول سدی یہ زمانہ مہدیؑ میں ہوگا کہ کوئی شخص ایسا نہیں بچے گا جو یا تو اسلام میں داخل ہو جائے گا یا جزیہ ادا کر دے گا ۔ اسی دن

چوتھا اعلان

۴۔ لہ اسلم من فی السموات والارض طوعا او کرھا	کل کائنات اسلام لائے گی خوشی خوشی یا دب کر۔

یعنی دنیا میں کوئی غیر مسلم نہیں رہے گا ۔

یہ اعلان اور وعدہ آج تک پورا نہیں ۔ خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا پھر یہ کیسا وعدہ ہے جو تیرہ سو برس سے وفا نہیں ہوا اور پوچھنے والا قرآن کی یہ آیت پڑھ سکتا ہے متیٰ ھٰذا الوعد ان کنتم صادقین ۔ اگر تم سچے ہو تو کس دن یہ وعدہ تو پورا ہوگا ۔ یہ صرف عقیدہ شیعہ ہی بتلا سکتا ہے کہ یہ وعدہ ظہور مہدیؑ پر پورا ہوگا ۔ جس دن ۔

پانچواں اعلان

۵ - واشرقت الارض بنور ربھا (زمر ۹ / ۳۹)۔

تمام زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اُٹھے گی اور روحانی ظلمتیں شرک وکفر ونفاق۔ سب ناپید ہو جائیں گے۔

آفتاب باوجود اپنے عظمت کے زمین کے صرف آدھے حصہ کو روشن کرتا ہے یہ نور اس کمال پر ہوگا کہ پورے کرۂ ارض کو منور کردے گا اور زمین کو عدل وداد سے بھردے گا وہ نور خود ایک کتاب مجسم اور کتاب عمل ہوگا اس لیے کتاب ہاتھ سے رکھ دیجائے گی۔ اور انبیاء اور شہداء یہ سب حاضر کیے جائیں گے اور انصاف کے ساتھ ان کے حقوق کا فیصلہ کردیا جائے گا پوری آیتہ اس طرح ہے۔

واشرقت الارض بنور ربھا ووضع الکتاب وجی بالنبیین والشھداء وقضی بینتھم بالحق وھم لایظلمون۔ (زمر ۹ / ۳۹)

تمام زمین اپنے مالک کے نور سے جگمگا اُدے گی کتاب پیش کردی جائے گی اور انبیاء اور شہداء کو بلایا جائے گا اور حق کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

آیتہ بتلاتی ہے کہ یہ میدان قیامت نہ ہوگا، بلکہ اس سے پہلے یہ امور ہوں گے اس لیے کہ قیامت میں تو عام حشر ہوگا۔ یہاں صرف انبیاء اور شہداء جمع ہوں گے۔ اور زمین اپنے مربی اور سبب بقاء کے نور سے جگمگا اُٹھے گی۔ اس لیے کہ خدا اس نور کو بدرجہ اتم کامل فرمانے کا اعلان فرما چکا ہے۔ تو کیا انبیاء ناقص تھے۔ ہرگز نہیں لیکن، وجود کمال اور ظہور کمال میں فرق ہے۔ ایک ذات میں کمال موجود ہے۔ مگر اس کا ظہور خاص مواقع پر ہوتا ہے۔ انبیاء ورسل اپنی

جگہ پر سب کامل تھے۔ مگر ان کے کمالات کی نمود حسب ضرورت امت اور مناسب وقت ہوتی تھی۔ آخرزمانہ چونکہ تکمیل عدل و انصاف کا ہوگا۔ اس لیے قدرت پورے کمال کو نمایاں کر دے گی۔ اگر ہمارے نبی اکرم اپنے پورے کمالات نمایاں فرما دیتے تو آج بجائے خدا ان کی پرستش شروع ہو جاتی آخر زمانہ میں چونکہ یہ خدشہ نہیں رہے گا۔ اس لیے آخری امام کا پورا کمال نمایاں کر دیا جائے گا۔

چھٹا وعدہ اور اعلان

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ (توبہ ۳۲)	(منافقین کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں (ہوائے دہن یا افواہوں سے بجھادیں) اور اللہ یہ نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافر ناراض ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں لفظ "اللہ کے نور" نے بتلا دیا کہ ذات خدا مراد نہیں بلکہ وہ نور مراد ہے جو اس کی جانب منسوب ہے ورنہ خدا کا نور اور ذات ہمیشہ کامل اور مکمل ہے اور یہاں فرماتا ہے کہ میں اس کو پورا اور کامل کروں گا۔ تو وہ کامل کرنے والا ہے اور کامل ہونے والا کوئی اور ہے اور جب نور کامل ہو جائے گا تو ظلمت کفر نابود ہو جائے گی یہ صرف آخر زمانہ مہدیؑ میں ہوگا کہ یملأ الارض قسطا وعدلا۔ دنیا انصاف سے لبریز ہو جائے گی۔

ساتواں اعلان خداوندی

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (اسرائیل ۸۱)	اے نبی کہدو کہ حق آیا اور باطل جاتا رہا یقیناً باطل دفع ہونے والا ہے۔

ابتدائے آفرینش آدم سے خاتم تک حق برابر آتا رہا۔ مگر باطل اس سے زیادہ اب بھی موجود ہے۔ خود اسلام میں ۷۳ فرقوں سے ۷۲ فرقے باطل پر ہیں تو باطل گیا کہاں آج تک موجود ہے۔ تو کوئی زمانہ ایسا ہونا ضروری ہے کہ جب باطل کا نام و نشان نہ رہے اور پھر حق کا بول بالا ہو اور یہ صرف اسی وقت ہو گا کہ جب وہ آخری امام اگر دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اور جب یہ حکم پورا ہو گا۔

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله۔ (انفال پ)

اتنا قتل کرو کہ فتنہ بالکل باقی نہ رہے اور دین کل کا کل صرف خدا کے لیے ہو جائے۔

کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ آج تک ایسا ہوا ہے نہ زمانہ خلفاء میں نہ زمانہ حکومت اسلام میں آج تک ایسا نہیں ہوا۔ یہ صرف اسی دن ہو گا جب وہ آخری تاجدار امامت آئے گا۔

اور اسلام کی متفقہ روایات کی بنا پر روئے زمین پر صرف اسلام ہی اسلام ہو گا۔ اور یہ صرف آخری زمانہ میں ہو گا۔ اس لیے کہ اس وقت دلیل و برہان کا وقت گزر چکا ہو گا۔ اور ہدایت کا مرہم شرک کے زخم کو نہیں بھر سکے گا۔ اسی وقت زخمی اعضاء کو کاٹنا حکیم امت کے متعلق ہو گا۔ جو افراد فتنہ و کفر کو قتل کر کے اس اعلان الٰہی کو پورا کرے گا کہ "دین کل خدا کے لیے گا" اور وعدہ الٰہی حرف بہ حرف پورا ہو گا۔ وہی حقیقی فتح اسلام کا دن ہو گا اور یہ وعدہ الٰہی اس دن اس لیے پورا ہو گا۔ جس دن غیر مسلم کا نشان بھی باقی نہیں رہے گا نہ ان کو مہلت کفر دی جائے گی۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔

قل یوم الفتح لا ينفع الذين كفروا ايمانهم ولا هم ينظرون (سجدہ پ)

اے نبی ان کو بتلا دو کہ فتح کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کو نفع نہیں دیگا نہ ان کو اب مہلت دی جائے گی

بلکہ ان کو ختم کر دیا جائے گا

حق پوش یہ کہتے ہیں کہ اس آیتہ میں فتح مکہ کو بتلایا ہے۔ یہ غلط ہے یہ عام فتح ہو گی۔ مکہ سے خاص نہ ہو گی۔ نیز فتح مکہ کے دن تمام مشرکین کو ختم کر دیا ہو یہ نہیں ہوا۔ اس دن تو منافقین تک کو پناہ دیدی گئی تھی۔ یہ وعدہ اور اعلان اولاد نبیؐ کے ہاتھوں آخر زمانہ میں پورا ہو گا۔ بلیشک نبی کو یہ حکم دیا گیا کہ جاهد الکفار والمنافقین (توبہ $\frac{9}{10}$) کفار اور منافقین دونوں سے جہاد کرو۔ لیکن آنحضرت نے صرف کفار سے جہاد فرمایا منافقین کو مہلت دی۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ منافقین سے صرف حضرت علیؑ نے جنگ فرمائی ہے۔ اسلامی کتب اس ذکر سے لبریز ہیں۔ صرف ایک شاہد پیش کرتے ہیں

یا ایها الناس ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تاویله (حلیۃ الاولیاء۔ ابونعیم۔ جلد اوّل ص۶۷ و اسد الغابہ چہارم جلد ص۳۲)	اے لوگو تم میں سے وہ ہے جو قرآن کے حقیقی مطالب پر جنگ کرے گا۔ جیسے کہ میں نے اس کے نازل ہونے پر جنگ کی ہے۔

اسد الغابہ میں صاف ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا وہ وہ ہے جو میری نعلین ٹھیک کر رہا ہے۔ حضرت علیؑ اسی وقت نعلین رسول کی مرمت فرما رہے تھے

دوسری حدیث آپ کی جنگ کو اور واضح کرتی ہے۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم بیعت توڑنے والوں۔ اور ظالموں اور دین سے نکل جانے والے۔ تین گروہوں سے جنگ کریں، تو ہم نے کہا کہ حضور جنگ کا تو حکم دے رہے ہیں، ہم کس کے ساتھ ہو کر جنگ کریں۔ فرمایا کہ علیؑ کے ساتھ جس کے ساتھ عمار قتل ہوں گے۔ (اسد الغابہ ابن اثیر جلد چہارم ص۳۳) اسی مضمون کی تین روایات ابن اثیر نے لکھی ہیں۔ بے شک امیر المومنینؑ نے ان منافقین امت سے جنگ کی۔ مگر ان کو ختم نہ کر سکے

اور فتنہ باقی رہا جو آخر زمانہ میں ختم ہو جائے گا۔ اور اسی وقت کلی سے مقاتلہ ہوگا۔ اور وہ ختم کر دئے جائیں گے اور دین خالص ایک رہ جائے گا۔ باطل نابود ہو جائے گا منافقین سے جہاد حضرت علیؑ نے شروع کیا۔ اور جو نبی کو حکم دیا گیا تھا۔ اس کو نبی کے نفس اور ان کے خلیفہ برحق نے پورا کیا۔ نہ آنحضرتؐ کل کافروں کو ختم کر سکے اور نہ امیر المومنینؑ کل منافقوں کو ختم کر سکے وہ اس اولاد رسول کے حصہ میں ہے جو آخر زمانہ میں ظہور فرمائیگا

اس لیے کہ دنیا میں عقلاً صرف تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو حق اور باطل دونوں عالم میں پائے جائیں۔ جیسا کہ زمانہ موجودہ میں ہے۔ یا صرف باطل ہی باطل ہو۔ جب کہ آخر زمان میں ہوگا۔ جس کو احادیث نبویہ بتلا رہی ہیں کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جائیگی تب وہ ذات حسب ارشاد نبوی آئے گی جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گی۔ اور یہ وعدہ الٰہی پورا ہو کر رہے گا کہ جاء الحق وزہق الباطل۔ حق آگیا اور باطل نابود ہوگیا یہ تیسری صورت کہ صرف حق ہی حق ہوگا۔ آخر زمانہ میں پورا ہوگا۔ اس دن کل زمین کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اشرقت الارض بنور ربہا۔ (زمر ۳۹/۷)

تمام زمین نور خدا سے جگمگا اٹھے گی اور اسی زمانہ کی قرآن خبر دیتا ہے۔

فیومئذٍ یفرح المومنون	اس دن مومنین اللہ کی مدد سے
بنصر اللہ (روم ۳۰/۱)	خوش ہو جائیں گے۔

دین ایک ہو جائے گا۔ الٰہی وعدے پورے ہو جائیں گے۔ عباد صالح وارث زمین ہو جائیں گے۔ اسی زمانہ کے لیے خدا اپنے حبیب سے کہتا ہے کہ تم لوگوں کو یاد دلادو وذکرہم بایام اللہ (ابراہیم ۱۴/۱) ان کو خدا کے دن یاد دلادو۔ قدرت کسی شئے کو اپنی جانب نسبت نہیں دیتی۔ جب تک وہ ہمہ تن اس کی نہ ہو جائے۔ ایام اللہ۔ خدا کے دن کا مصداق وہ دن ہوں گے۔ جن دلوں میں دخل کفار و منافقین نہ ہوگا۔ صرف مومنین اور صالحین کا دور دورہ ہوگا

اگر کوئی قوم اس زمانہ کے لیے جلد بازی کرے اور اس کو وہ نصیب نہ ہونے کی وجہ سے مایوسی ہو تو اس کا علاج صرف دعائے خیر ہے۔ اسی سے قرآن پاک میں آیا ہے۔

قل للذین آمنوا یستغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ	اے نبی مومنوں کو حکم دیدو کہ جو لوگ اس زمانہ سے مایوس ہیں اس وقت کی امید نہیں رکھتے ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ (جاثیہ ۱۴)

اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں ان کے لیے ارشاد خداوندی ہے کہ۔

فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعاً (بقرہ ۲/۱۸)	تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھتے رہو۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے خدا تم سب کو جمع کر دے گا۔

یہ آیت قیامت کے لیے نہیں ہے۔ اس دن تو سب نیک و بد جمع ہوں گے اور یہاں ارشاد ہے کہ صرف اہل خیر جمع ہوں گے۔ یہ زمانہ وہی ہو گا جب صالحین وارث زمین ہوں گے۔ فتنہ ختم ہو جائے گا۔ باطل کا نشان نہ رہے گا۔ اسلام ہی اسلام زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔

قیامت کے لیے تو صاف یہ حکم ہے۔

وحشرناھم فلم نغادر منھم احداً۔ (کہف ۴۷)	ہم ان کو زندہ کر کے اٹھائیں گے اور کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

یہی وہ حشر ہے جو قیامت کے دن ہو گا۔ اب اس قدر اور سمجھ لیجیے کہ مذہب کی دنیا بعض چیزوں کی منتظر ہے۔ قرآن پاک ہی اس کو واضح کرتا ہے۔

ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملائکۃ او یاتی ربک	وہ صرف اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس ملائکہ آئیں۔ یا تیرا پروردگار

او یاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا۔ قل انتظروا انا منتظرون۔ انعام ۱۵۸/۸	آئے۔ یا تیرے پروردگار کی کوئی آیت آئے جس دن تیرے پروردگار کی ایک آیت آئے گی تو کسی شخص کو جو پہلے ایمان نہیں لایا یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کی اس کو اس وقت ایمان لانا نفع نہیں دے گا۔ اے نبی ان سے کہدو کہ وہ انتظار کریں ہم بھی انتظار (موقع) کر رہے ہیں۔

۱۔ اس آیتہ نے صاف بتلا دیا کہ اس دن نہ تو فرشتے آئیں گے۔ نہ خدا۔ بلکہ خدا کی ایک نشانی آئے گی۔ آپ یہاں یہ نہیں کہہ سکتے کہ آیات جمع ہے اور بعض آیات سے مراد چند آیتیں ہیں اس لیے لفظ بعض بتلاتا ہے کہ چند میں سے صرف ایک مراد ہے جب کہ قرآن پاک میں ہے۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ (تحریم ۳/۲۸)	جس وقت نبی نے بعض ازواج سے راز کی بات کہی۔

تو یہاں چند بیویاں مراد نہیں بلکہ صرف ایک بیوی حفصہ بنت عمر مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیتہ میں بعض آیات سے صرف ایک آیت اور ایک نشانی مراد ہے۔

اس آیتہ مبارکہ میں لفظ بعض "آیات" سے ایک ذات خاص مراد ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں آیتہ سے مراد ذات بھی لی گئی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن میں واضح طور ان کو آیت کہا گیا ہے

لنجعلک ایۃ للناس۔	ہم تم کو آدمیوں کے لیے ایک نشان بنائیں گے۔

دوسری جگہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے لیے فرماتا ہے۔

جعلناها وابنها آیۃ للعالمین ہم نے مریم اور عیسٰی کو عالموں کے لیے نشان قدرت بنادیا۔

تو اب یاتی بعض آیات ربک ہیں

آیتہ سے مراد ایک ہستی انسانی اور ایسا وجود مراد ہے جو نشان قدرت بن کر عالم میں آئے گا۔ اس لیے آیات سے مراد اہل بیت نبوت ہیں، اور بعض آیات سے مراد امام زمانہ ہیں۔ جو مثل عیسٰی ایک آیتہ ہوں گے۔ نیز اس جگہ آیتہ سے قرآن مراد نہیں نہ لوگوں کو تکمیل قرآن کے بعد اس کا انتظار تھا، بلکہ انتظار ایسی ہستی کا ہے۔ جس کی حکومت کا زمانہ (جیسا کہ کتب صحاح و اسلام بتلاتی ہیں) عدل و انصاف کا زمانہ ہوگا اور اس کی آمد پر وہ فتح حاصل ہوگی جو اس وقت تک نہیں ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ ہمیشہ باطل نے حق پر ظاہری فتح پائی ہے۔ اس زمانہ میں بھی باطل حق پر غالب ہے اور پہلے بھی تھا۔ اس لیے عقل کہتی ہے کہ ایک زمانہ ایسا ضرور ہونا چاہیے، جس میں صرف حق کی فتح ہو۔ اور باطل بالکل نابود ہو جائے۔ ان الباطل کان زھوقا۔ یقیناً باطل نابود ہونے والا ہے۔

۳۔ اس نشان قدرت کے بعد جو اس کی قوت دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ اس کا ایمان قبول نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس وقت باب توبہ بند ہو جائے گا۔ اور جیسے فرعون کو جبرئیل نے یہ کہہ کر ڈبو دیا تھا۔ الئن وقد عصیت قبل (یونس ۹۱) اب جان جاتی دیکھ کر ایمان لا رہا ہے۔ اور پہلے نافرمان تھا۔ یہ چونکہ آخر ترین زمانہ ہوگا۔ اس لیے جدید الایمان اور جدید الخیر۔ نئے مومن۔ نئے خیر والے کو مثل فرعون مہلت نہیں دی جائے گی۔ اسی کی توضیح روایات میں امام ناطق صادقؑ نے فرمائی ہے۔

۴۔ اس آیتہ کے آنے کے وقت کا خدا بھی منتظر ہے اور ہم کو بھی حکم خدا ہے کہ انتظار کریں۔ فانتظروا۔ صیغہ امر ہے اس لیے یہ حکم واجب ہے کہ انتظار کرو۔ اس لیے

انتظار کرنا عین ثواب اور عین دین ہے اور عبادت ہے اور جس انتظار میں خدا بھی ساتھ ہو اس انتظار کے ثواب کی حد نہیں۔ الحمد للہ کہ فرقہ شیعہ اس آیۃ اللہ کا انتظار کر رہا ہے۔

۵۔ ان آیات کی تاویل یعنی اصل معنی و مقصد ابھی حاصل نہیں ہوا جب اس کی تاویل اور حقیقی معنی و مقصد ظاہر ہوگا۔ تب پتہ چلے گا۔ اور آیتہ منہ سے بولے گی کہ واقعہ اس کا مقصد یہی تھا۔ اہل عرفان کو تاویل کا انتظار ہے۔ وہ تاویلیں گھڑتے نہیں۔ نہ آیات کے وہ مطلب بتلاتے ہیں جو آیتہ سے تعلق ہی نہیں رکھتے انہی تاویل سازوں کے متعلق قرآن پاک کہتا ہے۔ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتہم تاویلہ (یونس پ۱۱) بلکہ یہ تو جس چیز کا ان کو علم نہیں ہوا تھا اس کو جھٹلانے لگے۔ ان کو ابھی اس کا حقیقی مطلب اور تاویل معلوم ہی نہیں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو آیات امام زمانہ کے لیے تھیں۔ جب ان کا علم اور تاویل ان تک نہیں پہنچی تو ان نافہموں نے جھٹلانا شروع کر دیا یا خود تاویلیں گھڑ کر اٹکل پچو باتیں کرنے لگے۔ ہم اس تاویل اور حقیقی مصداق کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور جن کے پیش نظر وہ تاویل نہیں وہ اس آیت کے مصداق ہیں

ھل ینظرون الا تاویلہ یوم یاتی تاویلہ یقول الذین نسوہ من قبل لقد جاءت رسل ربنا بالحق (اعراف پ۸) کیا وہ لوگ اس کی تاویل (یعنی حقیقی مقصد اور مقصودِ خدا) کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس دن اس کا مقصد اصلی نمایاں ہوگا تو جو لوگ، اس کی تاویل کو اس کے پہلے بھول گئے تھے وہ کہنے لگ جائیں گے کہ ہمارے خدا کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔ اب اس مقصود آیتہ کے آنے کے بعد آخر زمانہ میں نہ مہلت دی جائے گی۔ نہ ایمان مفید ہوگا۔ نہ زمین پر فتنہ گر اور ظالم اور بے ایمانوں کا وجود رکھا جائے گا۔ انتظار صرف اس بات کا ہے۔ کہ کافروں میں سے مومن پیدا ہو کر جدا ہو جائیں۔ تب وہ ذات آئے گی جو شمشیر بدست ہوگی۔ آئمہ اہلبیت ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مومنین خدا کی امانتیں ہیں جو کافروں اور منافقوں کی پشتوں اور نسلوں

میں باقی ہیں اور ہمارا آخری اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک یہ امانتیں پیدا ہو کر ان پشتوں سے نکل نہ آئیں۔ جب وہ پشتوں سے نکل آئیں گی تب کفار و مشرکین کو مہلت نہ دی جائے گی بلکہ ان کو فنا کر دیا جائے گا۔ واقعہ حضرت نوح میں اس کی مثال موجود ہے۔ حضرت نوح نے علم نبوت کی وجہ سے حضرت باری سے عرض کیا تھا۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا (نوح پ) خداوندا ساری زمین پر کافروں کی ایک بستی نہ چھوڑ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے۔ اور اب ان سے صرف گنہ گار اور کافر پیدا ہوں گے خدا نے حضرت نوح کی تصدیق کی اور سب پر ایسا عذاب نازل کیا کہ صرف وہ بچ گئے جو کشتی نوح پر سوار تھے باقی سب ڈوب گئے۔ اسی طرح سے آخر زمانہ میں جب نوح جیسا زمانہ آجائے گا۔ تو پھر وہ امام تلوار لے کر آئے گا۔ اور سوائے کشتی اہلبیت میں سوار ہونے والوں کے روئے زمین پر کوئی نہ چھوڑا جائے گا سب تلوار کے دھارے میں ڈبو دیے جائیں گے۔ یہی سنت الٰہیہ اور مطابق عقل ہے۔ بادام پستہ اخروٹ وغیرہ کی جب تک گری پک نہ جائے چھلکے کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جب پک جائے تو گری اور مغز نکال کر چھلکا جلا دیتے ہیں۔ اسی طرح جب درختوں پر پھل آنے بند ہو جائیں تو پھر کٹوا کر جلا دیتے ہیں۔ دانہ نکل آئے تو بھوسہ جلا دیتے ہیں یا جانور کو دیتے ہیں۔ گنے کا رس نکل آئے تو چھلکا جلا دیا جاتا ہے۔ اسی کو قرآن مجید واضح کرتا ہے۔

لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما (فتح پ)

اگر وہ جدا ہو جائیں گے تو جو کافر رہ گئے ہیں ہم ان پر دردناک عذاب نازل کریں گے یعنی جب مومن کفار کی پشتوں سے پیدا ہو کر عالم وجود میں آجائیں گے تو ہم پھر عذاب میں دیر نہیں لگائیں گے۔ ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ کفار کی نسلوں سے مسلمان پیدا

ہوئے ہیں۔ جب یہ پیدائش بند ہو جائے گی۔ تب آخری امام تلوار کے ساتھ ظاہر ہوں گے اور جب تک پیدائش مومنین کا یہ سلسلہ رہے گا عذاب نہیں آئے گا۔ قرآن پھر واضح فرماتا ہے۔ لئن اخرنا عنهم العذاب الی امۃ معدودۃ (ھود ۱۱) ہم ان کے عذاب میں ایک گنے ہوئے اور شمار کردہ گروہ تک دیر لگائیں گے اور جس وقت بحکم خدا وہ ظاہر ہوں گے اس وقت کا نقشہ قرآن پاک ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

حتی اذا رأوا ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا

واقل عددا قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل

له ربی امدا (جن ۲۹) اس حد تک جب لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس وقت ان کو پتہ چل جائے گا کہ کون مددگاروں کی حیثیت سے کمزور ہے اور کون شمار میں کم ہے۔ اے نبی بتلا دو کہ میں نہیں بتلا سکتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا خدا نے اس کی مدت و راز کر دی ہے۔

اس آیت نے صاف بتلا دیا کہ کوئی شئے موعود ہے اور اس کا آنا لازمی ہے مگر اس کا وقت معین نہیں۔ بہت سی اقوام ایک آنے والے کی منتظر ہیں۔ مگر ان کے ہاں بھی کوئی وقت معین نہیں۔ اسلام بھی منتظر ہے۔ اور اسی انتظار کا حکم خدا نے دیا ہے اب ہم بقیہ آیات قرآنی احادیث کے ضمن میں لکھیں گے۔

احادیث صحاح (بخاری) (۱) متعلق امام مہدیؑ:

بخاری: علامہ بخاری کی عادت ہے کہ جو منقبت یا روایت اہلبیت کے متعلق ہے۔ اس سے دور بھاگتے ہیں یا مجبوراً ان روایات کو توڑ مروڑ کر لکھتے ہیں کہ جو بہت زیادہ مشہور ہیں۔ اور جن کا انکار ممکن نہیں۔ مگر ان کا بھی پوسٹ مارٹم کر کے ایسا کم کرتے ہیں کہ مطلب صاف نہ نکل سکے بہر حال وہ اس امامؑ کے متعلق صرف اتنا لکھتے ہیں۔

۱۔ کیف اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ (بخاری جلد دوم ص ۴۷۲)

کیا ہو گا۔ اسی وقت جب تم میں ابن مریم نازل ہوں گے اور تمہارا امام جو تم میں سے ہو گا یعنی حضرت عیسٰیؑ کے علاوہ ایک امام مسلمانوں میں سے آئے گا۔ انھوں نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ یعنی تیسری صدی میں اور ان کی کتاب اسلام میں معتبر ترین مانی گئی ہے۔ بہر حال اس روایت سے اتنا تو پتہ چل گیا کہ مسلمانوں میں سے ایک امام آئے گا اور وہ امام مہدی کے علاوہ دوسرا نہیں ہو سکتا۔ (مسلم) (۲)

۱۔ یکون فی آخر امتی خلیفۃ یحیی المال حثاً لا یعدہ عدداً

(مسلم حصہ چہارم صـ۳۲۰)

اسی امت کے آخر میں ایک ایسا خلیفہ ہو گا جو ہاتھ بھر بھر کر مال دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔

۲۔ دوسری روایت اسی مضمون کی صـ۳۲۱ پر ہے خلفاء وقت کے خوف سے خلیفہ کا نام نہیں لیا۔ بہر حال ایک خلیفہ ہونا تو ثابت ہو گیا کون ہو گا دوسری کتب صحاح بتلا دیں گی۔ مسلم نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ یہ تیسری صدی کے محدث ہیں اور ان کی کتاب اسلام میں مسلّم ہے۔

صحیح ترمذی نمبر(۳)

(حدیث ترمذی باب المہدی جلد نہم صـ۷۴) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا ختم نہ ہو گی جب تک عرب کا مالک میرے اہلبیت میں سے نہ ہو گا۔ اس کا نام میرے نام کے موافق اور مطابق ہو گا۔ یہ حدیث صحیح اور معتبر ہے یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ لفظ ہے اہل بیتی۔ میرے اہلبیت اگر یہاں مراد نبیؐ کے گھر والے ہیں تو آخر زمانہ میں تو نبی کا کوئی گھر کہیں نہ ہو گا۔ نہ مکہ میں نشان رہے گا نہ مدینہ میں تو مراد گھر والے نہیں بلکہ کنبہ اور نسل مراد ہے۔

۲۔ قال النبی۔ اگر دنیا میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو خداوند عالم اس کو اس قدر دراز کرے گا اور بڑھائے گا کہ میرے اہلبیت میں سے ایک مرد جو میرا ہمنام ہوگا۔ حکومت کرے گا۔ یہ حدیث بھی حسن اور صحیح ہے۔

۳۔ میری امت میں مہدیؑ ہوگا جو ظاہر ہوگا اور پانچ یا سات یا نو سال تک رہے گا اور جب اس کے پاس آکر کوئی کہے گا کہ اسے مہدی دیجیے تو وہ اس قدر دیں گے۔ جس قدر وہ کپڑے میں اٹھا سکے گا۔

اس روایتہ میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ اہل سنت میں بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ پیدا ہوگا۔ مگر روایتہ میں (لفظ یولد) پیدا ہوگا نہیں ہے۔ بلکہ یخرج یعنی موجود ہوگا اور اس موقع پر ظاہر ہوگا۔ دوسرے پانچ سات۔ نو سال (مختلف حسابوں سے) یہ شمار بتلاتا ہے کہ اسی وقت پیدا نہیں ہوں گے ورنہ وہ پانچ یا ۹ سال کی عمر کے نہیں ہوں گے بلکہ پوری عمر کے ہوں گے۔ ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ یہ روایت حسن ہے۔ اور دوسری طرح بھی یہی روایتہ مذکور ہوئی ہے۔

شارح ترمذی

امام ابن العربی مالکی نے ترمذی مطبوعہ ۱۳۵۲ھ کی شرح اسی کتاب میں لکھی ہے وہ کہتے ہیں (ترمذی جلد نہم ص۷۵) (۱) عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے اور وہ جسمانی حیثیت سے آسمان پر زندہ ہیں جیسا کہ میں نے تفسیر اور کتاب سراج المریدین میں لکھا ہے۔

۲۔ ابن العربی نے امامکم منکم کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ وہ امام مسلمانوں میں سے اور قریش سے ہوگا اور وہ مہدی ہوگا۔ اس کی دلیل میں صحیح ترمذی کی مذکورہ روایات لکھی ہیں۔ اور ابوداؤد کی روایات سے اس کی توضیح کی ہے۔ جس کو ہم ابوداؤد کی صحیح

سے لکھیں گے۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ابو عیسیٰ نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ اور غالب (بوجہ حق) رہے گا۔ قیامت تک تو حضرت عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آیئے اور نماز پڑھایئے تو وہ کہیں گے کہ نہیں میں نہیں پڑھاؤں گا۔ اس لیے کہ آپ میں سے ایک دوسروں پر امیر ہے اس امتہ کی عزت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ نماز نہیں پڑھائیں گے بلکہ امام مہدیؑ پڑھائیں گے جیسا کہ روایتہ میں ہے کہ آپ مسلمانوں کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ وین محمدی اور ان کی شریعت کے تابع ہوں گے۔ پھر ابن العزبی لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں عیسیٰ کو مہدی کہا گیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمنام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا بھی مہدی نہ ہو۔

(انہوں نے ۵۴۳ھ میں وفات پائی)

صحیح ابوداؤد نمبر (۴)

کتاب المہدی حدیث ۴۲۸۲۔ سنن ابوداؤد جزو چہارم صفحہ ۱۰۶

لولم یبق من الدنیا الا یوم وقال زائدۃ فی حدیثہ لطول اللہ ذالک الیوم (ثم اتفقوا) حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی (زاد فی حدیث فطر) ویملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً۔

حضرت نے فرمایا کہ اگر دنیا میں صرف ایک دن باقی رہ جائے (یہاں زائدہ نے اپنی حدیث میں اتنا اور لکھا ہے) تو اللہ اس دن کو بڑھا دے گا (پھر رواۃ بالاتفاق بیان

کرتے ہیں) یہاں تک کہ اللہ اس دن ایک شخص جو مجھ سے ہے یا میرے اہلبیت سے مبعوث کرے گا اور بھیج دیگا وہ میرا ہمنام ہوگا اور اس کے والد کا نام میرے والد کے ہمنام ہوگا (اب حدیث قطر میں یہ فقرہ اور زائد ہے) کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیساکہ وہ ظلم سے لبریز ہوئی تھی۔

۲۔ اس کے بعد دوسری حدیث (نمبر ۴۲۸۳) بھی اسی مضمون کی ہے۔

۳۔ تیسری حدیث حضرت ام سلمہ ام المومنین سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا کہ وہ حضرت فرماتے تھے کہ مہدی میری اولاد میں اولاد فاطمہؑ سے ہوگا حدیث نمبر ۴۲۸۴ و نمبر ۴۲۸۵) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مہدیؑ مجھ میں سے ہے (میری نسل سے) کھلی پیشانی ستواں ناک والا ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیساکہ ظلم وجور سے بھری تھی۔

۵۔ پانچویں حدیث بھی تقریباً اسی مضمون کی ہے۔ اس میں صرف اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر شام سے آئے گا اور وہ مکہ مدینہ کے درمیان دھنس جائے گا۔ یہ دیکھ کر شام کے لوگ بھی کعبہ میں رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے وہ سنت نبوی پر عمل کرے گا اور اسلام اس دن سکون حاصل کرے گا۔ (خلاصہ)

۶۔ قتادہ سے بھی اسی قسم کی روایتہ ہے۔

۷۔ حدیث معاذ اور ام سلمہ بھی تقریباً اسی مضمون کی ہے۔

۸۔ اس حدیث میں بھی لشکر شام کے زمین میں دھنس جانے کا ذکر ہے۔

۹۔ ایک اور حدیث میں بھی ایسے شخص کے ظہور کو لکھا ہے۔ جو خلق میں نبی کا مشابہ ہوگا۔ اب ایسی معتبر صحیح کے بعد انکار سوائے ہٹ وھرمی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور انکار صرف آل محمدؐ کی دشمنی اور ان کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی (ابوداؤد نے ۲۷۵ھ میں وفات پائی)

صحیح ابن ماجہ نمبر (۵)

۱۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اہل عرب کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ جب وہ نماز صبح کے لیے آگے بڑھیگا تو حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے اور مسلمانوں کے امام پیچھے ہٹیں گے تاکہ حضرت عیسیٰ نماز پڑھائیں تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ تم آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ۔ یہ نماز تمہارے ہی لیے قائم کی گئی ہے (سنن ابن ماجہ جلد دوئم صفحہ ۵۱۲)۔

۲۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم اہل بیت ہیں ہمارے لیے اللہ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کیا ہے۔ اور یہ میرے اہلبیت عنقریب میرے بعد بلا و امتحان میں مبتلا ہوں گے۔ اور لوگ ان کی اطاعت نہیں کریں گے اور ان کو پراگندہ کیا جائے گا مشرق کی ایک قوم لڑکر فتح پائے گی اور وہ کچھ نہیں سنیں گے جب تک حکومت میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو نہ دیدیں گے۔ جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسا کہ ظلم و جور سے بھری تھی۔
(ابن ماجہ جلد سوئم صفحہ ۵۱۸) (خلاصہ روایتہ)

(۳) میری امتہ میں مہدی ہوگا کم از کم سات سال ورنہ ۹ سال حکومت کرے گا۔ میری امت وہ نعمتیں حاصل کرے گی جو پہلے نصیب نہیں ہوئیں۔ ایک آدمی اٹھ کر یہ کہے گا کہ اے مہدی مجھ کو دیجیو تو وہ کہیں گے کہ لو۔ (خلاصہ روایتہ)
ابن ماجہ جلد دوئم صفحہ ۵۱۸۔

(۴) خلاصہ روایت۔ جس وقت وہ فتح کرے گا تو تم اس کی بیعت کر لینا اس لیے کہ وہ خدا کا خلیفہ مہدیؑ ہے (ابن ماجہ جلد دوئم صفحہ ۵۱۹)

(۵) مہدی ہم اہل بیت میں سے ہے۔ (ابن ماجہ جلد دوئم صفحہ ۵۱۹ طبع مصر)

۶۔ سعید بن مسیب ام سلمہ ام المومنین سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ص نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوگا۔

۷۔ رسول اللہ ص فرماتے ہیں کہ ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں ہیں اور حمزہ اور علیؑ اور جعفرؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور مہدیؑ (ابن ماجہ جلد دوم صـ ۵۱۹

۸۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مشرق کے لوگ اٹھیں گے اور مہدی کے لیے حکومت قائم کریں گے۔ سنن ابن ماجہ جلد دوم صـ ۵۱۹) ابن ماجہ نے ۲۷۳ھ میں وفات پائی ہے مسلمانوں میں چھ کتابیں صحاح ستہ کہلاتی ہیں۔ یعنی صحیح احادیث کی چھ کتابوں میں پانچ پر اتفاق ہے چھ پر اختلاف ہے۔ زیادہ اہل علم صحیح نسئی کو مانتے ہیں اور کچھ دار قطنی کو بہرحال اتنی معتبر کتابوں کے بعد اگر کوئی جاہل حدیث امام مہدیؑ کا انکار کر دے تو سمجھ لیجیے کہ وہ خود مہدی بن جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔ یا اتنی معتبر رواۃ کو جھوٹا مان رہا ہے اور ان صحاح والوں کو احمق سمجھ رہا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل) ان کتب کے بعد سب سے زیادہ معتبر کتاب مسند احمد حنبل ہے۔ ان کے ماننے والے حنبلی کہلاتے ہیں۔ اور آج کل نجدی انہیں کے جانب منسوب ہیں اور حنبلی کہلانا شاید پسند نہ کرتے ہوں۔ بہرحال اس مسند کا خلاصہ ہم تحریر کر کے باب احادیث بند کرتے ہیں۔ ورنہ دیگر درجنوں کتابوں میں علمائے اسلام اور راویوں نے امام مہدیؑ کے لیے روایات لکھے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل (خلاصہ)

انہوں نے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ اس حساب سے یہ تیسری صدی کے محدث ہیں اور بخاری سے پہلے مسند کو جمع کر چکے ہیں (خلاصہ روایات) جلد اول۔ مسند احمد بن حنبل۔

(۱) نبی ارشاد فرماتے ہیں کہ مہدی ہم اہل بیت سے ہیں۔ اللہ ایک رات میں ان کے لیے بہتری پیدا کر دے گا۔

(۲) رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں صرف ایک دن باقی رہ جائے گا تو خدا ہم میں سے ایک آدمی بھیج دے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے ظلم وستم سے بھری ہے (مسند طبع مصر ص۹۹)

(۳) دنیا ختم نہ ہوگی جب تک عرب کا مالک میرے اہلبیت میں سے میرا ہمنام نہ ہوگا۔ (مسند ص۳۷۶)

(۴) یہی روایت دوسرے راوی سے منقول ہے (مسند ص۴۴۸)

(۵) جلد سوم مسند۔ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے ایک شخص مالک (زمین) نہ ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسا کہ پہلے ظلم سے بھری تھی (مسند ص۱۷)

(۶) میری امت میں مہدی ہوگا۔ سات آٹھ یا نو سال رہے گا۔ زمین کو عدل وانصاف سے لبریز کر دے گا۔ (مسند ص۲۱)

(۸) ابوسعید خدری سے مثل حدیث نمبر (۷) ص۲۶ مسند

(۹) آنحضرتؐ نے فرمایا میں تم کو مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو آدمیوں کے اختلاف اور ان میں تزلزل کے بعد ظاہر ہوگا زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیگا جیسا کہ وہ ظلم وجور سے بھری تھی۔ اس سے زمین وآسمان کے باشندے رضامند ہو جائیں گے خوب مال عطا کریگا (مسند ص۳۷)

(۱۰) مثل حدیث نمبر (۷) مسند ص۵۲)

مسند حنبلی معتبر اور قدیم کتاب کی ان روایات کے بعد محض متعصب اور دشمن اہلبیت ہی اس نفس قدسیہ کا انکار کر سکتا ہے

دیگر کتب

ہم نے صرف مشہور کتب کی روایات لکھی ہیں۔ ورنہ سینکڑوں جگہ کتب میں ان کا ذکر ہے۔ جن کو مفصل حالات کا شوق ہو وہ ان مشہور کتب کی طرف رجوع کریں یہ سب کتب اہل سنت ہیں

۱۔ ینابیع المودۃ علامہ قندوزی طبع قسطنطنیہ ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۴۲۱

(۲) ارجح المطالب۔ مطبوعہ لاہور۔ مولفہ مولوی عبید اللہ بسمل صفحہ ۴۶۵

(۳) مشارق الانوار۔ علامہ حمزاوی طبع مصر صفحہ ۱۵۱

(۴) اسعاف الراغبین علامہ شیخ محمد الصبان طبع مصر صفحہ ۱۵۰

(۵) منصب امامت محمد اسماعیل شہید (فی الجہاد) صفحہ ۹۴

(۶) وسیلۃ النجات۔ علامہ زمانہ ملا مبین فرنگی محلی صفحہ ۴۱۵

(۷) تشریف البشر۔ مطبوعہ آگرہ ۱۳۰۰ھ صفحہ ۳۵۔

(۸) مطالب السئول۔ ابن طلحہ شافعی صفحہ ۲۹۳

(۹) شواہد النبوۃ۔ مولانا عبد الرحمن جامی صفحہ ۱۵۲

(۱۰) تاریخ آل محمد۔ قاضی زنگہ زوری۔ آقائے بہلول بھجت آفندی صفحہ ۱۳۷

(۱۱) دراسات اللبیب۔ ملا معین۔ الشہید السندی صفحہ ۱۹

(۱۲) جمع الفوائد۔ اس میں ۱۴ اصحاح اور مسندوں کا خلاصہ ہے۔ جلد دوم صفحہ ۲۹۱

(۱۳) ہدیۃ المہدی۔ امام اہل حدیث علامہ وحید الزماں "ہدایۃ المہدی مقدمہ ظہور صاحب الزمان" (تحریر ٹائیٹل پیج) اشارات برائے امام زمانہ صفحہ ۳ صفحہ ۱۰۳ و صفحہ ۱۱۹ اور ان کے اسم مبارک کا ذکر۔

(۱۴) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری طبع مصر صفحہ ۹۳

(۱۵) نورالابصار۔ علامہ شبلنجی طبع مصر صـ۱۸۵۔

(۱۶) مستدرک حاکم۔ طبع حیدرآباد جلد چہارم صـ۵۵۷

(۱۷) الیواقیت والجواہر۔ علامہ شعرانی جلد دوئم۔ طبع مصر صـ۱۴۲

(۱۸) جامع الصغیر۔ سیوطی۔ جلد دوئم طبع مصر صـ۱۵۸

(۱۹) کتاب المہدی۔ عن ابی نعیم۔ اس کا ذکر جامع صغیر میں جلد دوئم صـ۱۵۸ پر ہے۔

(۲۰) روح البیان برسیوی جزء ۱۳۔ صـ۳۴۶۔

(۲۱) صواعق محرقہ۔ ابن حجر ہیتمی مکی۔ طبع مصر صـ۹۷۔ مدح اور ذکر مہدیؑ میں روایات جمع کی ہیں اور بہت مفصل ذکر کیا ہے۔

(۲۲) کنزالعمال۔ جلد پنجم صـ۲۱۸۔

(۲۳) تذکرہ خواص الامتہ۔ عبدالرحمن ابن جوزی۔ طبع طہران صـ۲۰۴۔

(۲۴) المہدی الی ماورد فی المہدی۔ ابن طولون مورخ دمشق۔ اس کا ذکر شذرات الذہب ابن طولون نے شذرات الذہب نے بھی روایتہ کی ہے۔

(۲۵) البیان فی ذکر صاحب الزمان۔ علامہ گنجی (موجود کتب خانہ) اس میں دلائل غیبت اور وجود امام ہیں

(۲۶) اتحاف علامہ شبراوی طبع مصر۔ صـ۶۲ صـ۶۹۔

(۲۷) کشف المخفی، فی مناقب المہدی۔ ذکرہ صاحب البیان علامہ گنجی شافعی صـ۱۴۳۔

(۲۸) فصل الخطاب۔ علامہ خواجہ محمد پارسا۔ اس کا ذکر صاحب ینابیع المودۃ علامہ قندوزی طبع قسطنطنیہ مفصل صـ۳۸۶ پر کیا ہے۔

(۲۹) کتاب البجتہ۔ عن ہاشم ابن سلیمان۔ نقلہ صاحب ینابیع المودۃ صـ۱۲۱

ضروری نگارش

بارہویں امام کے زمانہ میں حکومت نے اور ان کے سیاسی شعیدہ بازوں نے اور مخالفین ائمہ اثنا عشر نے ۔ اور بعد والے مدعیان امامت نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ امام حسن عسکریؑ کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ اس لیے بارہ کا سلسلہ ناتمام رہا ۔ اور غیبت بھی نہیں ہوئی ۔ جب اولاد ہی نہ تھی تو پھر سوال غیبت بھی نہیں رہے گا ۔ مگر یہ دروغ اہل تاریخ و سیر کی نظر میں فروغ نہ پا سکا ۔ اور سوائے جاہلان تاریخ و سیر اہل انصاف و فکر کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں رہی ۔ ہم یہاں چند کتب کے حوالہ پیش کرتے ہیں ۔ جس سے اس جھوٹ کا پول کھل جائے گا ۔ امام حسن عسکریؑ کے فرزند پیدا ہونے کا حسب ذیل کتب میں تذکرہ موجود ہے ۔

(۱) صواعق محرقہ ۔ ابن حجر مکی ۔ طبع مصر ۔ صـــ۹ـــ ۔

(۲) تاریخ خمیس ۔ دیار بکری ۔ مطبع مصر ۔ صـــ۳۲۱ـــ ۔

(۳) ینابیع المودۃ ۔ علامہ قندوزی ۔ طبع استنبول ۔ صـــ۳۶۶ـــ و صـــ۴۵۲ـــ ۔

(۴) روایۃ السیب ۔ و الیقین المالع لاتحاد المسلمین ۔ طبع اسکندریہ مصر ۔ مؤلفہ کاظم المیلاتی ۔ امام حسن عسکریؑ نے سوائے اپنے فرزند ابی القاسم محمدؑ اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا ۔

(۵) تاریخ ابی الفداء ۔ جزء دوم صـــ۴۹ـــ امام عسکریؑ کے فرزند محمدؑ منتظر ہیں ۔

(۶) اتحاف بحب الاشراف ۔ علامہ شبرادی طبع مصر صـــ۱۷۹ـــ ۔

(۷) روایح المصطفی ۔ صدر الدین حنفی ۔ طبع کانپور صـــ۱۲۷ـــ ۔ آپ کے اولاد میں صرف ابو القاسم محمدؑ تھے ۔

(۸) تاریخ ابن خلکان ۔ جلد اول طبع مصر صـــ۴۵۲ـــ و جلد ثالث صـــ۳۱۶ـــ ۔

(۹) شواہد النبوۃ - ملا جامی - طبع ہند ص ۲۹۳

(۱۰) مطالب السئول - محمد ابن طلحہ شافعی - طبع ہند ص ۲۹۳

(۱۱) کنز المصائب (یہ کتاب ۱۲۶۷ھ میں حسب فرمائش آغا خاں وقت لکھی گئی) ص ۶۰۸ ابن الحسن العسکریؑ

(۱۲) اسعاف الراغبین - علامہ صبان - طبع مصر ص ۱۳۹ - پورا شجرہ تحریر کیا ہے۔

(۱۳) الیواقیت والجواہر - علامہ شعرانی - جلد دوئم ص ۱۴۳ - محمدؐ ابن حسن عسکری ہیں۔

(۱۴) فصول المہمہ ابن صباغ مالکی ص ۳۰۸۔

(۱۵) شذرات الذہب درذکر آئمہ اثنا عشر - آخر کتاب میں مصنف نے خود ایک قصیدہ لکھا ہے۔ ان کا نام مورخ دمشق محمد ابن طولون ہے۔ اس قصیدہ میں ائمہ اثنا عشر کا ذکر کیا ہے اور فرزند امام حسن عسکریؑ لکھا ہے۔ (شذرات الذہب طبع بیروت ابن طولون حنفی ص ۱۱۸)

(۱۶) تذکرہ خواص الامتہ - عبدالرحمن ابن جوزی ص ۲۰۴۔

(۱۷) علامہ حصکفی نے اپنے قصیدہ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (شذرات الذہب ابن طولون طبع بیروت ص ۱۱۷)۔

(۱۸) روضۃ المناظر - ابن شحنہ حنفی طبع مصر - برحاشیہ تاریخ کامل جلد یازدہم ص ۱۵۹ و برحاشیہ مروج الذہب ص ۲۹۴۔

(۱۹) تاریخ ابن الوردی - اس کا ذکر (نور الابصار شبلنجی طبع مصر ص ۱۸۶) میں ہے

(۲۰) فصل الخطاب علامہ محمد پارسا بخاری - ان کی تحریر ینابیع المودۃ طبع قسطنطنیہ میں ص ۴۸۶ پر موجود ہے

ہم یہاں ان چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں یہ تمام وہ کتب ہیں کہ جن میں امام دوازدھم کی ولادت کا حال تو تحریر ہے - لیکن وفات کا حال کسی کتاب میں نہیں ملتا۔

حالانکہ دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے سنہ وفات سب سے لکھے ہیں۔ مگر اس امام کا سنہ وفات نہیں ملتا۔ اس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ ذات منتظر موجود اور زندہ ہے۔ اور یہ اسی کا تصرف روحانی ہے کہ ان میں سے کسی کو جرأت تحریر یہ سنہ وفات نہیں ہوئی۔ اب اگر ایک آدھ روایتہ کوئی تخمینی طور پر لکھ دے تو وہ قابل توجہ نہیں

وجود حجتہ خدا ہر زمانہ میں ضروری ہے

ہم پیشتر آیات قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک ہادی بقائے دین کے لیے ضروری ہے۔ اگر وہ نہ ہوگا تو خدا کی حجتہ بندوں پر قائم نہ رہے گی (دیکھیے صفحات صد ۲۳ و مابعدہ) اور یہ قدرت کی کھلی ناانصافی ہوگی (معاذ اللہ) کہ ایک بہکانے والا ہماری گردن پر مسلط کر دیا جائے۔ جس کا کھلا اعلان یہ ہو کہ۔

(۱) لاغوینّھم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین (ص ۳۸) تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو بہکاؤں گا۔

(۲) لاقعدنّ لھم صراطك المستقیم (اعراف ۷) میں ان کی تاک میں تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھ جاؤں گا۔

(۳) آیۃ۔ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین (اعراف ۷) پھر میں ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور دائیں بائیں سے ان کے پاس پہنچوں گا اور تو ان میں سے زیادہ کو شکر گزار نہ پائے گا۔

(۴) (آیۃ) لازینن لھم فی الارض ولاغوینھم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین۔

(سورہ حجر ۳۹ ۴) سامان گمراہی کو ان کے لیے زینت دوں گا۔ اور سوائے خالص بندوں کے سب کو بہکاؤں گا خداوند عالم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

(۵) لمن تبعك منهم لاملئن جهنم منكم اجمعين ۔ (اعراف ۷) جو تیری پیروی کریں گے میں ان سب سے جہنم بھر دوں گا۔ اب یہ اتصاف جل و نزی سے عقلاً دور ہے کہ وہ ایسی ذات کو تو ہم پر مسلط کر دے ۔ جو صراط مستقیم پر بھی ہم پر ہر چہار جانب سے حملہ کر دے اور پھر خدا ان لوگوں میں جو بھٹک جائیں ان سے جہنم بھی بھر دے ۔ لیکن شیطان کے متوازی اور اس کی رو میں اور اس کے بچانے کے لیے کوئی سامان نہ کرے، نہ اپنے بندوں کی مدد فرمائے ۔ یہ بات کس قدر عقل سے دور ہے تو قدرت نے ضرور اس کے دفعیہ کا سامان کیا ہے۔

(۶) اذ جاءتهم الرسل من بين ايديهم ومن خلفهم الا تعبدوا الا الله ۔ (حم سجدہ ۴۱) شیطان سے بچانے کے لیے پیغامبر ان کے سامنے اور پھر پشت کی جانب سے آئے اور کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی اطاعت نہ کرو۔

یہ سامان تھا جو قدرت نے شیطان کے متوازی اور مقابل میں اپنے بندوں کے لیے رکھا۔ اور چونکہ اس کو قبل قیامت تک زندگی دیدی گئی تھی اس لیے برابر انبیاء نے ہدایت کا سلسلہ باقی رکھا۔

اب حیرت انگیز امر ہے کہ ہمارے نبی کے بعد سلسلہ انبیاء اور رسل تو ختم ہو جائے اور شیطان کا وجود مع اس کی گمراہ کن حرکتوں کے باقی رہے ۔ یہ بات کس قدر خلاف عقل و رحم خداوندی کے خلاف ہے ۔ مگر خدا کے رحم اور انصاف کا قائل صرف مذہب شیعہ ہے ۔ جو یہ کہتا ہے کہ دنیا میں اگر شیطان کا سلسلہ گمراہی باقی ہے تو خدا کی جانب سے زمین پر ایک حجت بھی باقی رہے گی ۔ جو شیطان کی خفیہ گمراہیوں

کا سد باب کرتی رہے گی۔ اس لیے نبوت کے ختم ہونے پر اس سلسلہ رشد و ہدایۃ کا بار: آئمہ اہلبیت ع نبی نے اٹھایا اور جب حسب تحریر سابق بارہ سے زیادہ ان کی تعداد بڑھ نہیں سکتی تھی تو قدرت نے نبی کے بارہویں اولاد کو قیامت تک زندہ رکھا۔

اب روحانی قوتوں سے نافہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس امام سے کیا فائدہ جو یہاں آ کر لیڈری نہیں کرتا۔ سامنے آ کر لکچر نہیں دیتا۔ اور ہدایت کے راستے واضح نہیں کرتا۔ کس طرح زندہ ہے۔ کہاں رہتا ہے۔ کیا کھاتا پیتا ہے۔ اس کا قیام کہاں ہے۔ تو قرآن پاک نے جو شیطانی قوتیں بتلائی ہیں۔ اور اس کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس پر انہوں نے غور ہی نہیں کیا۔ خدا کی آخری کتاب تبلاتی ہے۔

(۱) قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم۔ (سورہ حجر ۱۵) شیطان نے کہا کہ مجھ کو قیامت تک کی مہلت دے۔ کہا کہ جا۔ وقت مقررہ تک تجھ کو مہلت زندگی دیدی۔

اب اہل انصاف بتلائیں کہ زندہ ور کا۔ اور شیطان کو تو خدا اتنے دن کی مہلت اور زندگی دے سکتا ہے۔ مگر معصوم اور نورانی بندوں کو اس کے مقابلہ کے لیے اتنے دن زندہ نہیں رکھ سکتا۔ زندگی کے قائل ہیں مگر شیطان کے لیے اور منکر ہیں اولاد رسول کے لیے یہ ہٹ دھرمی اور ناانصافی نہیں تو کیا ہے۔

اب رہا مقام امام۔ تو جس دن آپ اپنے شیطان کا مقام و مکان بتلا دیں گے اسی دن ہم امام کا مقام بتلا دیں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ امام آخر کیوں نہیں بتلاتا۔ اور کیوں نہیں لکچر دیتا۔ تو یہاں دو مختلف حکومتیں ہیں۔ ایک گمراہی کی ایک ہدایۃ کی۔ گمراہی والے کس دن سامنے آئے۔ منکرین وجود امام نے کس دن شیطان کے درشن کئے۔ کسی دن اس کی تقریر سنی۔ کس دن اس کو گمراہ کرتے دیکھا۔ یہ سب کام تو

اس کی رعیت اور اس کے فرمانبردار اشخاص کرتے ہیں وہ تو۔

(۲) یوسوس فی صدور الناس (ناس ۱۱۴) وہ دلوں میں وسوسہ اور شک ڈالتا ہے

(۳) ان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم۔ (انعام ۱۲) شیاطین اپنے مریدوں کو وحی کرتے رہتے ہیں۔ تعجب ہے مسلمانوں پر کہ وہ شیطانی قوتوں کے قائل ہیں وہ دنیا بھر میں وسوسے ڈالتا ہے۔ بھکاتا ہے اور پھر خفیہ احکام پہنچاتا ہے اور پھر زندہ ہے اور غائب ہے۔ دلوں پر حکومت کرتا ہے اور بھکاتا ہے مگر حیرت ہے کہ امام کے لیے ان قوتوں کا انکار ہے۔ اور شیطان کے لیے اقرار جب ایک ذات پوشیدہ اور غائب رہ کر صراط مستقیم سے ہٹا سکتی ہے تو دوسری ذات غائب رہ کر صراط مستقیم پر لگا بھی سکتی ہے اور جب تک شیطان کی ذات آزاد ہے۔ عدل خداوندی یہ ہے کہ وہ شیطانی مقابلہ کے لیے۔ بطریق عدل و انصاف ایسی ذات ضرور باقی رکھے۔ جو شیطان کی قوتوں کا مقابلہ کرے اور اس کی گمراہی کے مقابلہ میں ہدایت کا باعث ہو اور جیسے زمانہ وجود شیطان سے خالی نہیں رہا۔ اسی طرح وجود حجتہ خدا سے خالی نہ رہے۔ حضرت آدمؑ کو جب جنت سے نکالا ہے تو حکم دیا (قلنا اھبطوا منھا جمیعا ۔ بقرہ ۳۸) تم دونوں ساتھ زمین پر اترو۔ شیطان سارے فساد کا بانی تھا۔ بے شک اس کو نکالا۔ تو حضرت آدمؑ کو کچھ دن کے لیے روک لیتا اور کچھ عرصہ بعد بھیجتا۔ تو آدمؑ کی بات بھی بنی رہتی دس بیس سال بعد زمین پر اتار دیتا۔ لیکن راز اس میں یہ ہے کہ اگر خداوند کریم جنت سے نکال کر صرف شیطان کو زمین پر بھیجتا اور آدم ساتھ نہ آتے تو اتنے عرصہ کے لیے زمین حجتہ خدا سے خالی رہ جاتی۔ چونکہ گمراہ کنندہ زمین پر آرہا تھا۔ حجتہ رہبر کو بھی ساتھ بھیج دیا۔ یہ رحمت و عنایت ایزدی تھی کہ زمین حجتہ خدا سے خالی نہیں رہی۔
گزشتہ صفحات میں جن آیات کو ہم نے لکھا ہے۔ وہ بالا اعلان اس اصول نہ

انصاف کو بتلا رہی ہیں تو جو شیطان کی۔ حیات۔ طول عمر۔ تا وقت معلوم بقا اور علیت اور اس کی اشرار پر حکومت کے قائل ہیں۔ وہ کس منہ سے کس اصول سے کس عقل سے امام کے لیے اس کا انکار کر سکتے ہیں اور وہ اگر اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون (قرآن) ہم نے اپنے ماں باپ کو منکر اور اسی خیال کا پایا تو ہم انہیں کی روش پر چلتے رہیں گے۔ تو یہ مقام تحقیق نہ ہوگا بلکہ ایسی پیروی ہوگی جس کو قرآن نے غلط روش کہا ہے۔

مقابل شیطان

مبادا کہہ دیجیے کہ شیطان کے مقابلہ میں خدا ہم کو ہدایت کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ نے شیطان کا مد مقابل خدا کو بنا دیا۔ تو یہ سنت الہیہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر وہی ہدایت کے لیے کافی تھا تو پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کیوں بھیجے کیونکہ ان بندگان خاص کو قتل کرایا۔ مصائب میں مبتلا کیا اوّل ہی سے خود شیطان کے مقابلہ میں ڈٹا رہا۔ لیکن اس کی سنت ہمیشہ یہ رہی ہے کہ شیطان کے مقابلہ کے لیے لگاتار انبیاء بھیجتا رہا۔ اور سلسلہ ہدایت کبھی بند نہیں کیا۔ نہ کرے گا ہمیشہ اس کی حجت دنیا میں باقی رہے گی۔ جس کو کتاب و سنت دونوں بتلا رہے ہیں۔

ثم ارسلنا رسلنا تترا (مومنون پ ۱۸ ولقد) ہم نے لگاتار اپنے رسول بھیجے تاکہ سلسلہ ہدایت قطع نہ ہو۔ اب کیوں ایسا نہیں ہے کیا۔ معاذ اللہ خدا ہادی بھیجتے بھیجتے تھک گیا تھا؟۔ اس امت پر کیوں یہ مہربانی نہیں فرمائی۔ کیوں سلسلہ ہدایت بند کر دیا۔ جب انبیاء و رسل کا سلسلہ مقصد ہدایت اور مقابلہ شیطان کے لیے تھا۔ تو اب وہ مقصد کہاں گیا۔ یاد رکھیئے کہ اب وہ مقصد امام زمانہ سے پورا ہو رہا ہے۔ اور سلسلہ ہدایت روحانی ان کے دم سے وابستہ ہے اور الحمد اللہ شیعہ

یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ زمین شیطان سے خالی نہیں تو حجتہ خدا سے بھی خالی نہیں۔ متوازی قوتیں ساتھ ساتھ ہیں۔ وہ چھپ کر گمراہ کرتا ہے یہ غائب رہ کر ہدایتہ فرماتے ہیں

کیا غائب سے ہدایتہ ہو سکتی ہے!

(۱) ہادی صفتہ الٰہیہ ہے۔ اصل اور حقیقی ہادی وہی ہے۔ مگر وہ کن کو ہدایت کرتا ہے۔
ان اللہ لھادی الذین آمنوا (حج ۲۲/۵۴) اللہ صرف ان کو ہدایت کرتا ہے۔ جو قبول ایمان کے لیے آمادہ ہوں یا صرف مومنوں کو پھر اس کا طریقہ ہدایت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے خاص بندوں کو ہدایت کرتا ہے پھر وہ بندے اپنی امت اور انسانوں کو ہدایت کرتے ہیں۔

لھدی بہ من نشاء من عبادنا و انک لتھدی الی صراط مستقیم (شوریٰ ۴۲/۵۲)

اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور تم سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہو۔ آیتہ نے صاف اعلان کر دیا کہ خدا ان بندگان خاص کو ہدایت کرتا ہے اور یہ بندگان خاص عام کو ہدایت کرتے ہیں۔ اور یہ ہدایت یافتہ بھی جانتے ہیں کہ خدا ان بندگان خاص کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے۔ اس لیے ان کی ہدایتہ کو وہ عین ہدایت خدا سمجھتے ہیں۔ ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق (اعراف ۷/۴۳) اگر خدا ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایتہ نہیں پا سکتے تھے ہمارے خدا کے پیغامبر حق کے ساتھ آئے۔ یا حق لے کر آئے۔
معلوم ہوا کہ سلسلہ ہدایت ان پیغامبروں کے ذریعہ سے تھا۔ اور وہی خدا و بندوں کے درمیان واسطہ تھے۔

خدا نے ہمیشہ غائب رہ کر ہدایت فرمائی۔ کبھی ان رسولوں اور ہادیوں کے سامنے نہیں آیا۔ تو اگر غائب ذات ہدایت نہ کر سکتی تو رسل ہدایت سے محروم رہتے اور ان کی ہدایت ہم تک بھی نہ پہنچتی۔ بے شک ہادی اول و مطلق و حقیقی صرف خدا ہے۔ مگر نہ تو کبھی آکر لکچر دیا۔ نہ ہاتھ تھام کر راستہ پہ ڈالا۔ نہ کبھی سامنے آیا۔ پھر ہادی ہے۔ معلوم ہوا طریقہ کار ہم سے مختلف ہے۔ ہم کو ہدایت کے لیے سامنے آنے کی ضرورت ہے۔ تقریر و تحریر سے بتلانا ضروری ہے۔ مگر اس غائب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ سامنے آئے۔ وہ تو وحی و الہام سے بندگان خاص کو ہدایت فرماتا ہے اور وہ عالم کو ہدایت کرتے ہیں تو وہ ذات واحد غائب رہ کر ہدایت کرتی ہے اور گمراہ کرنے والا شیطان بھی غائب ہے۔ مگر وہ اپنے وحی اور وسوسہ کے ذریعہ سے غائب رہ کر گمراہ کرتا ہے۔ تو اگر اللہ کسی غائب کو مقابلہ شیطان اور ہدایت کے لیے طول عمر اور غیبت دے کر ہادی بنا دے تو کس اصول عقل یا اصول قرآن و سنتؐ کے خلاف ہوگا۔

عقل و روح اور لاشعور

۲۔ عقل ہماری راہ نما اور غائب ہے۔ روح ہمارے اعضاء کی حاکم ہے۔ اور اعضاء اس کے اشاروں پر چلتے ہیں حالانکہ روح غائب ہے۔ موجودہ زمانہ میں ایک اور غائب قوت کا ذکر اہل فکر کرتے ہیں۔ جس کو وہ لاشعور کا نام دیتے ہیں۔ اور وہ خطرات سے باخبر کرتی ہے۔ لیکن غائب ہے۔ ہم یہ بحث آیندہ کریں گے کہ اس لاشعور کا محرک کون ہے اور یہ آگاہی اس میں کہاں سے آتی ہے۔ اس کا محرک کون ہے۔ یہاں تو صرف یہ بحث ہے کہ آیا کوئی غائب وجود ہدایت کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس میں ہمارا اور مخالفین کا یہ نظریہ تو ایک ہے کہ ایک غائب ہستی شر اور بدی کی محرک ہے۔ جس کا نام شیطان ہے۔ ہمارے

مخالفین اس کے منکر ہیں کہ ہدایت کوئی غایب ہستی نہیں کر سکتی نہ وہ نیکی کی محرک ہو سکتی ہے۔ تو ان کا یہ قول قرآن کے تدبر سے غلط قرار پاتا ہے۔

۳۔ قرآن خبر دیتا ہے کہ شیطان ہے۔ انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم (اعراف ۲۷/۸) شیطان اور اس کا قبیلہ تم کو دیکھتا ہے۔ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اب حیرت ان عقلوں پر ہے جو ایک غائب ہادی اور رہبر کی ہدایت کے منکر ہیں۔ اور ان کے نزدیک خدا شیطان کو تو اختیار وحی اور وسوسہ اور اغوا یعنی گمراہی کی قوت اور غلبت دے سکتا ہے۔ مگر وہ یہ اقتدار اور اختیار ہدایت اپنے کسی خاص بندے کو نہیں دے سکتا۔ نہ اس کو غائب کر سکتا ہے نہ اس کو طول عمر دے سکتا ہے۔ شیطان کے لیے ان سب چیزوں کا اقرار اور امام کے لیے ان تمام چیزوں کا انکار یہ حیرت انگیز عقیدہ نہیں تو کیا ہے۔

قرآن پاک بتلا رہا ہے۔ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ (نحل ۱۴/۱۲) شیطان کا غلبہ اور اس کا تسلط ان لوگوں پر ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس سے محبت کرتے ہیں مگر کیا یہ تسلط وہ بندۂ خاص کو نہیں دے سکتا کہ جو اس سے تعلق اور محبت رکھتے ہیں وہ ان کو وہ ہدایت فرمائے حالانکہ اس نے مقابلہ شیطان کے لیے اپنے بندوں کو یہ حکومت اور تسلط دیا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے لیے فرماتا ہے ونجعل لکما سلطانا (قصص ۲۸/۴) ہم تم دونوں کو غلبہ اور تسلط دیں گے خود جناب سرور کائنات بھی اسی تسلط اور غلبہ کے لیے دعا فرماتے ہیں (اسرائیل ۱۷/۸) واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا۔ تو میرے لیے اپنے طرف سے ایک غالب اور مددگار عطا فرما دے

اب دو سلطان ہیں۔ ایک خاصان خدا دوسرا شیطان۔ ان دو متضاد قوتوں میں سے ایک کا غلبہ ہوگا۔ کسی پر ان خاصان خدا کا۔ شیطان گمراہ کریگا اور خاصان خدا

ہدایت فرمائیں گے۔

قرآن پاک میں صاف اعلان ہے۔ فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم (نحل ۶۳/۱۶) کہ شیطان نے اعمال بد کو آراستہ کرکے دکھلایا تو وہ ان کا حاکم ہے اس آیت میں صرف ایک شیطان کا ذکر ہے جو زمانہ آدم سے برابر اب تک چلا آرہا ہے۔ نیز قرآن میں شیاطین اور اولیاء الطاغوت کا بھی ذکر ہے۔ جس سے اس کے ہم مشرب اور اس کے مددگار مراد ہیں۔ مگر جہاں صرف ایک شیطان کا ذکر ہے۔ وہاں صرف وہ شیطان مراد ہے۔ جس کو خدا نے اس کے حسب خواہش اس کے سابقہ عبادات کے بدلہ میں وقت معلوم تک زندگی دے رکھی ہے وہ وقت معلوم کب تک ہے تو جس دن دنیا سے شیطنت ختم ہو جائے سمجھ لیجیے اس کی مدت ختم ہو گئی۔ اب اہل عقل غور فرمائیں کہ شیطان اعمال بد کو زینت دے اور ان پر غائب رہ کر سلطنت کرے۔ وسوسہ ڈالے۔ ان کا حاکم بن جائے۔ اغوی کرے حیات پاکر ایمان والوں کے خلاف رہے۔ یہ سب کچھ ہو۔ لیکن اگر شیطان کی قوتوں کے مقابلہ میں۔ ہدایت۔ روحانی سلطنت۔ ولایت مومنین کے لیے کسی کو حیات دیدے اور وہ اپنی قوت روحانیہ سے ایک فرقہ کو ناجی بنادے تو اس کا انکار ہے یہ صحیح ہے کہ شیطان اپنی مخالفت امام کو کبھی نہ ماننے دے گا۔ بلکہ اپنے پیروں کو ان کے خلاف رکھے گا۔ یہی ہوا۔ ہو رہا ہے۔ ہوتا رہے گا۔

یہ کیسی ناانصافی ہے کہ شیطان تو بہکا کر بہکنے والوں کا ولی بن جائے۔ اور اس کی ولایت ملعونہ . . . . قائم رہے۔ وہ غائب بھی رہے۔ گمراہ بھی کرے لیکن جو منجانب اللہ مومنین کے لیے ولی ہو نہ وہ غائب ہو سکتا ہے۔ نہ غائب رہ کر ہدایت کر سکتا ہے نہ طول حیات پا سکتا ہے۔ اس قرآن فہمی پر افسوس ہے ایسے جو ولی خدا کو نہ مانے گا۔ اس کا ولی شیطان قرار پائے گا۔ جیسی روح ویسے

فرشتے۔

اس نے جگہ جگہ نبی سے فرمایا ہے۔ قل یاایھا الکافرون۔ قل یا ایھا الذین ھادوا۔ اے نبی تم کہدو میری جانب سے میں ان کے منہ نہیں لگتا ہوں میں خود کہوں گا۔ یاایھا الذین امنوا۔ جب وہ گمراہ ہونے والوں سے خطاب نہیں کرتا تو گمراہ کرنے والے کے مقابلہ پر خود نہیں آئے گا۔ بلکہ اپنے انبیاء و ... بھیجے گا جب ان کی مدت ختم ہو جائے گی تو پھر آئمہ کو اس کے مقابلہ میں لائے گا۔ جب شیطان کی ولایت سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ تو ولی خدا سے بھی کوئی زمانہ خالی نہیں رہے گا۔ ہمیشہ اس کے مقابلہ میں ایک ولی خدا رہے گا۔ اب آپ کو اختیار ہے جس کو دل چاہے ولی مان لیں۔

(۴) قرآن واضح کرتا ہے۔ کہ صرف وجود شئے سبب ہدایت ہے خواہ وہ سامنے ہو یا نہ ہو۔ بات کرے یا نہ کرے راہ دکھلائے یا نہ دکھلائے۔ محض اس کا وجود ہدایت ہے

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین۔

(آل عمران $\frac{۳}{۱۵}$) عام ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ پہلا گھر جو آدمیوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ ہے جو مقام بکہ (مکہ) میں ہے اور وہ مبارک ہے۔ اور سارے عالموں کے لیے ہدایت ہے۔ اب ذرا انصاف سے بتلایئے کہ بیت اللہ کو تمام عالموں کے لیے ہدایت کہا گیا ہے۔ کیا تمام عالم اس کو دیکھتے ہیں۔ عالم میں صرف حاجیوں نے اس کو دیکھا ہے باقی کو یقین ہے کہ وہ عرب میں ہے۔ مگر دیکھا نہیں۔ پھر بھی وہ سارے عالموں کے لیے ہدایت ہے نہ بولتا ہے نہ امر بالمعروف کرتا ہے نہ نہی عن المنکر کرتا ہے نہ انتظام حکومت و ریاست مسلمین کرتا ہے اور پھر ہدایت ہے اور وہ بھی سارے عالموں کے لیے حالانکہ وہ صرف ایک جگہ مکہ میں موجود ہے۔ معلوم کہ محض اس کا وجود ہدایت ہے۔ تو اب انصاف کیجیے کہ جب بیت کا وجود ہدایت ہے تو جن

کو قرآن نے آیتہ تطہیر میں اہل البیت کہا ہے کیا ان کا وجود سبب ہدایتہ نہیں ہو سکتا
بیت کے قائل ہیں اور اہلبیت کے منکر۔ یہی تو سبب گمراہی ہے۔ حالانکہ بیت اور
اہل بیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بیت قبلہ جسم ہے اگر رخ ادھر نہ ہو تو نماز باطل۔ اہلبیت حب ارشاد
خداوندی فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم (ابراہیم ۱۴) کچھ لوگوں کے دل
اُدھر جھکا دے تاکہ وہ اہلبیت سے محبت کریں۔ قبلۂ دل ہیں اگر ان کی محبت نہ ہو
تو عبادت بیکار ہے۔ عام حاجی صرف بیت تک پہنچتے ہیں۔ ہم الحمد اللہ بیت کے ساتھ
اہلبیت تک پہنچتے ہیں۔ گھر تک پہنچنا کمال نہیں بہت سے جانور بھی پہنچ جاتے ہیں۔
مگر گھر والوں تک وہی پہنچتے ہیں جن کا رشتہ اور تعلق ہو۔ بیت کے لیے تو حضرت ابراہیم
و اسماعیل کو حکم دیا جاتا ہے۔ طھرا بیتی للطائفین الخ (البقرہ ۲/۱۵) تم دونوں مل کر
میرے گھر کو پاک رکھو۔ اور اہلبیت کی طہارت کا خود ذمہ لیتا ہے ویطھرکم تطھیرا
(احزاب ۳۳) وہ تم کو پاک رکھے گا۔ وہ بھی جس قدر پاک رکھنے کا حق ہے۔ اب
دونوں کا فرق آپ سمجھ لیجیے۔ خانہ کعبہ میں تو بت آ بھی گئے مگر ان نفوس نے کبھی بتوں
کو سجدہ نہیں کیا یہی کمال طہارت ہے۔ اہل انصاف غور فرمائیں کہ پتھر اور چونہ کا گھر
تو عالمین کے لیے ہدایت بن جائے اور نور کے بندے۔ طاہرین اور معصوم ہدایت نہیں
بن سکتے۔ کیا یہ مطابق عقل ہے کہ کعبہ کا وجود ہدایتہ بن جائے۔ کعبہ والوں کا وجود ہدایتہ
نہ ہو یہ ممکن نہیں۔ بیت ہدایت بن جائے اور اہل بیت ہدایتہ نہ ہو یہ نہیں ہو سکتا۔

۵۔ امتحان ہمیشہ غائب میں لیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیاء آئے جب
سلسلہ انبیاء بنی اسحاق میں ختم ہو گیا تو خدا نے حضرت عیسیٰ کو غائب کر دیا۔ اسی طرح
اولاد اسماعیل میں جب سلسلہ امامت بند ہوا تو خدا نے پھر ایک امام کو غائب کر دیا
اب ان دونوں غیبوں میں امتحان محبت ہے اور یہی دونوں آخر میں آکر نتیجہ محبت

بتلائیں گے اور جزا عطا فرمائیں گے۔

آج ہمارا جسم دلیل ہے کہ اس کو کوئی غائب سنبھالنے والا موجود ہے۔ اگر وہ غائب (روح) موجود نہ ہو یہ جسم گل سڑ کر فنا ہو جائے گا۔ تو اس طرح یہ حاضر دلیل وجود غائب ہے اسی نہج پر سمجھ لیجیے کہ

(۶) جو امامت کو نہیں سمجھتے یا اپنوں کی وجہ سے جان کر انکار کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ غائب رہنے سے کیا فائدہ۔ سامنے آئیں ہدایت کریں۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جو فائدہ نہ اٹھانے والے تھے ان کو ظہور اور سامنے آنے نے کیا فائدہ دیا۔ کیا یہودیوں نے عیسیٰ کا انکار نبوت نہیں کیا؟ کیا عیسائی ہمارے نبی پر ایمان لائے؟ سامنے دیکھا پھر انکار کر دیا۔ کیا ابوجہل۔ ابولہب۔ ابوسفیان نے انکار نہیں کیا؟ اور ان سے جنگ نہیں کی۔ گمراہوں نے دیکھ کر بھی ہدایت نہ پائی لیکن جو فائدہ اٹھانے والے ہیں وہ آج بھی غیبت نبی میں اسلام سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ہم کو بھی اسی طرح غیبت امام میں بھی روحانی فائدہ پہنچ رہا ہے آج جو فرقہ حاضر امام کو مانتا ہے۔ اس کے ماننے والے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے کتنے ہیں محض چند لاکھ ہیں۔ تو ان کی بنا پر پوچھتا ہوں کہ حاضر امام سے فائدہ اس قدر کم ہے تو پھر حاضر امام سے دنیا نے کیا فائدہ حاصل کیا۔ حاضر امام سے زیادہ فائدہ تو دنیا نے غائب امام سے حاصل کر لیا اس لیے کہ آج کروڑوں کی تعداد میں امام غائب کے ماننے والے موجود ہیں جو ان کو مان کر سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل کر رہے ہیں کہ جیسے ایک غائب خدا کو مان کر ہزاروں نقلی خداؤں اور اس کے بتوں سے بچ گئے۔ اسی طرح ایک امام غائب کو مان کر ہزاروں نقلی نبیوں نقلی اماموں نقلی خلیفوں نقلی مسیح موعود اور نقلی مہدیوں سے بچے ہوئے ہیں اور آئمہ اہلبیت کے مقرر کردہ راستوں پر چل رہے ہیں۔ اگر وہ ان کو نہ مانتے تو ان نقلیوں کے چکر

میں پھنسے رہتے اور گمراہ ہو جاتے۔ تو اعتقاد امام غائب نے ان گمراہ حاضروں سے بچا دیا۔

(۷) حواس اور اعضاء جسم ظاہر ہیں۔ مگر یہ سب ایک غائب عقل سے ہدایت و رہبری حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ عقل کسی میں موجود نہ ہو تو اس کا ہر عضو بیکار ہو جائے اور ان کی بے راہ روی صاف بتلا دے گی کہ ان میں عقل غائب موجود نہیں۔ اسی طرح گمراہ فرقے یہ بتلا دیں گے کہ ان کا کوئی امام موجود نہیں ہے۔

تمام جسم ظاہر کو روح کنٹرول کرتی ہے اور تدبیر بدن کرتی۔ حالانکہ وہ غائب ہے اگر یہ غائب نہ رہے تو بدن تباہ۔ اعضاء بے عمل ہو جائیں گے۔ تو وجود بدن اور عمل گواہی دیتا ہے کہ غائب روح موجود ہے۔ اگر بدن سڑنے لگے اور اعضاء بے عمل و بے حرکت ہو جائیں تو یہ صاف دلیل ہو گی کہ روح نہیں ہے عقل کے موجود نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہو گی کہ ایک بھی حاسہ بلکہ حواس ٹھیک نہیں رہیں گے۔ اور روح کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہو گی کہ بدن کا کوئی حصہ یا کوئی جزء عمل و حرکت نہیں کر سکے گا تو حاضر حواس غائب کی دلیل ہیں۔ نبی نے فرمایا کہ میری امت کے ٹکڑے اور فرقے ہو جائیں گے۔ مگر سب جہنمی ہوں گے۔ سوائے ایک کے۔ یہ حدیث مسلمہ فرق اسلام ہے تو اب ایک جو ہدایت یافتہ اور باقی ہے وہ ضرور کسی غائب قوت کے زور پر باقی ہے۔ ورنہ سارے فرقوں کو جہنمی ہونا لازم تھا۔ مگر ایک فرقہ جنتی کے وجود نے بتلا دیا کہ ایک قوت موجود ہے جس کی وجہ سے یہ قائم ہے اگرچہ وہ غائب ہے۔ ورنہ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ جب نبی نہیں رہے تو گمراہی عام ہو گئی صرف قدر قلیل باقی رہے وہ بھی کسی وصی و جانشین نبی کی وجہ سے یہی امیر اس زمانہ میں موجود ہے اور ایک غائب ہادی کے زیر اثر ایک فرقہ ہدایت یافتہ موجود ہے۔

(۸)۔ ہم سب غائب سے ہدایت پاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کا اقرار نہ کریں

الفاظ قرآن ۔مسلم مومن۔ کافر اور سب کے سامنے ہیں۔ مشرک۔ یہود و نصاریٰ سب دیکھتے ہیں۔ کسی سے پوشیدہ نہیں ۔ مگر ان الفاظ ظاہریہ کے دیکھنے والے سب ہدایت نہیں پاتے ۔ بلکہ ہدایت وہ پاتے ہیں جو ان ظاہری الفاظ کے اندرونی غائب اور حقیقی معانی پر غور کرتے ہیں۔ تو سبب ہدایت یہ حاضر تحریر نہیں بلکہ غائب مطالب اور معانی ہیں۔ تو جیسے معانی قرآن الفاظ میں پوشیدہ رہ کر ہدایت کرتے ہیں۔ تو جن کو نبی نے ہدایت میں مثل ِقرآن بنایا ہے اگر وہ عالم میں غائب رہ کر ہدایت کریں تو حیرت نہیں ہوگی۔

اب رہا یہ امر کہ الفاظ قرآن سے وہی فائدہ حاصل کر سکتا ہے جو عربی جانتا ہو۔ جس کو احادیث سے تعلق ہو۔ دامن نبوت سے وابستہ ہو۔ اسی طرح اس ذات سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اس سے متعلق اور وابستہ ہو۔ اور اس شریک قرآن کا قائل ہو۔ قرآن کے تو سب قائل ہیں۔ ان میں صرف ایک فرقہ ہے جو قرآن کے ساتھ اہل بیت کا قائل ہے اور دونوں سے بارشاد رسول ہدایت پاتا ہے

۹- دراصل عقلاً ہمارا امام غائب نہیں بلکہ ہم خود غائب ہیں۔ حیرت نہ کیجیے گا۔ پہلے غور کر لیجیے ۔ اگر ہمارے کان میں آوازیں نہ آئیں تو آوازیں غائب نہیں بلکہ ہم بہرے ہیں اور ہماری وہ قوت غائب ہے ۔ جو آوازیں سن سکتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم کچھ نہ دیکھیں تو دنیا سے چیزیں غائب نہیں بلکہ ہماری وہ قوت غائب ہے جو چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اگر ہم کو امام نظر نہیں آتے تو وہ تو موجود ہیں۔ مگر ہمارے پاس وہ قوت نہیں جو ان کو دیکھ سکتی ہے ۔

قرآن پاک بتلاتا ہے کہ ہر وہ شخص جو اسلام حقیقی پر فائز ہوتا ہے اس کو خدا کے جانب سے ایک نور ایک قوۃ عقلیہ نورانیہ عطا کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ اسلام حقیقی اور نبی کا بتلایا ہوا ہو ۔

(فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ (زمر ۳۹/۲۲)
جس کا سینہ قبول اسلام کے لیے کھول دیا ہے وہ خدا کی طرف سے ایک نور حاصل کر لیتا ہے ۔ اسی نور کی روشنی میں وہ امام سے فیض حاصل کر لیتا ہے ۔ اور اسی سے اسلام حقیقی پر قائم رہتا ہے ۔

۱۰۔ آثار کفر و شرک کا مٹانا بھی ہدایت کی ایک قسم ہے ۔ اسی لیے آنحضرت نے کعبہ سے بتوں کو دور کیا ۔ یہ تو تھی دفع آثار شرک کی ظاہری صورت ۔ اب رہا تصرف باطنی ۔ اور محض وجود سے ان آثار شرک کا برباد ہونا ۔ تو جب آپ پیدا ہوئے تو قیصر و کسریٰ کے ۱۴ کنگرے گر گئے ۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا ۔ آتش کدہ نمرود بجھ گیا ۔ (مواہب لدنیہ ابن حجر عسقلانی) اگرچہ آپ وہاں موجود نہ تھے ۔ مگر محض عالم میں موجود ہونے سے یہ آثار نمایاں ہو گئے تو معلوم ہوا کہ محض وجود آثار شرک مٹا سکتا ہے ۔ اور یہ بھی ہدایت کی ایک صورت ہے ۔ تو آج ہمارے امام کا محض وجود سبب ہدایت ہے ۔ جس کی وجہ سے یہ اثر نمایاں ہے کہ ایک فرقہ حق پر ہے ۔

۱۱۔ ہدایت کی چار قسمیں ہیں اور چار طریقہ ہیں ۔ قولی ۔ فعلی ۔ وجودی ۔ عدمی ۔ قولی یعنی زبان سے تو قرآن و احادیث گواہ ہیں ۔ فعلی ۔ تو ہمارے نبی اور ان کے بعد ان کی اولاد کے عمل راہ نمائے صراط مستقیم ہیں ۔ وجودی ۔ تاریک شب میں صرف شمع روشن ہو جائے ۔ نہ منہ سے بولے گی نہ چل کر راہ کھلائے گی ۔ مگر اپنے نور سے راستہ کی خرابیاں اور سیدھا راستہ ضرور بتلا دے گی (اب رہی عدمی) تو خود کو کھو کر دنیا کو سیدھا راستہ حسینؑ نے بتلا دیا ۔ الغرض ۔ اس امام کا محض وجود سبب ہدایت ہے ۔ اور وہ اپنے نور سے ہدایت پانے والوں کو راہ دکھلاتا ہے اور ان کے روحانی و نورانی اثرات سے صاحب بصیرت کو راہ حق ملتی ہے ۔

تو جیسے شمع کا وجود محض بصیر کے لیے مفید ہے اسی طرح نور امام صاحبان

بصیرت کے لیے مفید ہے۔ بصیرت کے اندھے اس سے فیض حاصل نہیں کر سکتے۔ جیسے بصر کے اندھے نور شمس سے فیض حاصل نہیں کر سکتے۔

وجود امام کے فوائد

دنیا کو یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ امام صرف ہدایت کے لیے ہوتا ہے یا انتظام مملکت کے لیے اور جب وہ سامنے آکر ہدایت نہیں کرتا تو اس کے وجود سے کیا فائدہ؟

اسی بنا پر آج ملحد خدا کا انکار کر رہے ہیں کہ اگر ہے تو سامنے کیوں نہیں آتا۔ جب وہ اپنے انکار کرنے والوں کو بھی سامنے آکر ہدایت نہیں کرتا نہ اپنے وجود کا ثبوت دیتا ہے تو اس غائب خدا سے کیا فائدہ۔ اگر وہ ہے تو دنیا کے چپہ چپہ کی پیمائش ہو چکی ہے ہواؤں میں فضاؤں میں دن رات چکر لگتے ہیں۔ کہیں تو نظر آتا۔ جو کچھ ہو رہا ہے اس میں خدا کا کوئی دخل نہیں وہ صرف ایک وہمی اور خیالی چیز ہے۔ اسی قسم کی باتیں منکرین امام زمانہ کے لیے بھی کرتے ہیں۔ آئیے ہم بتلائیں کہ اس کے وجود سے کیا فائدہ ہے۔

۱۔ وہ اپنی روحانی قوتوں سے شیطان کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو آپ شیطان کا مدمقابل خدا کو قرار دیدیں گے اور کہیں گے کہ وہ شیطان کا مدمقابل بن کر میدان ہدایت میں اترا ہے۔ اگر صرف خدا کو ہادی مان لیں۔ تو پھر اس قدر انبیاء بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ خود ہی سب کچھ کرتا رہتا۔ انبیاء و رسل کی جانیں بھی بچی رہتی۔ وہ مصائب بھی نہ اٹھاتے۔۔ اتنے انبیاء کو ختم کر کے اب خود مقابلہ پر آیا ہے۔ مگر اس قدر بے بس ہے کہ سب کو شیطان گمراہ کر لیتا ہے اور صرف ایک فرقہ کو خدا ہدایت کر سکتا ہے۔ تو کیا اس کلیہ کو مان لیا جائے کہ وہ خود شیطان کے مقابلہ پر ہدایت کرتا ہے

تو معاف فرمائے گا میرا خدا شیطان کا مد مقابل نہیں ہے۔ بے شک وہ ہادی ہے مگر ان اللہ لھادی الذین امنوا (حج ۵۴) اللہ یقیناً ان لوگوں کو ہدایت کرتا ہے جو ایمان لائے ہیں۔ اس کی ہدایت کی تجلیاں صرف ان آئینوں میں چمکتی ہیں۔ جو صاف ہوں۔ میلے اور دھندلے اور ناکارہ آئینوں کی جلاء اور صفائی کے لیے۔ اپنے علیحدہ ایک گروہ کو معین کرتا ہے اور ان کو ہادی بنا کر اصلاح نفوس اور کمال بشریت کی تعلیم کے لیے بھیجتا ہے۔ انما انت منذر و لکل قوم ھاد (رعد ۷) اے نبی تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ اب اہل انصاف بتلائیں کہ آج کوئی قوم موجود ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو ہادی کہاں ہے۔ کیا یہ آیتہ صرف زمانہ نبوت کے لیے تھی تو آیت میں ہادی کا ذکر نبوت کے بعد آیا ہے۔ تو بعد میں ہر زمانہ میں اس ہادی کا ہونا لازمی ہوگا۔

اس زمانہ میں ہادیوں کی وہ بھر مار ہے کہ توبہ ہے۔ بہتر فرقوں کے ہادی الگ الگ ہیں اور پھر ہر فرقے میں سینکڑوں ہادی بن گئے ہیں اور خدا ساختہ ہادیوں کی جگہ خود ساختہ ہادیوں نے لے لی ہے۔ فرقہ حقہ صرف خدا ساختہ ہادیوں کا قائل ہے جس کی تائید قرآن کرتا ہے۔ اس کی توضیح میں عرض ہے۔

ہادی من اللہ کی صفت

افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدی فما لکم کیف تحکمون (یونس ۳۵) کیا وہ ذات جو حق کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ پیروی کی زیادہ حقدار ہے۔ یا وہ قابل پیروی ہے کہ جو ہدایت نہیں حاصل کرتا جب تک دوسرا اس کو ہدایت نہ کرے۔ تمہاری عقلوں کو کیا ہوگیا ہے۔ کیسا مہمل فیصلہ کرتے ہو۔

اس آیۂ گرامی نے سارے خودساختہ ہادیوں کے پول کھول دیئے۔ اب تمام وہ لوگ جو نبیؐ کی ہدایت سے پہلے مشرک تھے اور پھر نبی نے ان کو ہدایت کی تو وہ ہدایت یافتہ بن سکتے ہیں۔ ہادی نہیں۔ ہادی وہ ہوگا جس کو یہاں کسی سے ہدایت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ وہ خدا کے جانب سے ہدایت یافتہ ہو اور خواہاں ہدایت صرف اسی کی پیروی کریں جس کو یہاں اگر ضرورت ہدایت نہ ہو۔ اور اس کی ہدایت منجانب اللہ ہو۔ اب وہ حضرات جنھوں نے یہاں کے ہدایت یافتہ کی پیروی کی اور ان کی سیرت کو نمونہ بنایا۔ ان سے ارشاد قدرت ہے کہ تم نے غلط فیصلہ کیا ہے جو خود محتاج ہدایت ہوں وہ کیا ہدایت کر سکتے ہیں۔

قرآن نے ہمیشہ اصول و کلیات بتلائے ہیں۔ تعین ہمیشہ نبی کے ہاتھ میں رکھا۔ زکوٰۃ واجب ہے۔ کس قدر۔ یہ تعین نبی نے فرمایا۔ نماز کی رکعات کا تعین نبی نے فرمایا۔ اسی طرح تمام امور کا تعین نبی کے اعلان پر موقوف رہا۔ اور خدا نے اپنے منشار کا نفاذ ان کے ہاتھوں سے کرایا ہے۔ قرآن کو صرف نازل کر کے نہیں چھوڑ دیا تاکہ ہر شخص من مانی اور اپنے خواہشات کے مطابق اور اپنے فوائد کے مناسب معانی بنا لے۔ بلکہ اس کو ذمہ دار ہاتھوں میں دیا ہے۔ انما انت منذر و لکل قوم ھاد (رعد ۱۳) تم بیشک تم ڈرانے والے ہو ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ یہ ایک کلیہ اور قاعدہ مولا تھا۔ انت منذر فرما کر نبی کو ذمہ دار بنا دیا۔ اور جب الٰہیہ ہادی کا تعین نبی کے ہاتھوں میں رکھا۔ نبی نے تعین کر دیا بندگان حرص و ہوی۔ امارت خواہ اور دلدادگان حکومت نے نہیں مانا۔ اس میں نبی کا قصور نہیں۔ آنحضرتؐ نے تو تعین کا صاف اعلان کر دیا۔

ابن جریر۔ ابن مردویہ۔ ابونعیم فی المعرفۃ۔ دیلمی۔ ابن عساکر۔ ابن نجار الی حضرات نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے سینہ پر ہاتھ

رکھ کر کہا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور اپنے ہاتھ سے علیؑ کے کاندھے پر اشارہ کر کے فرمایا کہ اے علیؑ تم ہادی ہو اور ہدایت پانے والے تمہارے ذریعہ سے میرے بعد ہدایت پائیں گے (۱) (بقیہ دتفسیر دُرِ منثور سیوطی طبع مصر جلد چہارم صفحہ ۴۵) اسی مضمون کی اور روایات بھی مذکور ہیں۔ اسی روایت ابن عساکر لو (۲) (صاحب تفسیر طبری جزء ۱۳۔ صفحہ ۶۳) نے لکھا ہے۔

(۳) اور اسی روایت کو بغیر تردید (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۲۷۱) نے بھی لکھا ہے۔

مگر ان تینوں تفسیروں میں اور لوگوں کے بھی اقوال لکھے ہیں اور راویوں نے حسب دستور قدیم اس کے لیے بھی روایات تیار کر دی ہیں۔ ان تفسیروں میں ہمیشہ یہ قاعدہ رہا ہے کہ جو روایت یا آیت فضیلت علیؑ میں آئی ہے۔ اس کے مقابل میں دوسروں کے لیے بھی روایات شامل کر دی ہیں تاکہ حق و باطل میں اور کھرا کھوٹے میں مل کر رہ جائے۔ یا اس طرح روایات بنا کر وہ حاکمان وقت سے جان بچا لیں اگر وہ صرف علیؑ کے لیے لکھ دیتے تو شاید ابن سکیت اور علامہ نسائی کی طرح جان سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ ومن قوم موسی امة یھدون بالحق وبه یعدلون (اعراف ۱۶۹) تو امت موسیٰ میں ہر شخص صلاحیت ہدایت نہیں رکھتا تھا بلکہ تمام قوم میں صرف ایک گروہ ہادیوں کا تھا۔ وہی حق کی ہدایت کرتا تھا۔ اور حق کے ساتھ عدل و انصاف کرتا تھا۔ تو اسی طرح مسلمانوں میں ہر شخص ہادی نہ تھا۔ بلکہ مخصوص بندے ہادی تھے اور نبیؐ کے لیے ضروری تھا کہ وہ ان کو بتلا دیں۔ اس لیے نبیؐ نے بتلا دیا اور ذات علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرما دیا کہ یہ ہادی ہے ـــ مگر امت نے نہ اشارہ سمجھا۔ نہ نبی کی بات کو مانا ہے۔ اور اپنے پسند کے ہادیوں کو مان کر دین کے بہتر ٹکڑے کر لیے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ کسی اور کے لیے نبی کا وہ اشارہ مفسرین نے نہیں لکھا جو

تعین و تقرر ہادی کو بتلاتا تھا۔ صرف اشارہ حضرت علیؑ کے ہے عاقل کو اشارہ کافی ہے اور غیر عاقل کے لیے اگر نبی بجائے اشارہ کے خود علیؑ کو بھی اٹھا کر دکھا دیتے تو بیکار تھا۔ جیسا کہ غدیر خم میں ہوا

ان صاحبان میں وہ بھی صاحب الصاف مفسر گذرے ہیں کہ جنھوں نے صرف حضرت علیؑ کے لیے اس آیۃ کی روایۃ کی ہے۔ جیسا کہ صاحب روح البیان نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ منذر نبی اور ہادی علی رضی اللہ ہیں ا۔ در روح البیان بروسوی۔ طبع مصر۔ پارہ ۱۳۔ صفحہ ۲۴۶) ۲۔ غرائب القرآن قمی طبع مصر برحاشیہ طبری جلد ۱۳۔ صفحہ ۷۲۔

اب آنحضرتؐ نے جو خود بھی ہادی تھے علیؑ کا تعین کر کے بتلا دیا۔ تو آئندہ ہادی وہ ہوگا جس کو یہ ہادی بتلا دے۔ ہادی کو صرف ہادی ہی بتلا سکتا ہے اور یہ تعین کا سلسلہ نص کے ذریعہ سے بارہ تک قائم رہا ہمیشہ ایک ہادی اور معصوم دوسرے کو بتلاتا رہا۔

بہرحال ہر زمانہ میں جب تک وجود قوم ہے من اللہ ہادی ہونا ضروری ہے اور بحمد اللہ ہمارا ہادی موجود ہے۔ غیبت سے (اس) کے وجود پر اثر نہیں پڑتا۔

وجود امام کے دیگر فوائد

(۲) یہ دین بارہ تک برابر قائم رہے گا قریش کے بارہ خلفاء ہوں گے۔ جب وہ سب ہلاک ہو جائیں گے تو زمین مع اپنے رہنے والوں کے لرزہ میں پڑ جائے گی (کنز العمال علامہ متقی صفحہ ۲۔ تا صفحہ ۲۰۰ جلد ششم) اس حدیث نے صداقت بتلا دیا کہ ان خلفاء میں سے ایک باقی رہے گا اور وہ ہے جس کی وجہ سے زمین اور اہل زمین تباہ کن زلزلہ عام سے بچے ہوئے ہیں۔ کیا وجود خلیفہ خدا سے یہ فائدہ نہیں

ہے۔ ضرور ہے اور حفاظت زمین کے لیے اس کا وجود ضروری ہے اور وہ سبب بقائے زمین ہیں۔ حوالے پچھلے صفحات میں دیکھئے۔

۳۔ احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے امان ہیں۔ اہل آسمان کے لیے۔ جب ستارے نہیں رہیں گے۔ تو اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے اور میرے اہل بیت امان ہیں اہل زمین کے لیے تو اگر اہل بیت نہیں رہیں تو اہل زمین بھی نہیں رہیں گے۔

(صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ طبع مصر ص۹۰)

ابن حجر نے اس روایت کے علاوہ ایک اور روایت لکھی ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن احمد وغیرہ کی اس روایت کے بعد کوئی نوٹ نہیں دیا۔ معلوم ہوا کہ وہ اس کو صحیح مانتا ہے۔ اس امان کے متعلق وہ پھر ص۹۰ پر لکھتا ہے۔ کہ "جن احادیث میں اہلبیت سے تمسک اور ان کا دامن تھامنے کے لیے رغبت دلائی ہے ان احادیث میں ایک اشارہ موجود ہے کہ ہمیشہ تا قیامت ایک ذات ایسی باقی رہے گی جو قابل تمسک اور تعلق ہے۔ جیسے کہ قرآن تا قیامت باقی رہے گا وہ بھی باقی رہیں گے اور تا قیامت حوض کوثر تک کتاب خدا سے جدا نہ ہوں گے۔ اسی لیے وہ زمین کے لیے امان ہیں" اسی امان کے متعلق وہ پھر ص۹۱ پر لکھتے ہیں۔

" ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ کہ خدا ان پر عام عذاب نہیں لائے گا۔ (عذاب استیصالی جیسا کہ امم سابقہ پر آتا رہا ہے) جب تک تمہاری ذات ان میں موجود ہے۔ تو آنحضرتؐ نے اسی مطلب کا اشارہ اپنے اہل بیت کے لیے بھی فرمایا ہے اور ان کو زمین والوں کے لیے امان بتایا ہے" (پھر چند روایات لکھی ہیں جس میں بعض کو ضعیف کہتا ہے اور بعض کو صحیح مانتا ہے پھر لکھتا ہے۔ کہ "میرے نزدیک بھی یہی ظاہر ہے کہ جب اللہ نے ساری دنیا کو نبی کی وجہ سے پیدا کیا ہے اور اس کی ہمیشگی اور بقا نبیؐ کی ذات اور اہل بیتؑ کے وجود پر رکھی۔ اس لیے کہ اہل بیت نبی سے

تھے اور نبی ان سے تھے تو آپ نے امان زمین کے لیے اپنی ذات کا قائم مقام اہل بیت کو بنا دیا ہے۔"

کیا ان صریح بیانات کے بعد بھی کسی کو اہل بیت کے امان ہونے میں تمسک ہو سکتا ہے۔ پھر بھی ہم چند احادیث اور پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ما کان اللہ لیعذبھم کی بھی اور توضیح کرتے ہیں (رشفتہ الهادی طبع مصر ص۸۸ میں ابوبکر ابن شہاب الدین)

اس حدیث کو حسب ذیل حافظان حدیث سے صحیح مان کر تحریر کیا ہے

۱۔ نیز ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں (۲) مسدد نے اپنے مسند میں (۳) حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں (۴) ابو یعلی نے (۵) طبرانی نے سلمہ ابن اکوع سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

(۴) کہ ستارے امان ہیں اہل آسمان کے لیے اور میرے اہل بیت امان ہیں میری امت کے لیے۔ (احیاء المیتؒ امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر برحاشیہ اتحاف ص۱۱۱)

علامہ سیوطی حافظان احادیث میں ایک بلند ترین درجہ رکھتے ہیں۔ کچھ تو ان کو راویوں اور استخراج حدیث کرنے والوں پر بھروسہ ہو گا جو وہ عالم کے سامنے حق اہل بیت میں اس روایتہ کو پیش کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہم ابن تیمیہ خارجی کے شاگرد ذھبی کی کوئی ہستی نہیں سمجھتے۔ جو فضائل اہل بیت کی ہر روایتہ کو بلا دلیل ضعیف۔ فضول اور کمزور کہہ کر انکار کرنے کا عادی ہے۔ اب اسی روایتہ کے متعلق ایک اور محقق جو شیخ الحرم کے مرتبہ پر فائز تھے تحریر کرتے ہیں۔

۵۔ ایاس ابن سلمہ اپنے باپ سلمہ سے روایتہ کرتے ہیں کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔ میرے اہل بیت میری امت کے لیے امان ہیں۔ اس روایتہ

ملے۔ اس کتاب کا ترجمہ مکتبہ تعمیر ادب میں دستیاب ہو سکتا ہے۔

کو ابو عمر غفاری نے صحیح سمجھ کر روایتہ کیا ہے۔

۱۱۔ حضرت علیؑ سے روایتہ ہے۔ یہ روایت مثل روایت (نمبر۳) جس کو احمد نے مناقب میں روایت کیا ہے۔ اور شیخ الحرم نے اس کو معتبر سمجھ کر اپنے یہاں لکھا ہے (ذخائر العقبیٰ۔ علامہ حافظ محب الدین۔ طبری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷)

مزید تفصیل کا موقع نہیں اب ہم صرف ایک آیتہ قرآنی پیش کرتے ہیں جو بتلاتی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ذھبی وغیرہ غلطی پر ہیں۔ ان کے چھپائے حق نہیں چھپے گا

ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم (انفال ۹/۴) اللہ ان پر عذاب نہیں بھیجے گا۔ جب تک تم خود ان میں موجود ہو۔ مسلمات تاریخ و سیر سے ہے کہ ہر نبی کی امت پر اس کی موجودگی میں عذاب عام یا سب کو تباہ کرنے والا عذاب آیا ہے۔ مگر یہ نبیؐ چونکہ رحمت تھے اس لیے قدرت نے ان کے سامنے عذاب نہیں بھیجا تو امت کے لیے ذات نبی امان تھی۔ اب بعد نبی جب دنیا منکرین خدا سے لبریز ہو رہی ہے اور ذات نبی ہم میں موجود نہیں پھر عذاب استیصالی امم سابقہ کی طرح کیوں نہیں آتا۔ تو اس نبی رحمت نے اس حدیث کے ذریعہ سے بتلا دیا کہ بے شک میں موجود نہیں۔ میں نے مگر اپنے امان میں اپنے اہلبیت کو اپنا قائم مقام کر دیا ہے۔ چونکہ وجود علیؑ و نبیؐ کا مفاد ایک تھا۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے لیے فرمایا کہ۔ انت منی و انا منک "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں" (بخاری۔ جلد دوئم طبع مصر۔ مناقب علی صفحہ ۲۰۰) یہ ایک ہونے کا سلسلہ رکا نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "حسینؑ منی و انا منہ"، "حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں" (ترمذی جزء ۱۳۔ صفحہ ۱۹۲) بکثرت دیگر کتب میں یہ حدیث موجود ہے۔ پھر یہ سلسلہ برابر چلتا رہا۔ جب بارہویں امام تک پہنچا تو حضرت نے فرمایا المھدیؑ منی۔ مہدیؑ مجھ سے ہے" (صحیح ابوداؤد جزء چہارم صفحہ ۱۰۶) تو

اس کے جو مفاد وجود نبی کا تھا وہی مفاد ان بارہ آئمہؑ کا تھا اس لیئے عذاب نہیں آیا۔

(۱) توضیح مزید - اس آیتہ میں وانت فیہم سے مراد روحانی وجود نہیں ہے۔ اس لیے کہ انت (تم) کا اشارہ ذات کی جانب ہے روح کی سمت نہیں۔ تو آنحضرتؐ نے علیؑ منی - علیؑ مجھ سے ہیں فرما کر اپنی ذات کا قائم مقام ان کو بنا دیا۔ پھر حسینؑ منی فرما کر امام حسینؑ کو ذات کا قائم مقام بنا دیا۔ پھر مہدی منی فرما کر اس فرزند کو ذات کا قائم مقام بتلا دیا اور منی فرما کر بتلا دیا کہ ان کے وجود کا وہی مفاد ہے جو میرے وجود کا تھا۔ اس لیے عذاب امت پر نہیں آسکتا اب چونکہ سلسلہ رشد و ہدایت بارہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ (گذشتہ باب دیکھیے) اس لیے کسی اور کے لیے مہدیؑ کے بعد (منی) نہیں فرمایا۔ اس لیے یہ بارہواں اگر قائم مقام رسول نہ رہے تو عذاب آجائے گا۔ مگر اس کا وجود مثل وجود رسول مانع عذاب ہے۔ اس لیے ان کو زندہ رکھا اور حیات عطا فرمائی۔

کیا وجود امام کا یہ فائدہ نہیں کہ امت عذاب سے بری ہے۔ ضرور حسب روایات یہ فائدہ ہے۔ اب رہے منکرین۔ تو وہ خدا کے وجود اور فائدے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح منکرین امام بھی ان کے وجود اور فائدے کے منکر ہیں پھر آنحضرتؐ نے مثال میں ستاروں کو لا کر صاف اشارہ کر دیا ہے۔ کہ جب تک آسمان پر ستارے ہیں اسی وقت تک میرے اہل بیت میں سے بھی ایک صاحب امان موجود رہے گا۔ تو فلک کے ستارے وجود امام کے گواہ صادق ہیں۔

۲- قرآن پاک نے ایک اور لطیف اشارہ کیا ہے۔ وبالنجم ھم یھتدون (نحل ۱۶/۲) ستارے سے وہ لوگ ہدایت پاتے ہیں۔ اس آیتہ مبارکہ نے اس وضعی حدیث کی تردید کر دی کہ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے
اس لیے کہ قرآن پاک ایک وقت میں صرف ایک ستارے کو سبب ہدایتہ بتاتا ہے
نہ کہ سب ستاروں کو۔ ستارے کو سبب ہدایتہ بنانے میں ایک اور لطیف اشارہ
ربانی ہے۔ کہ ستارہ چونکہ محض ربانی حکم و اشارہ پر چلتا ہے اس لیے مثل ستارہ
وہ ہادی ہوگا جو اشارہ مشیت و قدرت پر چلے اور وہ سوائے معصوم اور نہیں
ہوسکتا۔ نیز وہ ستارہ جہاں حوا اِن ہدایتہ کے لیے ہادی ہے وہیں شیاطین کے
لیے رجم اور دفعیہ بھی ہے۔ تو اس کا تعلق ہدایت یافتہ لوگوں سے ہی ہوسکتا ہے۔ اور
دفعیہ شیطان کا سبب بھی ہے۔ اسی طرح امام اوّل دفع وساوس اور اوہام شیطانی
کرتا ہے۔ پھر لوگوں کو راہ راست کی روحانی ہدایت اپنے روحانی وجود سے کرتا ہے
اور یہی حق امام ہے۔ اور یہی فائدہ امام غیب ہے۔

۳۔ تیسرا فائدہ: جو قومیں خدائے غائب پر ایمان نہیں رکھتی تھیں وہ سینکڑوں
مصنوعی خود ساختہ خداؤں کو مانتی تھیں۔ خود مکہ معظمہ میں اور بیت اللہ میں تین
سو ساٹھ خداؤں کا جمگھٹا تھا۔ لیکن نبی کریمؐ کے آنے پر جب مشرک خداو
واحد پر ایمان لاکر مومن ہوگئے تو ہزاروں نقلی خداؤں اور مصنوعی دعویداروں
سے بچ گئے تو جیسے ایک غائب خدا کو مان کر سینکڑوں حاضر خداؤں سے
بچ گئے۔ اسی طرح اس امام غائب پر ایمان لاکر سینکڑوں حاضر اماموں سے
بچ گئے اور نقلی اماموں اور ان کی لوٹ کھسوٹ سے نجات مل گئی۔

قوم موسیٰ اسی لیے تباہ ہوئی کہ ان کی یہ ضد تھی کہ لن نؤمن لک حتی
نری اللہ جھرۃ (البقرہ ۵۵) ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا
کو کھلم کھلا سامنے نہ دیکھ لیں جو مشرکین کی اس زمانہ میں ضد تھی وہی آج
منافقین کر رہے ہیں کہ اپنا امام دکھلا دو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اچھا ہم

اپنا امام ضرور دکھلا دیں گے۔ لیکن پہلے تم (وہ شیطان) جس کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ دکھلا دو۔ اس کے مقابلہ کے لیے اگر ہم امام نہ دکھلا دیں تو ہم تمہارے امام پر ایمان لے آئیں گے۔

۴۔ چوتھا۔ جب نبی دنیا سے تشریف لے جائیں تو امامت تکمیل کار نبوت کرتی ہے۔ تو امامت کا ظہور ہی اسی وقت ہوتا ہے۔ جب نبی موجود نہ ہوں۔ اب ہم جب اس امام کے موجود ہونے کا اقرار کرتے ہیں تو یہ یقین ہے کہ کوئی نبی موجود نہیں۔ اس لیے ہم کسی جھوٹے نبی پر ایمان نہیں لاتے نہ کسی کو نبی مانتے ہیں اور جو امام کے منکر ہیں وہ جھوٹے مدعیان نبوت پر ایمان لے آتے ہیں۔ آج بھی اسلام میں ایسے کفار موجود ہیں جو بعد نبی ایک اور نبی کا قائل ہے۔ مگر امام غائب پر ایمان لانے والے کسی نبی کو نہیں مان سکتے اس لیے کہ امام کا تقرر اگرچہ زمانہ نبی میں ہوتا ہے۔ مگر اس کا ذمہ دارانہ کام اسی وقت ہوتا ہے۔ جب نبی موجود نہ ہوں۔ اس طرح یہ امامت نبوت کی سپر ہے اور جب یہ امام قیامت تک رہے گا تو قیامت تک کوئی نبی نہیں بن سکتا تو اس امام کو مان کر جیسے جھوٹے اماموں سے بچ گئے ویسے ہی جھوٹے انبیاء سے بھی نجات مل گئی۔ اگر غور کیا جائے تو صرف اس امامت کے اعتقاد نے ہم کو قیامت تک جھوٹی نبوتوں اور امامتوں سے بچا دیا۔

اب یہ نہ کہیے گا کہ گمراہی پھیلی ہوئی ہے۔ امام کیوں نہیں آتے۔ اگر آجائیں تو گمراہی نہ پھیلے لیکن یہ گمراہی تو انبیاء کی موجودگی میں بھی رہی ہے۔ ان کے وجود ظاہری میں بھی صرف تھوڑے ایمان لائے اور گمراہ ہونے والے یہی بہانہ کرتے رہے کہ (ارنا اللہ جھرۃ (نساء پ ۶)) ہم کو خدا سامنے لا کر دکھلا دو۔ اسی طرح آج بھی منکرین یہی کہہ رہے ہیں کہ اگر امام موجود ہے تو سامنے لا کر دکھلا دو

در اصل وہ لوگ نہ خدائے غائب پر ایمان لاتے ہیں نہ امام غائب پر اور اہل ایمان کا ایمان دونوں غائبوں پر ہے۔

۵- پانچواں فائدہ۔ سنت الٰہیہ- ایک لاکھ ۲۴ ہزار دلائل نے بتلادیا ہے کہ دنیا سے جب کوئی نبی گیا تو اس کے ساتھ اس کا معجزہ بھی چلا گیا۔ معجزہ بغیر صاحب معجزہ نہیں رہتا۔ یہ سنت الٰہیہ ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا اور اس کا انکار سوائے منافق اور نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر آج کشتی نوح۔ داؤد کا پنجہ۔ ناقہ صالح۔ عصائے موسیٰ۔ معجزات عیسیٰ میں سے کوئی بھی معجزہ موجود اور باقی نہیں تو سنت الٰہیہ کبھی نہیں بدلتی۔ لن تجد سنت اللہ تبدیلا۔ سنت اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ مگر قرآن آج بھی معجزہ بن کر قائم ہے۔ تو بنا پر سنت الٰہیہ نبی کا کوئی ایسا قائم مقام ہونا لازم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ معجزہ قائم رہے۔ بغیر کسی ذات کے یہ معجزہ باقی رہے سنت الٰہیہ کے خلاف ہے تو جب تک قرآن موجود ہے تو وہ دلیل ہے کہ ایک ذات وجہ بقائے معجزہ موجود ہے اور وہ حوض کوثر تک قرآن سے جدا نہ ہوگی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس سلسلہ رشد و ہدایت کے پہلے فرد کے متعلق آنحضرتؐ نے فرما دیا ہے۔ علی مع القرآن والقرآن مع علی (۱) سیرت علی از محمد رضا ڈیٹر اخبار المنار صہ۲۱ طبع مصر) (۲) مستدرک حاکم مع تلخیص ذہبی مع توثیق ذہبی جلد سوئم صہ۱۲۴ طبع بلدہ (۳) معجم صغیر طبرانی صہ۱۴۹ (۴) صواعق محرقہ طبع مصر صہ۷۴ (۵) تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی صہ۶۷ طبع مصر وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح ائمہ اہل بیت حسب ارشاد قرآن کہ ہم نے قرآن کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جن کو ہم نے خود منتخب کیا تھا تو جب تک قرآن باقی ہے اس کے وارث دنیا میں باقی ہیں اسی

کو ارشاد رسول واضح کرتا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اہل بیت۔ یہ حوض کوثر تک ہرگز ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ قرآن و حدیث بتلاتی ہے کہ مطابق سنت الٰہیہ یہی ذات سبب بقائے معجزہ قرآن ہے۔

۴۔ فائدہ۔ نفسیاتی اور اعتقادی حیثیت سے اس کا یقین کہ ایک امام اور روحانی ہادی موجود ہے اور اس کی آمد مذہبی اعتقاد و یقین کی بنا پر ضروری ہے اور اس کا انتظار لابدی ہے۔ ایک عجیب اثر اور نفس پر ایک خوشگوار تاثیر پیدا کرتا ہے۔ خصوصاً جب اس کے ظہور کا وقت معین نہ ہو۔ کل آجائیں۔ صبح آنکھ کھلے تو ممکن ہے اس امام کی حکومت میں کھلے یہ یقین اور اعتقاد نفس انسانی کو سینکڑوں برائیوں سے روکتا ہے۔

میں نے عرصہ تک کالج میں طلبہ کو تعلیم دی ہے۔ جس دن طلبہ کو یقین ہو جاتا تھا کہ آج نہیں آئیں گے چھٹی کی درخواست آگئی ہے طلبہ میں وہ شور و غل اور اودھم مچتا تھا کہ توبہ بھلی۔ گیت گائے جا رہے ہیں۔ جانوروں کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔ ایک دوسرے سے الجھ رہا ہے۔ غرض کہ ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا۔ لیکن جس دن لڑکوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ آ تو گئے ہیں۔ مگر پرنسپل سے ملنے گئے ہیں اب آتے ہی ہوں گے تو اگرچہ میں کلاس میں نہ آؤں۔ مگر یہ خیال کہ اب آتے ہوں گے۔ طلبہ کو مہذب رکھتا تھا۔ تو جن کو نہ امام کا یقین ہے نہ ان کی آمد کا خیال ہے نہ انتظار آمد ہے وہ مہذب اور فتنوں سے دور رہتی ہیں۔ چنانچہ یہ فرقہ ہمیشہ سے کسی فساد میں حصہ نہیں لیتا۔ نہ بجائے دلائل کے مارنے مرنے پر تیار رہتا ہے۔ نہ روزانہ نئے فرقہ بناتا ہے۔ یہ محض اس مبارک انتظار کی برکت ہے۔ کفار و مشرکین تک اس فرقہ کو صلح

جو اور شر و فساد سے مبرا سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس قوم میں صرف شر و فتنہ کی گنجائش ہے اور وہ بہترین اخلاق کے وارث ہیں۔ نہ جھوٹی نبوتوں پر ایمان لاتے ہیں نہ بات بات پر لڑائی کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ امن پسند ہیں اور صرف مدافعت کرتے ہیں اور یہی امور ان کی امن پسندی اور صلح جوئی کا باعث ہیں۔ دنیا کی حکومتوں کو خواہ وہ مشرکین کی ہوں یا عیسائیوں کی سب سے زیادہ بھروسہ ہم پر ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ہم بغیر امام جہاد نہیں کر سکتے۔ البتہ مدافعت کر سکتے ہیں اور دفع دشمن کا حق ہم کو ہر حالت میں حاصل ہے۔ اس لیے ہم کسی ملک پر محض لوٹ مار کے لیے حملہ نہیں کر سکتے نہ جنگ کو مذہبی رنگ دیتے ہیں۔ جناب تاج العلماء سے ایک پادری نے پوچھا کہ اگر آج تمہارے امام آجائیں تو تم ہم سے جہاد کرو گے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آج امام آجائیں تو آپ اور ہم خود ہی نہیں لڑیں گے۔ اس نے کہا کہ یہ کیسے فرمایا کہ جہاں آمد امام کی خبر دی گئی ہے وہیں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بھی اسی وقت نازل ہوں گے اور ہمارے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو جب وہ ہمارے ساتھ ہوں گے تو آپ خود ہمارے طریق پر آجائیں گے اور پوپ مع اپنے توپ کے ہمارا ساتھ دیں گے" ہے تو یہ ایک لطیفہ مگر اس سے ہمارے صلح کل ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

(۴) ایک اور فائدہ۔ سائیکلوجی اور علم النفس یہ بتلاتا ہے کہ انسان اپنی قوت خیالیہ کے زور پر وہ کام کر سکتا ہے جو بغیر اس کے ناممکن تھا۔ پتلی دیوار کے منڈیر پر اگر کوئی سہارا نہ ہو تو آپ آہستہ یا بیٹھ کر یا چاروں ہاتھ پاؤں سے بمشکل اس کو طے کریں گے۔ لیکن اگر اس سے متوازی کوئی رسی کھینچی ہو تو فقط خیال کے اس سہارے پر کہ میں اگر گرنے لگوں تو اس رسی کو تھام

لوں گا تو فوراً آپ اس دیوار کو طے کر لیں گے تو ہم آخرت کی دشوار گذار منزل جس میں سینکڑوں خدشات ہیں یہ آسانی طے کر رہے ہیں۔ کتنے ہیں جو اس منزل میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ مگر ہم کو یہ سہارا ہے کہ ہمارا امام موجود ہے۔ اگر قدموں میں لغزش ہوئی تو امام ہم کو اپنی روحانیت سے بچا لیں گے اسی قوت ایمانیہ سے اس منزل دنیا و دین کو با آسانی طے کر رہے ہیں اور ہمارا ایمان ہم کو بہت سے بلاؤں سے نجات دے رہا ہے۔

مزید توضیح۔ اسی قوت و یقین کا کرشمہ کہ اگر راہ میں مجھ کو ایک قوی ڈاکو مل گیا تو میں اپنی کمزوری دیکھ کر فوراً مغلوب ہو جاؤں گا۔ لیکن اس ترسان حالت میں اگر پس پشت سے آواز آئی کہ گھبرانا نہیں ہم آتے ہیں۔ یہ سن کر مجھ میں ہمت آجائے گی۔ صرف اس خیال سے کہ میں اکیلا نہیں ہوں میرا مددگار موجود ہے قوی ہو جاؤں گا۔ ادھر اس ڈاکو کے دل میں خوف پیدا ہو جائے گا کہ مددگار آگیا تو وہ چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ شیطان حسب فرمان خداوندی راہ مستقیم پر بیٹھا ہے اس کی قوت اور اپنی کمزوری معلوم ہے۔ اس لیے متاع ایمان کو لٹا بیٹھیں گے لیکن اگر یقین ہو کہ امام ہمارا حامی موجود ہے تو ہم دولت ایمان بچا لیں گے اور اس کو بھی مار بھگائیں گے۔ اس لیے فقط ہمارا اعوذ باللہ اس کو نہیں بھگا سکتا جب تک کہ امام اپنی روحانیت و نورانیت سے ہمارا مددگار نہ ہو۔ ورنہ ہر قل اعوذ باللہ کہنے والا کبھی گمراہ نہ ہوتا نہ بہتر فرقے بنتے۔

عالم میں وجود حجت و ہادی ضروری ہے

ہم اس کے متعلق احادیث پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اب ذرا عقلی حیثیت سے اس مسئلہ پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے۔

(۱) تو یہ مسلمہ عقل و تجربات حکماء ہے کہ زمانہ کبھی اضداد سے خالی نہیں رہتا۔ سیاہی کے ساتھ سپیدی۔ ظلمت کے ساتھ نور۔ کفر کے ساتھ ایمان۔ پستی کے ساتھ بلندی شب کے ساتھ روز۔ تلخی کے ساتھ شیرینی۔ غرض اس عالم آب و گل میں کوئی شے ایسی نہیں کہ جس کی ضد موجود نہ ہو۔ البتہ خدائے لم یزل کی کوئی ضد اور مثل موجود نہیں۔

تو جب شیطان حسب فرمان قرآن و سنت عالم میں موجود ہے اور غائب ہے۔ گمراہ کرتا ہے وسوسہ ڈالتا ہے۔ اپنوں کو وحی کرتا ہے تو اس کی ضد خدا نہیں بن سکتا اس لیے کہ وہ ضد اور مثل سے بری ہے۔ تو عقلاً شیطان کی ضد اس عالم میں ہونی لازمی ہے۔ جو بر خلاف شیطان اس کی ضد بن کر غائب ہو۔ ہدایت کرتا ہو وسوسہ نکالتا ہو۔ متقین کو روحانی پیغام پہنچاتا ہو۔ ورنہ خدا پر الزام ظلم عائد ہو جائے گا کہ اس نے ایک خفیہ گمراہ کن قوت ہم پر مسلط کر دی اور اس کی ضد سے اس کا تدارک نہیں کیا۔ تو یہ الزام صرف مذہب شیعہ کی بنا پر خدا پر عائد نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ان کے اصول میں داخل ہے کہ ایک امام و ہادی و رہبر اس عالم میں ہمیشہ رہے گا خواہ وہ غائب ہو یا حاضر۔ اب بارہ کا سلسلہ ختم ہونے پر وہ بارہواں باقی ہے اور تا قیامت زندہ رہے گا اور ہدایت روحانیہ فرماتا رہے گا۔ شیطان راہ بد پر لگائے گا وہ راہ نیک پر۔ یوں دنیا وجود اضداد سے خالی نہیں رہے گی۔

۲۔ قرآن پاک میں دو نفسوں کا صاف تذکرہ ہے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء (یوسف ۱۳/۱۲) نفس امارہ برائی پر ابھارتا ہے۔ اور دوسرا نفس لوامہ۔ لا اقسم بالنفس اللوامہ (قیامہ ۲۹/۱) برائی پر ملامت کرنے والے نفس کی قسم) پر دونوں نفس ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ نفس امارہ بدی کی جانب ابھارتا ہے

اور نفس لوامہ ملامت کرکے اس کو بدی سے روکتا ہے۔ نفس امارہ کو ابھارنے والا اس کو رغبت گناہ دینے والا۔ اس میں وسوسہ پیدا کرنے والا اور اس کو وحی کرنے والا شیطان ہے۔ جو غائب رہ کر اس نفس کو ابھارتا رہتا ہے

فوسوس لھما الشیطان۔ شیطان نے یہ خیال ان میں ڈالا۔ (اعراف ۲/۸) فزین لھم الشیطان اعمالھم۔ شیطان نے اعمال بد کو سجا دیا۔ (نحل ۸/۱۴) قال ھذا من عمل الشیطان۔ کیا یہ شیطان کا کام ہے۔ (قصص ۲/۵) رجس من عمل الشیطان۔ یہ گناہ ہے اور کار شیطان ہے (مائدہ ۵/۱۲)

تو نفس امارہ جن وسوسوں اور خیالات کو قبول کرتا ہے آپ کہتے ہیں کہ یہ سب شیطان کا فعل ہے۔ لیکن جب نفس لوامہ روکتا ہے اور بدی سے باز رکھتا ہے تو آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر کی آواز ہے اور کانشنس ہے۔ مگر ان ضمیر میں یہ خیال کہاں سے آیا۔ اس کو آپ فعل امام نہیں بتاتے۔ حالانکہ یہ دفع شبہات امام کی قوت روحانیہ سے ہیں۔ اگر نفس امارہ پر شیطان کا تصرف ہے تو نفس لوامہ کے مددگار امام ہیں۔ اگر کوئی اندرونی قوت نفس لوامہ کی مددگار نہ ہو تو شیطان کا بول بالا رہے گا۔ اور نیکیاں معدوم ہو جائیں گی۔ تو جس طرح وجود شر دلیل شیطان ہے تو وجود خیر دلیل امام ہے

یہی خداوند کریم کا حکم ہے۔ وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات (انبیاء ۵/۱۷) اور ہم نے ان کو امام بنایا ہے اور تمام نیکیوں کی وحی کی ہے۔ اور وہ ہمارے حکم سے دیا ہمارے عطا کردہ امر سے) ہدایت کرتے ہیں۔ اس تبلیغ و ہدایت کے لیے ظہور کی ضرورت نہیں وجود کی ضرورت ہے۔ شیطان غائب رہ کر نفس امارہ کو آلہ کار بناتا ہے۔ اور

امامؑ غائب رہ کر نفس لوامہ کو تشبیہ فرماتے ہیں۔
جو اس امام کو نہیں مانتے وہ ایک حیثیت سے شیطان کے بھی منکر ہیں۔ اس لیے بجائے امام اور شیطان کے وہ خیر و شر دونوں خدا کے حصہ اور ذمہ میں لگا دیتے ہیں ؎ خیرہ و شرہ من اللہ۔ نیکی و بدی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں ؎ اسلام کا ایک بڑا فرقہ اسی کا قائل ہے۔ حالانکہ قرآن صاف فرماتا ہے من شر الوسواس الخناس۔ یہ شیطان کا پیدا کردہ خیال ہے۔ تو یہ دونوں قوتیں ابتدا و وجود بشری سے لے کر اب تک ساتھ ساتھ چلی آرہی ہیں۔ نفس امارہ پر شیطان کا قبضہ رہا ہے اور نفس لوامہ پر انبیاء اور آئمہ کا کنٹرول رہا ہے۔ خلاق عالم نے جب شیطان کو جنت سے نکالا تو آدم کو بھی ساتھ ہی ساتھ بھیج دیا۔ تاکہ زمین پر صرف تسلط شیطان نہ رہے بلکہ حجتہ خدا بھی ساتھ رہے جو نفس لوامہ کی مددگار رہو۔ یہ سلسلہ برابر چلتا رہا ہے اور برابر انبیاء آتے رہے۔ یہاں تک کہ باب نبوت بند ہو گیا۔ اب امارہ سے کام لینے والا شیطان رہ جائے اور لوامہ کا کوئی مددگار نہ ہو تو یہ ظلم ہو گا اور گمراہی کو کھلی چھٹی مل جائے گی۔ اس لیے اگر زمانہ شیطان سے خالی نہیں تو ہادی و حجتہ خدا سے بھی خالی نہیں۔ دونوں قوتیں عالم میں موجود ہیں۔ اگر غائب ہونے کی وجہ سے شیطان کا عمل اور کام نہیں رکتا تو غائب ہونے کی وجہ سے امام کا کام بھی نہیں رکتا۔ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ شیطان کی غیبت، طول عمر۔ اس کا بندوں پر اثر اور اقتدار۔ اس کا وسوسہ ڈالنے اور اس کی پوشیدہ قوت سے وحی جو وہ اپنے دوستوں کو کرتا ہے تو انکار نہ کیا جائے اور امام کی تمام باتوں سے انکار کر دیا جائے۔ نہ طول عمر کو مانا جائے نہ ہدایت روحانی کو نہ غیبت کو۔ ایک کی حمایت اور دوسرے کی مخالفت سمجھ میں نہیں آتی۔ اہل انصاف کو گمراہی

کا وجود اگر شیطان کا یقین دلاتا ہے تو ہدایت کے وجود سے امام کا یقین ہوتا ہے۔ لاحول اگر شیطان کو دفع کرتی ہے تو صلوٰۃ امام سے تعلق پیدا کرتی ہے وہ امارہ کی مدد کرتا ہے تو امام لوامہ کو سہارا دیتے ہیں۔

اب اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ شیطان کے مقابلہ کے لیے حسبنا کتاب اللہ۔ ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔ تو یہ بھی اسی کی بتلائی ہوئی ترکیب ہے تاکہ دنیا والے معصومین اور وارثان قرآن سے غافل ہو جائیں اور وہ قرآن کی غلط تاویلیں کروا کر اسلام میں ۷۳ فرقے بنا سکے۔ اگر قرآن کافی ہوتا تو نبی کے ساتھ اہلبیت کو نہ چھوڑتے نہ قرآن کے ہوتے ہوئے تہتر فرقے بنتے۔ نبی نے اسی لیے قرآن کے ساتھ قرآن والوں کو چھوڑا تھا کہ شیطان من مانی تاویل نہ کرا سکے اور راسخون فی العلم اس کے آڑے جائیں۔ اتنا اور عرض کر دوں کہ جو لوگ مذہبی حیثیت سے شیطان کو نہیں مانتے وہ ہر بدی کو ایک اندرونی قوت خواہ وہ ضمیر ہو یا لاشعور اور کچھ کا کرشمہ بتلاتے ہیں۔ مگر قرآن وجود شیطان کا قائل ہے اس لیے وہ بدی کو ادھر بھی نسبت دیتا ہے۔ اسی طرح جو وجود امام کے قائل نہیں ہیں وہ نیکی کے القاء کو کرشمہ ضمیر یا لاشعور بتلاتے ہیں۔ مگر قرآن اور سنت کو ائمہ کی روشنی میں دیکھنے والے اس کو اثر امام اور القاء امام سمجھتے ہیں۔ لا مذہب شیطان کے منکر ہیں اور ۷۲ فرقے وجود امام کے منکر۔ صرف ایک فرقہ اس کا قائل ہے کہ زمانہ ہادی سے خالی نہیں اور اس فرقہ کا ساتھ منصف اور محب اہل بیت اہل سنت بھی دیتے ہیں۔

۳۔ ابتدائے آفرینش سے جب تعلیم اسلام دو متوازی خطوط چل رہے ہیں نوری اور ناری۔ نوری مقدم ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ پھر یہ ناری جو خود اقراری تھا۔ خلقتنی

من نار۔ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ دونوں کے کام جدا جدا تھے
ناری نے کہا لاغوینہم اجمعین۔ اور نوری کے متعلق خدا نے فرمایا یہدون
بامرنا۔ ہمارے حکم سے ہدایت کریں گے۔ اب یہ اخلاف عقل ہے کہ دو متوازی
خطوط میں نوری کا سلسلہ ٹوٹ کر گم ہو جائے اور نار (آگ) والا سلسلہ باقی رہے
گمراہی والا باقی رہے اور ہدایت والے ختم ہو جائیں۔ تو جب تک ایک بھی شیطان
گمراہ کن موجود ہے ایک ہادی کا رہنا ضروری ہے۔ کیا یہ ہٹ دھرمی نہیں کہ وہ
ناری باقی رہے جس نے سجدہ خلیفۃ اللہ سے انکار کیا تھا اور وہ نور باقی نہ رہے
جس کو سجدہ کرایا گیا تھا۔ سلسلہ ناری تو قیامت تک باقی رہے اور نوری ختم ہو جائے
یہ خلاف عقل ہے۔ شیطان نے تو اپنے دانست میں اسی لیے مہلت چاہی تھی
کہ میرے مدمقابل کبھی نہ کبھی ختم ہو جائیں گے۔ پھر میری ہی حکومت رہے گی اور
میں اغوا میں کلیتہ کامیاب رہوں گا۔ مگر قدرت نے ہادیوں کا سلسلہ قائم رکھ کر
اس کے خیال خام کو رد کر دیا اور گویا زبان عمل سے یہ کہا کہ یہ نور تجھ سے پہلے
تھا اور تیری مہلت ختم ہونے کے بعد بھی رہے گا۔ ویبقیٰ وجہ ربک
تیرے رب کی معرفت بہم پہنچانے والے باقی رہیں گے " (بقیۃ اللہ خیر
لکم ان کنتم مومنین)) ہود $\frac{11}{8}$ تمہارے رب کا بقیہ حجۃ باقی رہے گا
اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ اس لیے صادقین۔ الوالامر شہید
اور ہادی بن کر باقی رہیں گے (اس کو ہم پیشتر واضح کر چکے ہیں)

۴۔ شیطان دراصل خلافت آدمؑ کا منکر تھا اس کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اس لیے اس
نے صاف صاف کہہ دیا کہ اھذا الذی کرمت علی لئن اخرتن
الی یوم القیامۃ لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا (بنی اسرائیل $\frac{1}{7}$)
کیا یہی وہ شخص ہے جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو نے مجھ کو قیامت

تک کی مہلت دی۔ تو میں سوائے چند نفوس کے باقی سب کی جڑ کاٹتا رہوں گا (گمراہ کروں گا) انا خیر منہ ۔ (اعراف پ ص) میں آدم سے بہتر ہوں شیطان قائل خدا تھا۔ قیامت کا اقرار تھا۔ مخلص بندوں کا مقر تھا۔ اس کا یقین تھا کہ وہ گمراہ نہ ہوں گے ۔ ملائکہ کا انکار نہ تھا۔ عبادت گذار تھا اور واقعہ خلاف سجدہ آدم سے پہلے ملائکہ میں شمار تھا۔ سجدہ نہ کرکے انکار خلافت آدم کی بنیاد رکھی۔ اب شیطان مدعی افضیلت اور آدم مدعا علیہ ہوئے۔ اب اگر اس عرصہ حیات مدعی میں خلافت اولاد آدم اور اس کی رہبری ختم ہو جائے تو یہ شیطان کی فتح اور کامیابی ہو گئی۔ اس لیے کہ مدعی مع اپنے شیطنت کے باقی ہے اور مدعا علیہ کی اولاد میں نہ جامعظیم نہ خلافت رہی۔ جس کی وجہ سے شیطان راندہ درگاہ ہوا تھا۔ تو وہ اپنی بقاء کو اور ان کی فنا کو دلیل حقانیت سمجھے گا۔ اس لیے عقلا جب تک شیطان کا وجود باقی ہے۔ خلافت الٰہیہ کا بھی ایک وارث باقی رہے گا۔ صرف ایک فرقے کو شرف حاصل ہے کہ وہ خلافت الٰہیہ کا وارث امام زمانہ کو مانتا ہے جو قیامت تک باقی رہیں گے اور ان کی وجہ سے قیام خلافت الٰہیہ بھی باقی رہے گا اور شیطان سب کو گمراہ نہ کر سکے گا۔ ۷۳ میں سے ایک صاف بچ جائے گا۔ رہے باقی فرقے تو وہ تو خلافت تیس سال پر ختم کرکے شیطان کو فاتح بنا چکے ہیں اور تیس سال بعد جو خلافتیں باقی رہیں۔ اس خلافت کو مصطفیٰ کمال پاسفورس میں ڈبو چکے ہیں۔

۵۔ اہل عقل و دانش خوب جانتے ہیں کہ بصر اور بصیرت دو چیزیں ہیں۔ چہرہ کی آنکھ نور بصر رکھتی ہیں اور دل کی آنکھ کو بصیرت (فہم) ایک جسم کی آنکھ ہے اور دوسرے روح کی آنکھ ہے۔ بصر اور بصیرت دونوں کا وجود پیکر بشری میں ہے۔ خالق روح و جسم کے علم میں یہ بات ہے کہ نگاہ باوجود نور اندھیرے میں بیکار ہے

اچھی اور بری راہ راست اور خطرناک راہ کو نہیں دیکھ سکتی۔ اس لیے اس حکیم مطلق نے چشم بصارت یا بصارت چشم کے لیے انوار کا بندوبست کر دیا۔ صبح سے شام تک آفتاب کا نور رہے تو شب کو ماہتاب کا نور رہے اور وہ نہ ہو تو ستارے دلیل راہ ہیں۔ قافلے۔ جہاز۔ وغیرہ انہیں سے نشان راہ پاتے ہیں۔ غرض دنیا میں کوئی لمحہ کوئی ثانیہ کسی زمانہ میں ایسا نہیں ملے گا کہ وہ ان انوار سے خالی ہو۔ بیشک برسات میں یہ انوار بادلوں میں نظر نہیں آئیں گے مگر موجود ضرور رہیں گے۔ اگرچہ وہ خود غائب ہیں۔ مگر ان کے اثرات غائب نہیں۔ اگر اس غیبت کے بعد ان کے اثرات نہ رہیں تو دنیا ایک لمحہ میں تباہ و برباد ہو جائے۔

تو جیسے بصر اندھیرے میں بیکار رہے اور راہ گم کرتی ہے۔ اسی طرح بصیرت تاریکی شرک و شبہات و اوہام میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاتی ہے اور عقل بے عقلی کا فیصلہ کرتی ہے۔ تو عنایت خداوندی سے بعید ہے کہ وہ بصر کے لیے انوار بنائے اور کوئی زمانہ ان سے خالی نہ رکھے اور بصیرت کے لیے کوئی سہارا اور نور و راہبر نہ رکھے۔ یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ خدا نے نور عقل بنایا ہے کیا آپ نے عقلوں کو ٹھوکریں کھاتے نہیں دیکھا۔ جس میں بصر نہ ہو وہ تو خود بھی ہلاک ہوتا ہے۔ لیکن بصیرت کے اندھے عقل ہوتے ہوئے دنیا کو تباہ کروا دیتے ہیں۔ یہ عظیم لڑائیاں یہ لاکھوں کی بربادیاں کیا ان عقل والوں کی پیدا کردہ نہیں ہیں۔ تو جس طرح بصر کے لیے بیرونی انوار کی ضرورت ہے بصیرت کے لیے بھی بیرونی انوار و راہبروں کی ضرورت ہے۔ جن کا ہر زمانہ میں انوار بصر کی طرح رہنا لازم ہے تو زمانہ ان سے خالی نہیں رہے گا بصیرت کے یہ راہ نما۔ بصیرت کے یہ نور۔ رسول انبیاء اور آئمہ ہیں جو

ہمیشہ ہادیٔ خلق اور راہ نمائے عالم رہے اور خدا مثل انوار بصر صاحبان بصیرت کے راہ نمائی کے لیے ہر زمانہ میں باقی رکھے گا اور وہ بصورت رسول یا نبی یا امام ہمیشہ باقی رہیں گے اور کوئی لمحہ عالم کا ان سے خالی نہ رہے گا۔

رہا یہ امر کہ جب وہ موجود ہیں تو دنیا کیوں گمراہ ہو رہی ہے اور آفتاب و ماہتاب کی طرح کیوں فائدہ حاصل نہیں کرتی۔ تو نور آفتاب و ماہتاب و سیارگان ہر دم موجود ہے۔ مگر اس سے وہ فائدہ حاصل کر سکتی ہے۔ جس کی آنکھوں میں نور ہو۔ اندھا ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ تو ان انوار باطنیہ سے بھی وہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جن کی بصیرت میں نور ایمان موجود ہو۔ بصیرت کے اندھے کو یہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

خدا سے بڑھ کر کون ہادی ہو سکتا ہے۔ مگر اس کی ہدایت کا تعلق اہل ایمان سے ہے۔

ان اللہ لھادی الذین امنو خدا کی ہدایت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو ایمان لائے ہیں۔

اسی طرح ان انوار سے جن کو خدا نے ہدایت کے لیے بنایا ہے صرف وہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جن میں خود نور ایمان ہو۔ الحمد اللہ کہ ہم میں ایک فرقہ ان سے ہدایت روحانیہ حاصل کر رہا ہے اور وہ حق پر قائم ہے۔

۶۔ یہی وعدے ہمیشہ پورے ہو کر رہتے ہیں انہ لا یخلف المیعاد (آل عمران ۳/۱) وہ وعدہ شکنی نہیں کرتا۔ اب جن وعدوں میں وقت و زمانہ و مکان کی قید نہیں ہے۔ ان کے ایفاء کا سلسلہ برابر رہتا ہے اور کسی نہ کسی شکل میں وہ وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ حضرت ابراہیم سے وعدہ الٰہی تھا جعلنا فی ذریتہ النبوۃ میں ان کی اولاد میں برابر کتاب

والکتاب (عنکبوت ۲۷ پ۲۰) اور نبوت کو باقی رکھوں گا

یہ وعدہ الٰہی بغیر قید وقت و زمانہ ہے۔ اس لیے اس وعدہ کی بقا اور اس کا استمرار تا قیامت رہے گا۔ اب حضرت ابراہیم سے ان کی اولاد میں دو سلسلے چلتے ہیں۔ ایک حضرت اسحاق اور دوسرا حضرت اسماعیل کا یہ وعدہ الٰہی ان دونوں سلسلوں میں پورا ہوتا رہا ہے۔

اور دونوں سلسلوں میں خداوند کریم نے نبوت اور کتاب کا سلسلہ برابر باقی رکھا۔

سلسلہ اسحاق میں آخری نبی حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ اس لیے قدرت نے فرمایا کہ قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران ۳ پ۴) سب رسولوں کا سلسلہ ان سے قبل پورا ہو چکا اب ان کے بعد کوئی رسول سلسلہ اسحاق میں نہیں آئے گا۔ تو اس سلسلہ کے آخری نبی عیسیٰؑ تھے۔

اب اگر حضرت عیسیٰؑ کو موت آجاتی تو وعدہ الٰہی پورا نہ ہوتا۔ اس لیے حضرت عیسیٰؑ کو قیامت تک زندہ رکھا۔ تاکہ وعدہ الٰہی کہ میں اولاد ابراہیم میں نبوت اور کتاب قرار دوں گا، پورا ہوتا ہے۔

رہا سلسلہ اسماعیل تو اس کے آخری نبی حضرت رسالتماب ہیں۔ ان کے آخری ہونے کی دلیل بھی بعینہ اسی الفاظ میں دی تاکہ جن الفاظ میں حضرت عیسیٰ کی خبر دی تھی۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (مائدہ پ۴)

محمدؐ رسول ہیں اور تمام رسول ان سے پہلے گذر چکے ہیں (اور یہ آخری نبی ہیں) اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اب بمفاد انک میت (زمر پ۲۳) تم کو بھی موت ظاہری آئے گی۔ تو آپ کے انتقال پر وعدہ الٰہی باقی نہ رہتا۔ کہ میں تمہاری ذریت میں نبوت کتاب باقی رکھوں گا۔ اس لیے ختم نبوت کے بعد سلسلہ امامت قائم کر کے اس کو وارث کتاب بنا دیا۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (فاطر ۳۲) — پھر ہم نے اپنے منتخب کردہ بندوں کو کتاب کا وارث بنا دیا۔

اور اسی لیے نبی نے اعلان فرمایا کہ میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور ایک میری عترت واہل بیت اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ تاکہ وعدہ الٰہی برقرار رہے اور کتاب کے وارث وہ امام ہوں جن کے لیے قرآن نے وعدہ فرمایا ہے۔

نجعلھم آئمہ و نجعلھم الوارثین۔ — میں ان کو امام بناتا رہوں گا۔ اور ان کو وارث بھی بناؤں گا۔

مال و دولت کا نہیں بلکہ اپنی کتاب اور اس کے حقائق اور اس کی قوتوں کا مالک بناؤں گا اور وہ حوض کوثر تک ساتھ رہیں گے۔

اب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وعدہ الٰہی اولاد ابراہیم سے تھا اور ذریتہ و اولاد کا شمار بیٹے کی اولاد سے ہوتا ہے بیٹی کی اولاد سے نہیں تو نبیؐ کے بیٹا زندہ نہیں رہا اور نسل بیٹی سے چلی تو اس سبب سے آئمہ ذریتہ نبی قرار نہیں پاتے تو قدرت نے اس کا جواب سلسلہ اسحاق میں دیدیا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ مطابق کلام الٰہی ذریت ابراہیم میں داخل ہیں۔ ومن ذریتہ (انعام ۸۴) یعنی اولاد ذریتہ ابراہیم میں حضرت عیسٰیؑ بھی داخل ہیں۔ حالانکہ آپ کے باپ نہ تھے صرف مادری رشتہ سے اولاد ابراہیم میں داخل ہیں۔ اسی طرح سے آئمہ اہلبیت بھی اپنی مادر جناب فاطمہؑ کے ذریعہ ذریتہ محمدؐ عربی میں داخل ہیں۔

تو جس طرح قدرت نے حضرت عیسیٰ کو باقی اور غائب رکھ کر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اسی طرح اس سلسلہ کے آخر میں امام مہدی کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح غائب اور باقی رکھ کر اپنے وعدے کو پورا فرما دیا۔ دونوں سلسلے ایک دوسرے سے پوری

مشابہت رکھتے ہیں اور قیامت تک دونوں باقی رہیں گے۔ ان دونوں سلسلوں میں کس قدر مشابہت ہے۔

(۱) اس سلسلہ کا آخری فرد حضرت عیسیٰ بھی غائب ہیں تو اس سلسلہ کا آخری امام بھی غائب ہے۔

(۲) آخر زمانہ قرب قیامت میں ہزاروں انبیاء کے ہوتے ہوئے صرف حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے۔ اور بکثرت اماموں کے ہوتے ہوئے صرف امام مہدیؑ نسل رسولؐ و فاطمہ سے آئیں گے۔ تاکہ دونوں غائب سلسلے ظاہر ہو کر دنیا کو ظلم و تباہی سے نجات دلادیں اور دونوں سلسلے یکجا جمع ہو جائیں

(۳) دونوں مل کر نماز قائم کریں گے۔ فرق یہ ہوگا کہ عترت نبی اکرم کو نمایاں کرنے کے لیے ان کی اولاد امام ہوگی اور حضرت عیسیٰؑ ماموم ہوں گے۔ یہ اس نبی آخر اور امامت کی عزت افزائی ہوگی۔

(۴) اگر قدرت نے سلسلہ اسحاق کو بیت المقدس قبلہ بنا کر دیا اور ان کو اس اہل بنا دیا۔ تو اس سلسلہ کو خانہ کعبہ دیا اور اس کو قبلہ بنا کر اسی سلسلہ کو اس کا اہل بنادیا

(۵) اگر خدا نے سلسلہ اسماعیل میں حضرت مریم کو معصومہ اور طاہرہ بنایا اور فرمایا۔

ان اللہ اصطفاک وطہرک	اللہ نے تم کو منتخب کیا پاک پاکیزہ
علی نساء العالمین	و معصومہ بنایا اور پھر اس زمانہ کی تمام
(آل عمران ۳/۵)	عالم کی عورتیں میں منتخب کر لیا۔

تو اس سلسلہ میں بھی ایک معصومہ بنائی اور ارشاد۔ آیتہ لیطہرکم تطھیرا۔ (احزاب ۳۳/۲) تطہیر کامل پر فائز کر دیا اور پھر اس عالم کو قید نہیں لگائی گئی۔ بلکہ جنت جہاں سارے عالم کے جنتی سمٹ کر جمع ہو جائیں گے۔ وہاں کی عورتوں کا سردار بنادیا اس میں حضرت مریم ازواج انبیاء۔ ازواج نبی۔ اور تمام جنتی عورتیں آگئیں اور

اوران سب کی سردار فاطمہؑ ہوں گی۔

قال النبی فاطمۃ سیدۃ	آنحضرت نے فرمایا کہ فاطمہ جنت
نساء اھل الجنۃ (بخاری	کی عورتوں کی سردار ہیں۔
جلد دوم ص۲۰۵ و ص۱۹۳)	

دونوں سلسلوں میں اس قدر مشابہت ہے۔ کہ دونوں ایک ایک صفت خداوندی کے مظہر ہیں۔ خداوند کریم قرآن پاک میں اپنی دو صفتیں بیان فرماتا ہے

الا لہ الخلق والامر	آگاہ رہو کہ خلق اور امر کی دونوں
(اعراف ۷)	قوتوں کا مالک وہ ہے۔

توسلسلہ اسحاق میں حضرت عیسیٰ کو قوت خلق کا مظہر بنا دیا۔ اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ۔

انی اخلق لکم من الطین	میں ایک پرندے کی شکل مٹی
کھیئۃ الطیر (آل عمران ۳/۵)	سے پیدا کروں گا۔

توحضرت اسماعیل کے سلسلہ کو صفت امر کا مظہر بنا دیا۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول	خدا کی اور رسول کی اور امر والے
واولی الامر منکم (نساء ۸)	کی اطاعت کرو۔

جو صفت امر کے مظہر ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ جو حاکم ہیں یا جن کے ہاتھ میں حکومت ہے ان کی اطاعت کرو۔ بلکہ جو امر الٰہی کے مظہر ہیں اور جن کے پاس فرشتے اور روح مین امر سے کر آتی ہیں ان کی اطاعت کرو۔

تنزل الملائکۃ والروح	ملائکہ اور روح اپنے خدا کے
فیھا باذن ربھم من کل امر	حکم سے ہر امر سے کر آتے
(القدر ۹۷)	ہیں۔

حضرت عیسیٰ مظہر امر بن کر آئے۔ اور یہ حضرات سلسلہ اسماعیلی میں صاحب امر بن کر

آئے تو جیسے عیسیٰ زندہ اور باقی ہیں اسی طرح یہ امام باقی رہے گا

اسی لیے حضرت عیسیٰ۔ صفت خلق اور نفخ روح کا دعویٰ کرتے ہیں تو آخر میں صاف فرما دیتے ہیں فانفخ فیہ فتکون طیرا باذن اللہ خدا کے حکم سے اور اجازت سے روح ڈال رہا ہوں۔ یہ صفات الٰہیہ کا نمونہ اس لیے پیش فرماتے تھے۔ تاکہ دیکھیں ان کو اور سمجھیں اس کو۔ اسی طرح اولوالامر صفت امر کو نمایاں کرتے تھے تاکہ ان کو دیکھیں اور اس کو سمجھیں۔

امام رضا علیہ السلام نے دربار مامون میں تصویر کو ۔ کن اسد اللہ شیر بن جا۔ فرما کر مجسم کر دیا تھا۔ لفظ کن کیوں کہا تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ قوت امر کا کرشمہ ہے اس لیے کہ قوت امر لفظ کن کے بعد ظاہر ہوئی تھی۔

انما امرہٗ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ یہ اس کا امر ہے کہ جب کسی شے کے لیے زبان حقیقت سے کن فرماتا ہے وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے۔

تو اگر سلسلہ اسحاق میں حضرت عیسیٰ صفت خلق کے مظہر تھے۔ تو سلسلہ اسمٰعیل میں آئمہ صفت امر کے مظہر ہیں اور انہیں مظاہر امر کو اولوالامر کہتے ہیں۔ نہ کہ صاحبان حکومت کو۔ ورنہ نمرود فرعون وشداد۔ یا آج یورپ وامریکہ وروس یہ سب اولی الامر ہیں۔ جن کے اشارے پر اسلامی حکومتیں ناچ رہی ہیں۔

اب قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے جو مظہر خلق ہیں اور امام مہدیؑ آئیں گے جو مظہر صفت امر ہیں۔ ہم اسی وقت کس کی اطاعت کریں گے۔ تو اسی کو قرآن پاک نے بتلایا ہے کہ اولی الامر منکم کی اطاعت کرنا۔ اے امت محمدیہ! وہ تم میں سے ہوگا۔ (منکم) تم سے۔ کی قید اس دن کے لیے لگائی تھی۔ نہ کہ اس لیے کہ تم میں سے جس ظالم وغاصب کے ہاتھ میں علم اور حکومت ہو اس کی اطاعت

کرکے دین و مذہب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔

(۸) قرآن پاک نے کچھ کلیات بتلائے ہیں جو ہمیشہ سے ہیں اور تاقیام دنیا رہیں گے۔ اور اگر وہ کسی زمانہ میں رہیں اور کبھی نہ رہیں تو وہ کلیات نہیں رہیں گے۔

مثلاً (۱) کل نفس ذائقۃ الموت (آل عمران ۴/۳)	ہر نفس اور ہر ذات موت کا مزہ پائے گی۔
(۲) کل فی فلک یسبحون (انبیاء ۲/۳)	ہر سیارہ اپنے فلک میں حرکت کر رہا ہے۔
(۳) وجعلنا من الماء کل شیٔ حیّ (انبیاء ۲/۳)	اور ہم نے ہر شے کو پانی سے زندہ رکھا۔
(۴) لکل امۃ اجل (یونس ۱/۵)	ہر گروہ کے لیے ایک مدت مقرر ہے

اسی طرح ہمارے سامنے قرآن نے کچھ کلیات پیش کئے ہیں۔ مگر یہ کیسے معلوم ہو کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہو گا۔ جب سے دنیا قائم ہے۔ وہ کلیات کبھی غلط نہیں ہوئے۔ ہر زمانہ میں، ہر جگہ اور ہر وقت وہ پورے اترے ہیں۔ مثلاً کل نفس ذائقۃ الموت۔ ہر نفس کو موت آئے گی تو جب سے انسان اور جان دار کا وجود ہوا ہے۔ موت لازمی ہے سب کو آتی ہے۔ خواہ اس کی عمر قیامت تک رہے۔ مگر موت ضرور آئے گی تو پچھلے حالات دیکھ کر ہم نے آئندہ زمانہ کا بھی یقین کر لیا کہ موت ضرور آئے گی۔ حالانکہ نہ آئندہ زمانہ ہمارے سامنے ہے نہ آئندہ مرنے والے سامنے ہیں زمانہ اور اہل زمانہ دونوں غائب ہیں۔ مگر ماضی کو سن کر اور حاضر کو دیکھ کر ہم نے سمجھ لیا کہ یہ کلیہ صحیح ہے۔ ہر زمانہ میں پورا اترے گا۔

تو اب قرآنی کلیات میں یہ کلیہ بھی موجود ہے۔

لکل قوم ھاد (رعد پ ۱۳) ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہونا ضروری ہے۔

یعنی جب تک عالم میں اقوام عالم باقی ہیں وجود ہادی لازمی ہے۔ گذشتہ زمانہ میں مسلسل ہادیوں کو دیکھ کر ہم نے موجود اور مستقبل کے لیے ایک ہادی کا ہونا ضروری سمجھا اور اگر موجودہ زمانہ ہادی سے خالی ہوگا تو قرآنی کلیہ غلط ہو جائے گا۔ تو جیسے پچھلے زمانہ والوں کے مرنے سے ہم نے آیندہ کے لیے حکم موت لگا دیا جس میں کسی کو مجال انکار نہیں اسی طرح زمانہ سابقہ میں ہر قوم و ملک کے لیے ایک ہادی دیکھ کر یقین کر لیا کہ ہمیشہ سے کوئی ہادی ہے۔ ہادی رہا ہے۔ اور ہادی ہمیشہ رہے گا۔

کیوں غائب ہیں

(۱) قدرت نے انبیاء کرام کو اپنے اوصاف کا مظہر بنایا ہے مثلاً خداوند کریم اپنے متعلق فرماتا ہے،

انا کنا منذرین (دخان ۲) ہم ڈرانے والے ہیں۔

تو اپنے انبیا کو اس صفت کا مظہر اور نمونہ بنا دیا۔ قرآن میں فرماتا ہے۔

فَبَعَثَ اللہ النبیین مبشرین ومنذرین (بقرہ پ ۲) خدا نے (نجات سے) خوشخبری دینے والے اور (عذاب سے) ڈرانے والے پیغمبروں کو بھیجا۔

اپنے لیے فرماتا ہے۔

ان اللہ بالناس لرؤف الرحیم (بقرہ پ ۲) بے شک خدا لوگوں کے لیے بڑا ہی رفیق اور مہربان ہے۔

تو اپنے نبی کو بجنسہ انہیں الفاظ میں اپنی صفات کا مظہر فرماتا ہے۔

بالمومنین رؤف رحیم (میں آدمیوں پر مہربان اور رحم کرنے والا ہوں) تم مومنوں پر مہربان اور رحیم ہو۔ (توبہ ۹/۱۴)

ہم نے صرف دو آیتیں سمجھانے کے لیے لکھ دیں ہیں ورنہ قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں۔ جو صفت خداوندی کو اپنے انبیاء میں جلوہ نما دکھلاتی ہیں۔

تو بقاء ذات اور غیب ذات یہ دونوں الٰہی صفتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ سے باقی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ غائب ہے اور ہمیشہ غائب رہے گا۔ اب جس کو خداوند کریم اپنے اس صفت کا مظہر بنا کر ایک مدت خاص تک باقی رکھتا ہے۔ اس کو بقاء کے ساتھ غائب بھی رکھتا ہے اور جس پر بقاء کا پرتو ڈالتا ہے۔ مدت بقاء تک اس کو غیبت کا حصہ بھی دیتا ہے۔ ورنہ قیامت تک ان کو حیات دے کر دنیا کے سامنے رکھنا تو ظاہر پرست بجائے خدا کے اسی کو خدا ماننے لگتے۔

(۲) جواہر میں بہ نسبت نباتات زیادہ بقاء ہے۔ تو اس کو پردہ خاک میں غائب رکھا جسم فانی ہے اور روح بہ نسبت اس کے باقی ہے تو جسم فانی کو ظاہر کر دیا اور روح باقی کو لباس غیبت پہنا دیا۔ تو اس عالم فنا میں جس کو صفت بقا دیدی ہے تو اس کو لباس غیبت بھی پہنا دیا ہے۔ (۱) حضرت الیاس زندہ اور باقی ہیں تو وہ نگاہ عالم سے غائب ہیں۔ (۲) حضرت خضر کو اگر طول حیات دی تو غائب کر دیا۔ عالم میں موجود ہیں مگر غائب (حوالہ کتب بعد میں آئیں گے) (۳) حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور فلک پر غائب جتنے دن کی بقا دی ہے۔ اتنے ہی دن کی غیبت بھی دیدی (۴) اور تو اور شیطان کو اگر باقی رکھا تو نگاہ عالم سے بھی پوشیدہ کر دیا۔ طول عمر کے بعد اگر نگاہوں کے سامنے رکھتا تو بکثرت اسی کو خدا مان لیتے۔ (۵) مسلمانوں کا اکثر حصہ دجال کو زندہ مانتا ہے۔ وہ بھی غائب ہے

(۶) اسی بنا پر کل فرشتے غائب ہیں۔ اب قوت شیطان توڑنے کے لیے ایک امام ضروری تھا۔ تعداد بارہ سے بڑھ نہیں سکتی تھی۔ اس کے آخری امام کو تاقیامت زندہ رکھا۔ اور بنا بر سنت الہیہ ان کو غائب رکھا۔ اس لیئے کہ بقاء کے ساتھ غیبت لازمی ہے۔ پھر اس غیبت کو مدار علامت ایمان بنا دیا۔

یومنون بالغیب (بقر ۲) غیبت پر ایمان لاتے ہیں۔

اس میں سب غائب آگئے۔ خدا غائب ہے۔ جنت دوزخ۔ فرشتے۔ عرش وکرسی۔ حوریں، غلمان سب غائب ہیں اور الیاس وخضر وعیسی وادریس سب غائب ہیں شیطان بھی غائب ہے اور قرآن اس کی بقاء کو بیان کرتا ہے۔

یراکم ھو وقبیلہ من حیث — شیطان اور اس کا قبیلہ غائب ہے

لاترونھم (اعراف ۳) — وہ تم کو دیکھتا ہے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے

اب اتنے غائبوں پر یقین وایمان رکھ کر امام غائب کا انکار یقیناً حیرت انگیز اور ہٹ دھرمی ہے۔ طول عمر وبقاء اور غیبت کے اس قدر نمونے پا کر صرف ایک ذات کا انکار صرف آل محمدؐ سے دشمنی کی بنا پر ہے۔ ہاں دنیا میں کوئی نمونہ غائب نہ ہوتا اور صرف اسی ذات کو غائب سمجھا جاتا تو بے شک شبہات کے لیے راہ تھی۔ مگر سب کا اقرار اور اس امام کا انکار یہی ہٹ دھرمی ہے۔

مزید توضیح

(۳) ہمارے نبی جامع اوصاف انبیاء تھے۔ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری آپ کی یہ ذاتی مدح کیونکہ آپ جامع اوصاف تھے۔ وہ اس لیے کہ ہمیشہ خاتم جامع اوصاف ماسبق وماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کہ وہ جامع جماد ونبات وحیوان ہے۔ پس اگر آنحضرت میں کسی نبی کے کمال کی کمی ہوتی۔ تو اس قدر نقص

جامعیت کمال میں رہ جاتا۔ اب غیبت کمال نہ ہوتی تو ذات باری میں نہ پائی جاتی جو مجمع و منبع کمالات ذاتی ہے و کامل بالذات ہے۔ اپنے اسی کمال کا مظہر خدا نے حضرت عیسیٰ و ادریس اور حضرت و الیاس کو بنا دیا۔ (حوالے آئندہ آئیں گے) اب ہمارے نبی کمال غیبت جیسی سے خالی ہیں تو خدا نے اس کمال کو پورا کرنے کے لیے اس نبی کے ایک جزء کو غیبت دے کر اس کو داخل کمالات نبوی فرما دیا۔ اولاد ہمیشہ جزء پدر ہوتی ہے۔ قرآن اسی نکتہ کی توضیح کرتا ہے۔

جعلوا له من عبادہ جزءً — انہوں نے خدا کے لیے جزء یعنی (اے ولداً) (زخرف ۴۳) — فرزند بنا دیا۔

تو خلاق عالم نے اس نبیؐ کے فرزند، اس کے خون اور اس کے جزء کو صفت غیبت دے دی تاکہ کمال پدر کی دلیل بن جائے۔ اس کو عالم تمثیل میں یوں سمجھیے کہ آپ کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ دوست مبارکباد کو آئے اور ہر ایک نے اظہار مسرت اور دوستی کے لیے بچہ کو روپیہ اور نوٹ دئے۔ وہ سب باپ نے اپنے جیب میں رکھ لیے۔ وہ دیئے بچہ کو اور گئے باپ کی جیب میں اور اسی کے حساب میں۔ تو قدرت نے اس فرزند کو صفت غیبت دے کر نبوت کے حساب میں لکھ دی اور ان کی غیبت ہی غیبت نبویہ قرار پائی۔ اس لیے قرب قیامت میں جب یہ امام ظاہر ہوں گے تو بجائے نبیؐ خود حضرت عیسیٰؑ کو نماز پڑھائیں گے اب ہم اس کی مزید تائید کے لیے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی (جو مشہور محدث و مناظر اہل سنت ہیں) مشہور کتاب سر الشہادتین۔ طبع لاہور کا خلاصہ لکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

تمام وہ کمالات جو انبیاء ما سبق میں بکھرے ہوئے تھے قدرت نے [illegible] نبی میں جمع کر دیے تھے۔ خلافت آدم۔ ملک سلیمان۔ حسن یوسف۔ خلت ابراہیم

وغیرہ وغیرہ سب اس ذات میں جمع تھے اور ان کمالات کے علاوہ مزید کمالات بھی آنحضرت کو عطا فرمائے تھے۔ لیکن ایک کمال ایسا تھا جو آپ کو حاصل نہیں ہوا تھا اور وہ کمال شہادت ہے راز یہ ہے کہ اگر آپ جنگ میں درجہ شہادت پر فائز ہو جاتے۔ تو اسلام کی شوکت ختم ہو جاتی اور عوام کی نظر میں دین میں خلل پیدا ہو جاتا اور اگر پوشیدہ طور سے شہید ہو جاتے تو نہ تو اس کی شہرت ہوتی نہ شہادت حد کمال پر پہنچتی تو حکمت اور تدبیر خداوندی نے چاہا کہ یہ کمال عظیم آپ کو آپ کے اہلبیت کے ذریعہ سے حاصل ہو جائے اور اس کا شمار آپ کی ذات میں کر لیا جائے تو آپ کی اولاد میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو آپ کا قائم مقام بنا دیا گیا اور ان دونوں کو آئینہ کمال محمدی بنا دیا اور دونوں گویا جمال محمدیؐ کے دو رخسارے تھے۔ اب شہادت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پوشیدہ ایک علی الاعلان تو پوشیدہ شہادت امام حسنؑ کے حصہ میں آئی اور شہادت ظاہری امام حسین علیہ السلام کے حصہ میں آئی اور یہ دونوں شہادتیں در اصل نبی کی شہادت تھیں۔ (خلاصہ ختم)

اسی طرح کمالات انبیاء میں غیبت و طول عمر رہ جاتی ہے تو وہ نبی کے حصہ میں اس کے آخری خلیفہ کے ذریعہ سے آئی۔ اگر یہ اولاد کے ذریعہ سے نہ ملتی تو کمالات محمدیہ میں کمی رہ جاتی پھر آپ جامع کمالات نہ بنتے۔

چوتھی وجہ غیبت

(۴) قرآن پاک امتحان کی ایک منزل کو بتلاتا ہے۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ	کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں خدا یوں
ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا	ہی داخل کر دے گا ابھی تو خدا نے یہ
منکم ویعلم الصابرین	بھی نہیں واضح کیا کہ کون تم میں سے

(آل عمران ۳/۱۴۰)	جہاد کرنے والا ہے اور کون صبر کرنے والا ہے۔

بے شک خدا عالم الغیب سے جانتا ہے کہ کون جہاد کرتا ہے۔ کون بھاگتا ہے۔ کون صرف لوٹ مار کے لیے شریک ہوا ہے یا ہوگا۔ لیکن اگر وہ محض اپنے علم کی وجہ سے سزا و جزا لوگوں کو دیتا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم کو موقع نہیں دیا۔ ورنہ ہم جہاد اور صبر کر کے دکھلا دیتے اس لیے قدرت نے ان کو مواقع بہم پہنچائے اور جب دنیا نے اور خود ان لوگوں نے دیکھ لیا کہ کون مجاہد تھا کون فراری۔ تب قدرت نے سزا و جزا کا فیصلہ کر دیا

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

ھنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً (احزاب ۳۳/۱۱)	اس موقع پر مومنین کا امتحان لیا گیا اور ان کو خوب خوب شدائد میں مبتلا کر کے پرکھا گیا اور امتحان لیا گیا۔

یہ امتحان کیوں لیا تاکہ ہر شخص جزا و سزا کا اپنے عمل کی بنا پر مستحق قرار پائے اندھا دھند جہنم میں یا جنت میں نہ بھیجا جائے۔ ان مضامین کی کثرت آیات قرآن پاک میں موجود ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ہر ایک کا امتحان ضرور ہوگا۔ اس امتحان کا ایک حصہ محبت اہل بیت بھی ہے۔ جس کو قدرت نے نبوت کی مزدوری بنا دیا ہے۔ جب قدرت نے نبی کے ذوالقربیٰ کی محبت واجب کی تو ان عربوں نے جن کی زبان مادری عربی تھی آیت کو سن کر پوچھا کہ۔

من ھولاء الذین وجبت محبتھم علینا۔ قال ھم علیؑ و فاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ	یا رسول اللہؐ وہ کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے کہا کہ وہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

یہ روایت تفاسیر معتبرہ اہل سنت میں موجود ہے۔ وہ لکھ کر نہ مانیں یہ ان کا ایمان ہے۔ کتاب و سنت دن رات غل مچاتے ہیں۔ مگر جب کتاب و سنت آل محمدؐ کو بتلاتی ہے۔ تو اصحاب کی محبت میں اہل بیت کو بھول جاتے ہیں۔ حسب ذیل تفاسیر اس روایت کو لکھتی ہیں۔

(۱) کشاف۔ زمخشری جلد سوم صفحہ ص۴۰۳

قیل یا رسول اللہ من	اے رسولؐ خدا۔ آپ کے وہ کون
قرابتک ھولاء الذین	سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم
وجبت محبتہم علینا۔ قال	پر واجب کی گئی ہے۔ فرمایا وہ علیؑ
علیؑ و فاطمہؑ و الحسنؑ و الحسینؑ	و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں

(۲) تفسیر فخر الدین رازی جلد سابع ص۳۸۹ میں روایت کشاف کا استخراج کیا ہے

(۳) تفسیر در منثور سیوطی طبع مصر۔ جلد ششم ص۷

(۴) بیضاوی۔ طبع مصر۔ جلد خامس ص۵۰۴

(۵) تفسیر مدارک جلد پنجم ص۶۰۴

(۶) تفسیر علامہ ابو السعود۔ حاشیہ تفسیر کبیر جلد ہفتم ص۶۶۵ پر یہی حدیث مذکور ہے

(۷) احیاء المیت۔ علامہ سیوطی۔ طبع مصر ص۱۱۰ پر اسی حدیث کا استخراج کیا ہے۔ یعنی معتبران کر اس کو نقل کیا ہے اور مستخرجین کے نام لکھے ہیں

(۸) ابن المنذر (۹) ابن ابی حاتم (۱۰) ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے

(۱۱) اور طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت نے سوال پر ان حضرات کے نام بتلائے ہیں۔

(۱۲) روح البیان بروسیوی۔ طبع اسلامبول۔ جلد ۲ ص۳۱۱

ان تمام کتب کو توضیح کے بعد یہ تو واضح ہو گیا کہ ان کی محبت واجب

ہے اور یہ اجرِ رسالت ہے اور خدا نے صاف صاف فرمادیا ہے۔

وان لك لاجرا غیر ممنون (قلم ۶۸/۱) — تمہارے لیے ایک وہ اجر ہے جو کبھی قطع نہیں ہوگا۔ بلکہ برابر باقی رہے گا۔

تو لا محالہ ایک ایسی ذات کا وجود لازم ہے کہ جو ہر زمانہ میں موجود ہو۔ آلِ محمدؐ میں شامل ہوتا کہ اس سے محبت کر کے ہم اجرِ رسالت ادا کرتے رہیں۔ اب اس محبت کے امتحان کے لیے یہی بہترین صورت ہے کہ وہ ذات نگاہوں سے اوجھل رہے تب بھی اس سے محبت کریں۔ ورنہ منہ دیکھے کی محبت تو سب کرتے ہیں۔ اصل محبت وہ ہے جو پس پشت ہو۔ الحمد اللہ کہ آج ہم کو اس معصوم کی محبت حاصل ہے اور ہم اجرِ رسالت ادا کر رہے ہیں۔

اتنا اور یاد رکھئے کہ غیر معصوم کی محبت خدا کے جانب سے واجب نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ محبت معصوم سے ہوگی۔ اس لیے کہ لازم محبت ہے پیروی اور وہ غیر معصوم کی جائز نہیں۔ فیصلہ عقل یہی ہے۔ اس لیے کہ پیروی لازم محبت ہے اور جب پیروی غیر معلوم کی جائز نہیں تو محبت جو اجرِ رسالت ہے۔ وہ اس غیر معصوم کی جائز نہیں۔ اور جب کمال ایمان اجر کے ادا کرنے کے بعد ہوتا ہے تو ان کی محبت پر مدار کمال ایمان ہے۔

اب قرآن پاک نے ایک اور صفت اہل ایمان اور متقین کی قرار دی ہے۔ اور وہ صفت سب ہے یومنون بالغیب (البقرہ ۲/۱) کہ مومنین ایک خاص غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس خاص غیب پر ایمان کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ امام غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ الغیب سے مراد بھی صرف اسی امام کی ذات۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں۔ تو ہمارے ایمان کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ ہم اس امام غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور پس پشت بھی ان سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں۔ جو نبی کے سامنے ان کا اقرار کرتے تھے۔ اور

واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون (بقرہ پ۱)	نبی کے سامنے سے ہٹ کر جب اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے ساتھ تو ہم دل لگی کر رہے تھے۔

٭ ٭ ٭

آج بھی نبی کی ایک غائب اولاد معصوم سے محبت کر کے ہم اجر رسالت ادا کر رہے ہیں۔ غائب سے محبت کرنے سے کیا فائدہ اور وہ کیسے ہو سکتی ہے۔ تو قرآن پاک کی اس آیت پر غور کیجیے۔

ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا۔ انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر (فاطر پ۲۲)	شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تم بھی اس کے دشمن بن جاؤ۔ وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے اور دعوت دیتا ہے تاکہ وہ جہنمی بن جائیں۔

اس آیت میں ایک شیطان اصلی کا ذکر ہے۔ جو حضرت کی وجہ سے پہلے سے زندہ ہے اور اب تک موجود ہے۔ اس کی دشمنی کا حکم دیا گیا ہے۔ اب فرمائیے کہ اس غائب سے کیسے دشمنی کریں۔ بس جس ترکیب سے اس غائب سے دشمنی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امام غائب سے جو اولاد رسول سے ہیں۔ محبت بھی ہو سکتی ہے۔ افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو غائب کی دشمنی کے تو قائل ہیں۔ مگر غائب کی محبت کے قائل نہیں پھر شیطان غائب کی ایک اور صفت قرآن میں واضح فرمائی ہے۔ انما یدعو حزبہ۔ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے۔ آج تک کسی فرد بشر نے اس کو بلاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تو کیا قرآن کی یہ آیت غلط ہو گئی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ

اس کو قوت وسوسہ حاصل ہے جس کے ذریعہ سے وہ بہکاکر اپنی طرف بلاتا ہے اسی طرح امام غائب کو بھی وہ قوت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ وسوسہ دل سے دور کرتا ہے اور یہی اس کی جانب سے ہدایت ہے۔

(۴) خلاق عالم نے منتہائے شرف میں تین ہستیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک خود اپنی ذات دوسرے ذات نبی اور ایک تیسری ذات کہ جو بعد نبی ہے۔

(۱) العزۃ للّٰہ والرسولہ وللمومنین ؛	عزت صرف خدا و رسول اور مومنین کے لیے ہے ؛
(۲) اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔	اللہ کی اور رسول کی اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو۔
(۳) انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون	تمہارا حاکم اور رسول اور وہ ہیں جو رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔
(۴) فسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ والمومنون	تم عمل کرو ضرور تمہارے عمل کو اللہ اور رسول اور خاص مومن دیکھتے ہیں

اس محترم سلسلے میں خدا غائب ہے۔ رسول بھی غائب رہے ہیں تو تیسری ذات بھی غائب رہ سکتی ہے جو اولوالامر۔ ولی۔ اور اعمال عباد کی نگران رہے گی۔

یا یوں سمجھ لیجیے کہ مخلوقات میں سب سے پست و بدترین شیطان ہے۔ سب سے بلند و برتر ذات خدا ہے یا ذات رسول درمیانی کڑی امام ہے۔ اسی لیے آئمہ کو امتہ وسط اس معنی میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ اب جب اوّل و آخر غائب ہے تو وسط بھی غائب ہو سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ غائب ہونا صرف ان کے ہی لیے نہیں بلکہ اور

ہستیوں کے لیے بھی ثابت ہے۔ تو ان کی غیبت خلاف عقائد اسلام نہیں ہو سکتی جو عقل ان غیبتوں کو مانتی ہے۔ وہ اس غیبت کو بھی مان سکتی ہے۔

(۵) اس امام آخر کے متعلق تمام احادیث یہ بتلا رہی ہیں کہ۔

یملا الارض قسطا و عدلا۔ ٭ تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

زمانہ قرب قیامت لوگوں کو معلوم نہ تھا۔ اس لیے ہر زمانہ میں اس کا کھٹکا تھا کہ یہ وہی نہ ہو جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا تو یہ امام مدعیان خلافت جور و ظلم کے لیے آوازہ ہلاکت تھا اور وہ خائف تھے۔ کہ ہمارے زمانہ میں نہ آجائے تو جس طرح فرعون اس پیشینگوئی کے بعد کہ ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا جو فرعون کو ایک زمانہ میں تباہ کر دے گا۔ اس نے بنی اسرائیل کے کل بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔

یذبحون ابنائکم و یستحیون نسائکم (قرآن) ٭ وہ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر دیتے تھے۔ اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے

اسی طرح ان خلفائے ظلم و جور نے ہر امام کو زہر دے دے کر شہید کر دیا لیکن جب قدرت نے اس امام آخر کو پیدا فرمایا۔ اور جیسے مادر حضرت موسیٰؑ کے حمل کو غائب رکھا اور پیدا ہونے کے بعد قدرت نمائی کے لیے خود فرعون کے پاس بھیج دیا اور ان کی عقلوں اور آنکھوں پر پردے ڈال دئے۔ اسی کا نام غیبت ہے۔ اسی طرح سے اس امام کو قدرت نے دامن غیبت میں چھپا کر محفوظ کر دیا۔ چونکہ خود ساختہ خلفاء اور مدعیان خلافت یہ جانتے تھے کہ آخری امام تلوار لے کر آئے گا۔ اور دنیا کو عدل و انصاف سے لبریز کر دے گا اور ان کی ادعائی حکومتیں تباہ ہو جائیں گی۔ تو اس کی تلاش میں مصروف رہے اور دائیاں مقرر کر دیں کہ وہ بنی ہاشم کے گھروں میں بے اجازت داخل ہو کر دیکھیں کہ اس خانوادہ امامت کی کوئی بیوی حاملہ تو نہیں

مگر خداوند کریم نے مثل موسیٰ حمل غائب رکھا اور پھر ان کو مثل خضر و عیسیٰ غائب کر دیا۔ اس کی تفصیل کے لیے اگر آپ طالب ہیں۔ تو کتاب منتخب الاثر۔ علامہ لطف اللہ پائنگانی صفحہ ۲۸۶ پر دیکھیے۔

غائب پر ایمان لانا عین ایمان ہے

قرآنی فیصلہ ہے کہ غائب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ بغیر اس کے تکمیل ایمان نہیں ہوتی۔ ابتدائے آفرینش سے یہ بھی حکم نافذ ہے۔ جیسا کہ اخذ میثاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ۔
(آل عمران ۳/۹)

اے رسول یاد دلاؤ۔ جب خدا نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ ہم تم کو جو کچھ کتاب اور حکمت دیں۔ اس کے بعد تمہارے پاس ایک رسول آئے۔ تو تم سب اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور ان اقراروں پر تم نے میرے عہد کا بوجھ اٹھا لیا۔ سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کر لیا۔ خدا نے فرمایا کہ تم سب ایک دوسرے کے گواہ رہو اور تمہارے ساتھ میں بھی ایک گواہ ہوں۔

❖ ❖ ❖

یہ آیت، جہاں ختم نبوت کی دلیل مستحکم ہے۔ وہیں یہ بتلاتی ہے کہ ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء تشریف لائے اور وہ حسب شہادت سب اس نبی پر ایمان لائے۔ حالانکہ آپ کا وجود

ظاہری اس دنیا میں نہ تھا۔ بلکہ نور و روح نبوی انبیاء کی پشتوں میں موجود تھی۔ تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء کا ایمان دلیل ہے۔ اس بات کی کہ وہ سب ایک غائب نبی پہ ایمان لائے اور یہ ایمان بالغیب تھا۔ اور خدا نے سب سے اس ایمان پر عہد لیا تھا۔ تو غائب پر ایمان لانا داخل دین و آئین انبیاء تھا۔ تو قبل آنحضرت جس طرح غائب پر ایمان لایا گیا۔ اگر بعد نبی کسی غائب پر ایمان لائیں تو خلاف سنت و آئین قدرت نہ ہوگا۔ انبیاء پہلے محمدؐ پر ایمان لائے ہم ان کے ہم نام ان کی اولاد اور مقصد رسالت پورا کرنے والے پر ایمان لائے ہیں۔ آنحضرت اوّل میں غائب تھے یہ آخر میں غائب ہیں۔

قرآن پاک میں تعریف مومنین بالغیب

(۱) ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب (البقرہ ۲/۱)	یہ قرآن ان مومنین کے لیے ہدایت ہے جو متقی ہیں اور غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔

٭ ٭ ٭ ٭

(۱) ہم ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ہمارے سامنے نہیں (۲) ملائکہ پر ایمان ہے جو غائب ہیں۔ (۳) جنت پر ایمان ہے جو غائب ہے (۴) جہنم پر ایمان ہے۔ اس کو کسی نے نہیں دیکھا۔ (۵) حوریں غائب (۶) غلمان غائب (۷) حوض کوثر غائب (۸) حشر و نشر غائب۔ (۹) قیامت غائب (۱۰) وجود شیطان پر قرآن گواہ ہے۔ اور ہم کو یقین ہے حالانکہ دنیا میں آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ (۱۱) سب سے بڑھ کر ذات خداوندی ہے جو غائب ہے اور اس پر ایمان لانا مقصد اوّل نبوت ہے۔

تو ہم اتنے غائبوں پر کیوں ایمان لائے۔ محض اس لیے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

تھا اور جن چیزوں کے لیے فرمایا۔ ان کو نہ ہم نے دیکھا تھا نہ ہمارے باپ دادا نے تو جب اس نبی نے یہ فرمایا کہ ہمیشہ ایک حجت دنیا میں باقی رہے گی۔ خواہ غائب ہو یا حاضر تو اس پر بھی ایمان لانا عین ایمان ہے انہیں اسی لیے گمراہ ہو گئیں کہ وہ حاضر پہ تو ایمان لے آئیں۔ مگر آئندہ آنے والے کا چونکہ وہ غائب تھا۔ انکار کر دیا اور گمراہ ہو گئیں یہودیوں نے حضرت موسیٰ کا اقرار کر لیا۔ مگر آئندہ آنے والے کا انکار کر دیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو نہیں مانا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو تو مان لیا۔ لیکن جو آئندہ آئے۔ ان کا انکار کر دیا۔ اور ہمارے نبی کو نہیں مانا۔ اسی طرح ہمارے نبی کے ماننے والوں نے نبی کا تو اقرار کر لیا۔ لیکن آئندہ آنے والی اماموں کا انکار کر دیا۔ اس لیے وہ بھی گمراہ ہو گئے اور جس کا جدھر منہ اٹھا ادھر چل پڑا اور ایک دین کے ۷۳ فرقے بن گئے۔ سب جہنمی قرار پائے صرف ایک جنتی رہا۔

حدیث افتراق

ستفترق امتی علی ثلاثة وسبعین فرقة کلها فی النار الا واحدة	عنقریب میری امت ۷۳ فرقوں میں میں تقسیم ہو جائے گی تو سوائے ایک کے سب جہنمی ہوں گے (دیکھیے)۔

(۱) ابوداؤد کتاب السنة باب اوّل۔

(۲) ترمذی کتاب الایمان باب ۱۸-۲۰۔

(۳) سنن ابن ماجہ۔ کتاب الفتن باب ۱۷۔

(۴) سنن دارمی۔ کتاب السیر باب ۷۴۔

(۵) مسند احمد بن حنبل جلد دوئم صد ۳۳۲ جلد سوئم صد ۱۲۰ و صد ۱۴۵ جلد چہارم صد ۱۰۲ (از کنوز السنة۔ طبع مصر صد ۶۲)

یومنون بالغیب کی توضیح

اب اس میں قابل غور امر یہ ہے کہ آخرت - جنت - حشر ونشر اور خدا پر ملائکہ پر تو تمام اہل کتاب ایمان رکھتے ہیں - اسلام کے ۷۲ فرقے بھی ان سب پر ایمان رکھتے ہیں - اس لیے محض یہ غیبت - علامت ایمان نہیں قرار پائے گی اور نہ علامت نجات ہو گی - اب علامت ایمان کے لیے ایک ایسا ممتاز غیب اور غائب ہونا چاہیے کہ جس پر ایمان صرف ایک فرقہ کا حصہ ہو - دوسرے اس سے محروم ہوں - تو تہتر فرقوں میں صرف ایک فرقہ ایسا ہے جو امام غائب اور حجۃ زمانہ پر ایمان رکھتا ہے - ۷۲ اس ایمان سے محروم ہیں - تو وہی ذات تکمیل ایمان علی الغیب کا سبب ہو گی اور اس پر ایمان لانا دلیل نجات ہو گا -

اب اگر ایمان بالغیب کو اڑا دیا جائے - تو آدھے سے زیادہ دین ختم ہو جائے گا اس لیے کہ جن پر مدار ایمان رہا ہے اور ہے وہ زیادہ تر غائب ہیں اور تو اور جو قرآن مدار ایمان ہے وہ بقول مسلمانوں کے ہمارا عقیدہ ہے کہ جبرئیل صرف اجازت قرات آیات لے کر آتے تھے نہ کہ اصل قرآن - اس کا علم تو ذات نبی اور نبوت میں شامل تھا جبرئیل لے کر آتے تھے - سینکڑوں مرتبہ آئے - مگر غائب رہے - تعلق صرف نبی سے رہا - یا ان کی اولاد سے تو اسی طرح - امام کا تعلق صرف مومنین ومتقین سے رہے گا نہ کہ عام امت سے -

ایمان بالغیب کا فائدہ

ہمیشہ سے ظاہر پرست دنیا صرف اس کو مقصود سمجھتی ہے جو آنکھوں کے سامنے ہو - اس لیے کہ ایمان کا مدار بھی ظاہر پر ہے - اسی جذبہ کے ماتحت امت

موسیٰ نے اگرچہ وہ موسیٰ کی قوم سے تھی۔ فرمائش کردی کہ۔

لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ (البقرہ ۶/۲)	ہم کو تو خدا دکھا دو تب ایمان لائیں گے۔
فقالوا ارنا اللہ جھرۃ۔ ثم اتخذتم العجل من بعدہ۔ (نساء ۲۲/۲)	ہم کو خدا کھلم کھلا دکھلا دو۔ پھر تم نے گائے کا بچھڑا خدا بنا لیا۔

آپ نے دیکھا ظاہر پرستوں کا حشر کہ انہوں نے خدا کو چھوڑا۔ موسیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو چھوڑا اور نبی کی چند روزہ غیر حاضری میں یعنی حضرت موسی کے بعد گائے کے بچھڑے کو خدا مان لیا۔ کثرت ادھر ہوگئی اور قلت برائے نام حضرت ہارون خلیفہ مقرر کردہ موسی کے ساتھ رہ گئی۔ جن کو خدا نے توفیق ہدایت دی ہے۔ ان کے لیے یہی اشارہ کافی ہے۔ پھر نبی کی اس حدیث کی تصدیق بھی ہے کہ تم نبی اسرائیل کے طریقوں پر چلو گے۔ اور وہ ہی طریقہ اختیار کرو گے۔ ہاتھ باتھ پھر ان کی تقلید کرو گے اگر وہ گوہ (جانور) کے سوراخ میں گھستے ہیں تو تم بھی وہیں جاؤ گے۔ (۱) بخاری کتاب ۹۶ باب ۱۳۔ (۲) مسلم کتاب ۴۷ حدیث ۶۔ (۳) ترمذی کتاب ۱۳۔ باب ۱۸۔ وغیرہ وغیرہ)۔ مقصد صاف ہے کہ بعد نبی تم مثل نبی اسرائیل گمراہ ہو جاؤ گے۔

اس بنا پر بعد نبی اس امت کے لیے خلیفہ مقرر کردہ نبی کو چھوڑنا لازم تھا اور اپنے بنائے ہوئے پر اتفاق لازمی تھا۔ پھر جب آیت قرآن پاک۔

اشربوا فی قلوبھم العجل (البقرہ ۱۱/۲)	ان کے رگ رگ میں اس بچھڑے کی محبت سرایت کر گئی تھی۔

آج تک اس گائے کی محبت دل سے نہیں نکلی۔ خدا کا انکار کر دیجیے۔ یہ کمیونسٹ ہیں۔ کہہ کر آپ خاموش ہو جائیں گے۔ مگر ان کے مقرر کردہ یا مانے ہوؤں

کا انکار کر کے خدا کے بنائے ہوئے کا اقرار کر لیجیے تو ایک قیامت برپا ہو جائے گی
آج بھی غل ہے کہ امام کو دکھا دو۔ کہاں ہیں۔ سامنے آئیں اور آ کر ہدایت کریں
لیکن اس بات کا مدار محض سامنے ہونے پر ہے تو مدعیان امامت آج بھی موجود
ہیں۔ ادھر کیوں نہیں رجوع کرتے۔ ان کا کیوں انکار ہے۔ آج ایک مدعی امام ایسا
موجود ہے۔ جو دولت مند بھی ہے اور مسلمان اس کی دولت سے فائدہ بھی اٹھا
رہے ہیں۔ سیاست میں اس سے مدد لے رہے ہیں۔ مگر اس کی امامت کے قائل
نہیں ہیں۔ دولت اس سے لیتے ہیں۔ اخباروں میں تعریف کر دیتے ہیں۔ مگر
روپیہ لے کر بھی اس کی امامت کے قائل نہیں۔ تو آج اگر امام نظر بھی آ جائیں اور
ہدایت بھی کریں۔ تو جنھوں نے نبی کی نہیں مانی اور بہتّر ٹکڑے بن کر جہنم کا ایندھن
ہے وہ امام کی کیا مانیں گے۔ اس لیے وہ صرف تبلیغ لے کر نہیں آئے گا۔ وہ تو
بہت ہو چکی۔ اب تو وہ تلوار اور قوت قاہرہ لے کر آئے گا اور زبان سے نہیں بزور
شمشیر ایک دین پھیلائے گا۔

یہ بھی یاد رکھیے کہ جن طبائع میں کھوٹ اور دلوں میں شر غائب ہے۔ وہ
موجود سے بھی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ ابولہب۔ ابوجہل اور بکثرت منافقین
باوجود ظہور و حضور نبی ہدایت سے محروم رہے۔ مگر اہل ایمان باوجودیکہ نبی ان کے
سامنے نہیں آتے ہدایت پا رہے ہیں۔ تو جن میں قبول ہدایت کا مادہ موجود نہ تھا
ان کو وجود اور حضور نے بھی کوئی فائدہ نہ دیا اور جو خواہاں ہدایت ہیں وہ نبی کے
سامنے نہ ہونے پر بھی ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی جذبہ ظاہر پرستی کو دیکھ کر
فرعون نے یہ کہہ کر ان کا جذبہ پورا کر دیا کہ۔

(انا ربکم الاعلیٰ (نازعات ۷۹)) میں ہی تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں

اور لوگوں نے اس کو مان لیا۔ اسی جذبہ کے لوگوں نے خدا نہیں تو خدا کا بیٹا بنا کر

اور سامنے دیکھ کر پورا کر لیا۔ کتنی ہستیاں تھیں۔ جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اس پر بھی ظاہر پرستوں کی پیاس نہ بجھی تو آدمیوں کے علاوہ بتوں کو خدا بنالیا۔ یہ صرف ظاہر پرستی کا کرشمہ تھا۔

من فعل ھذا بآلھتنا

(انبیاء ۵۹)

یہ ہمارے خداؤں کی درگت کس نے بنائی۔

بتوں کو خدا کہہ کر ظاہر پرستی پر جم گئے۔ غرض مندر۔ معابد۔ تخت حکومت ان خداؤں سے آباد تھے۔ پھر ہر قبیلہ اور قوم نے الگ الگ خدا بنا لیئے۔ اپنے اپنے خداؤں کو مانا۔ دوسروں کے خداؤں کو رد کر دیا۔ اسی نے قوموں میں تقسیم کی بنا ڈالی اور ان خداؤں کی کثرت سے قوم کثرت میں تقسیم ہو کر بہ کثرت فرقے بن گئے۔ ہر فرقہ کا خدا یا اوتار الگ الگ ہو گیا تو وہ بھی الگ الگ ہو گئے اور فتنہ و فساد پھیل گیا اس لیے ان خداؤں کے ریل پیل کے زمانہ میں اس نے بکثرت انبیاء کو بھیجا۔ جن کا واحد مقصد یہ تھا کہ ان کو خدائے واحد اور غائب کی عبادت پر متفق کر کے ان بہ کثرت خداؤں سے نجات دلا دیں تو ان انبیا نے ایک غائب کا پرستار بنا کر سب کو متحد کر دیا اور یوں توحید سے وحدت اقوام بھی حاصل ہو گئی۔ جب سب کا خدا ایک ہے تو کثرت کیسی۔ یہی جان توحید ہے۔ لیکن ظاہر پرستی پھر کسی رنگ میں نمایاں ہو کر تصور خدا سے نہ ہٹا دے۔ ایک ظاہر مقام کو اپنا گھر کہہ کر قبلہ بنا دیا۔ ورنہ اس کو گھر کی ضرورت نہ تھی۔ ہم کو جذبہ غلط ظاہر پرستی سے بچانے کے لیے اپنا گھر کہہ دیا۔ اور سب کی گردنیں ادھر جھکا دیں اور دل اپنی طرف۔ اس طرح پھر وحدت قائم رہی۔ ورنہ اگر اس کو قبلہ کہہ کر اپنا گھر نہ بتاتا تو آج ہزاروں گھر چاندی اور سونے اور جواہرات کے بن کر اپنی اپنی سمت لوگوں کو بلاتے۔ دل کا مرکز ایک فرض کر لیا جاتا۔ مگر اجسام کے رخ بدل کر پھر کثرت شروع ہو جاتی اور حکومتیں اپنے اپنے قبیلوں کو بزور شمشیر متوالیتیں بنا لے

غائب اور ایک قبلہ کو مان کر وحدت روحی اور جسمی کو ایک کر دیا۔

مصنوعی کثرت کو اس سے ایک وحدت کی طرف لانے کے لیے قدرت نے جو طریقہ انبیاء کے لیے اختیار فرمایا تھا وہی طریقہ آخر میں رکھا۔ جب خود ساختہ خلفاء بکثرت ہو گئے اور ہر قبر پر مجاور۔ ولی بن کر اولیاء لاتعداد ہو گئے اور خود ساختہ اماموں کی ریل پیل ہو گئی اور اسلام کی وحدت فرقہ بندیوں سے کثرت میں تبدیل ہو گئی۔ ہر خلافت کا مذہب جدا جدا اور ہر امامت کے ماننے والے الگ الگ ہو گئے اور ہر ولایت اور پیر کے مطیع حکم ہو کر فرقہ فرقہ بن گئے وحدت سے یہ تقسیم ہو گئی۔ تو مقررہ تعداد کے ختم ہونے پر حسب وعدہ امامت آخری کو باقی رکھا اور نبی کی زبانی ایک امام غائب پر ایمان لانے کا حکم دے کر پھر سب کو ایک وحدت سے وابستہ کر دیا اور جیسے انسان ایک خدائے غائب کو مان کر سینکڑوں مصنوعی خداؤں سے بچ گئے تھے اسی طرح ایک امام غائب کو مان کر اس کو سینکڑوں خلفاء ہزاروں اماموں اور درجنوں مصنوعی انبیاء سے نجات مل گئی

اب جو امام غائب کو مانتے ہیں وہ وجود امام میں کسی نبی کے قائل نہیں ہو سکتے اس لیے وہ مصنوعی نبی یا کسی امام کے قائل نہیں ہوتے۔ ان کے یہاں مسلمہ مسئلہ ہے کہ امامت بار نبوت اور کار نبوت نبی کے نہ ہونے پر اور بعد نبی اٹھاتی ہے تو جب قیامت تک کار ہدایت اس امام غائب کے سپرد ہے۔ تو اس عرصہ میں کوئی نبی نہیں آسکتا۔ تو اس غائب امام پر ایمان لانے سے ہم کس قدر جھوٹے انبیاء اور جھوٹے اماموں سے محفوظ ہو گئے۔

نہ ہم اس کی موجودگی میں کسی کی امامت اور ولایت کے قائل ہیں نہ کسی کی نبوت کے اسی طرح جہاں اس امام کے اعتقاد نے ہم کو محفوظ رکھا وہیں ختم نبوت کے لیے ان کا وجود سپر بن گیا۔

تو ایک امام پر ایمان کو منحصر کر کے ہزاروں متفرق عقیدوں سے بچا دیا۔ یقیناً امام غائب پر ایمان لانے والے نہ خود ساختہ خلفاء کے خود ساختہ مذہبوں میں تقسیم ہیں نہ خود ساختہ اماموں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں نہ نو وارد مہدیوں کو مانتے ہیں نہ مدعیان نبوت کی نبوتوں پر ردح کرتے ہیں۔ بس ایک خدائے غائب کی طرح ایک امام غائب پر ایمان و اعتقاد رکھ کر وحدت قومی و مذہبی پر قائم ہیں۔

ایک اور فائدہ

آئمہ اہل بیتؑ نے ہمیشہ خاموش تبلیغ کی اور اپنے عمل اور کردار سے بتاتے رہے کہ امامت اور نیابت خداوندی کس کو کہتے ہیں اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ حضرت علیؑ سے لے کر بارہویں امامؑ تک کسی نے اس کی پروا نہیں کی کہ غرض اور خواہشات نفس کے مریدوں نے ان کو چھوڑ کر اہل دنیا کا دامن تھام لیا۔ وہ ہمیشہ اس اصول پر پابند رہے کہ اگر امت نے ہماری اطاعت چھوڑ کر اپنا فرض چھوڑ دیا۔ تو ہم اپنا فرض امامت کیوں چھوڑ دیں۔ اس لیے ان پر خواہ کچھ گذری۔ مگر انہوں نے فرائض امامت۔ یعنی حفاظت اصول اسلام حقیقی۔ اصلاح البشر۔ اور ہدایت خلق کو نہیں چھوڑا۔ امیر المومنینؑ نے مجبور ہو کر باغیوں کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی۔ امام حسنؑ نے صلح کی تاکہ یہ نہ کہدیں کہ ان کو صرف جنگ آتی ہے صلح نہیں۔ امام حسینؑ بھی شدائد زمانہ جھیل کر کار امامت انجام فرماتے رہے اگر خود ان سے طلب بیعت کی چھیڑ چھاڑ نہ کی جاتی۔ تو دنیا ان کی ہدایت سے فیضیاب ہو جاتی۔

اس کے بعد نو آئمہ نے صبر و سکون کی وہ زندگی بسر کی کہ جس کی مثال نہیں۔ اپنی جانیں دیں۔ مگر کسی اور کی جانیں نہیں لیں۔ خود قید و بند کی مصیبتیں برداشت کیں۔ مگر کار ہدایت کو بند نہیں کیا۔ حتیٰ کہ آخری امام نے غیبت اختیار فرما کر اپنی جانب سے امن

عالم کا اعلان فرما دیا۔

جن کی نظر اسلامی تاریخوں پر ہے وہ جانتے ہیں کہ انسانوں نے امامت و خلافت کو سامنے لاکر کس قدر خونریزیاں کیں ہیں۔ بنی امیہ نے دعوائی خلافت کر کے لاکھوں مسلمانوں کے خون بہائے۔ پھر بنی عباس نے کار خلافت و امامت امت ہاتھ میں لے کر۔ لاکھوں مسلمانوں کو ختم کیا۔ پھر یوں ہی کشت و خون اور تباہیوں کو لے کر خلافت مختلف گھرانوں میں چکر کاٹتی رہی۔ آخر انہی خلافتوں کے ہاتھوں اسلام اتنا کمزور ہو گیا کہ اغیار نے اس پر تسلط جما لیا اور آج بھی اسلامی حکومتیں مسلمان ہو کر آپس میں جو کچھ کر رہی ہیں وہ دنیا پر روشن ہے۔ اس امام کی غیبت نے امامت کے نام پر جنگ کا دروازہ بند کر دیا۔ جہاد چونکہ بغیر امام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جہاد جو ملک گیری کا نام پڑ گیا تھا۔ وہ بھی روک دیا گیا۔ صرف دفاع واجب رکھا۔

ہم ایک امام کو روحانی پیشوا مان کر امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان حاضر خلافتوں یا امامتوں کے چکر میں نہیں پڑ رہے ہیں۔ جس نے امن عالم اسلام کو تہہ و بالا کر دیا تھا۔ اور اسلام کی ہر آپس کی جنگ اسی نام پر لڑی جاتی تھی۔ فرقے انہیں اماموں کے نام پر بنائے جاتے تھے۔ ایک امام یا خلیفہ بن کر دوسرے سے جنگ کرتا تھا اور اور غلبہ پا کر نئے مذہب یا نئے خیالات کا ٹھیکہ ان کو مل جاتا تھا۔ ذرا سکون ہوا اور عیش کی زندگی ناچ و رنگ کی محفلیں سج گئیں۔ اور اسی کا نام اسلام رکھ دیا گیا۔ ہم اس امام کی غیبت پر ایمان لاکر ان تمام بلاؤں سے بچ گئے اور امن و امان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہم تو جنگ مناظرہ بھی نہیں کرتے البتہ جب ہم سے مناظرہ کیا جائے یا باہم اعتراض ہو تو پھر ہم اس میدان کے شیر ہیں بحمد اللہ اسی امام غائب کے زمانہ میں صحیح مذہب اسلام ترقی کر رہا ہے اور غلط آئمہ اور خلفاء کے پیرو ساری دنیا پر تو کیا غالب آئیں گے اپنے ملک سے یہودیوں کو نہیں نکال سکتے۔ ایمان اولاد رسول پر ایمان لانے کے بعد

نہ تو کسی ملک پر حملہ آور ہوا۔ نہ ملک گیری کو جزو ایمان بنا کر جہاد اس کا نام رکھا نہ اسلامی ممالک سے آویزش کی۔ بلکہ آج وہ پاکستان کا بہترین دوست بن کر پاکستان پر قابض مذہب والوں کے ہم مذہبوں سے صلح کر رہا ہے۔ یہ سب امام غائب کے ماننے کے برکات ہیں۔ جس نے جہاد اور ملک گیری کو حرام اور مدافعت کو واجب قرار دیا ہے۔

آخرت پر ایمان

قرآن پاک میں دو قسم کے گروہ بیان کئے گئے ہیں

والذین یومنون بالآخرۃ (انعام ۶/۱۱)	جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (وہ نجات یافتہ ہیں)

(۲) والذین لا یومنون بالآخرۃ (انعام ۶/۱۲) وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں (وہ گمراہ ہیں) تو وہ آخرت ہے کہاں۔ وہ تو بعد قیامت معلوم ہوگی۔ پھر آج اس پر ایمان لانے سے کیا فائدہ اور کیوں قرآن نے اس کی تاکید کی ہے۔ راز یہ ہے کہ جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کے خوف سے اور جنت غائب کی رغبت سے گناہ نہیں کرتے اور صرف اعتقاد آخرت ان کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ بالکل آج امام نگاہوں کے سامنے نہیں ہیں۔ لیکن یہ ہمارا اعتقاد کہ وہ ہمارے اعمال کے شاہد ہیں اور اعمال دیکھتے ہیں اور ہماری بداعمالی پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ہم کو گناہوں سے بچاتے ہیں۔

یہاں یہ اعتراض نہ کیجیے گا کہ جب آخرت کا خوف موجود ہے۔ تو پھر امام کے اعتقاد کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی اعتراض ہے کہ جب خدا موجود ہے تو پھر آخرت کے مزید خوف کی کیا ضرورت ہے۔ اور ایمان باللہ کے بعد ایمان آخرت پر

زور کیوں دیا جاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ اس سفرِ حیات میں جس قدر چیزیں خوف یا رغبت رکھتی ہیں۔ قدرت
نے ان سب کو نمایاں کر دیا ہے اور ترقی ایمان کے لیے مختلف زینے بنا دئے ہیں۔ جن
کو ہم یکے بعد دیگرے طے کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک زینہ اعتقاد امام ہے۔ تو جو فائدہ
ایمان بالآخرہ کا ہے وہی فائدہ ایمان بالامام کا ہے۔ تو جب آخرت دنیا کی آخری
منزل ہے تو اس دنیا میں امام کا اعتقاد اس کا پہلا زینہ ہے۔ یوں ہم زینہ بہ زینہ خدا تک
پہنچتے ہیں۔ یقیناً خدا کا یہ اعتقاد کہ وہ ہمارے کل اعمال دیکھتا ہے اور وہ حاضر و ناظر
ہے۔ تو ہم اس علم کے بعد بھی بہت سی باتیں ایسی کر لیتے ہیں جو ہم امام کے سامنے نہیں
کر سکتے ہیں۔ ہم اس حاضر و ناظر کے سامنے ننگے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر خبر نہیں کیا کیا کرتے
ہیں۔ مگر امام کے سامنے ننگے نہیں ہو سکتے ہیں۔

تو بہت سے وہ امور جو ہم اس کی رحیمی اور ستاری پر بھروسہ کر کے کر ڈالتے ہیں
ان گناہوں سے ہم حضور امام کے اعتقاد کے بعد بچ جاتے ہیں۔

کبیرہ سے اس کا اعتقاد بچاتا ہے تو صغیرہ سے اعتقاد امام سے بچ جاتے
ہیں۔ اگر اس اعتقاد کا کوئی فائدہ نہیں تو پھر خدا نے خود شہید ہوتے ہوئے کیوں ہمارے
نبی اور امامت وسط کو شہید اعمال بنایا۔ وہ خود کافی تھا۔ مگر اس نے کچھ انسانوں کو
بھی شہید بنا کر ہمارے گرد اگرد پہرے لگا دئے اور ہر طرح ہمارے بچانے کی کوشش کی
کیا مسلمان حق سے روگردان ہو کر گمراہ اور خدا کی طاقت اور قدرت کے بھی منکر ہو گئے
اور کہنے لگے کہ کیا کوئی اتنے دن زندہ رہ سکتا ہے۔

زندہ رہنا خلاف عقل و قرآن ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ۔

کل نفس ذائقۃ الموت ہر نفس موت کا مزہ پائے گا

(آل عمران $\frac{3}{19}$)

٭ ٭ ٭ ٭

اس امام کو بھی موت آنی چاہیے۔ مگر کوئی ان سے یہ پوچھے کہ شیطان بھی نفس رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ صاحب نفس ہے تو اس کو موت کیوں نہیں آتی۔ نیز ہم کس دن قائل ہوئے ہیں کہ ہمارے امام کو موت نہیں آئے گی۔ وہ آخر زمانہ میں حکومت کے بعد موت پائیں گے۔ ہم تو اس کے قائل ہیں کہ وہ ظہور حضرت عیسیٰؑ تک زندہ رہیں گے اور یہ زندہ رہنا قدرت کے دائرہ اختیار سے باہر نہیں حیرت صرف ان لوگوں پر ہے جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ اگر آج کوئی شخص یہ اعلان کرے کہ میں ہوا پر اڑ کر یا پانی پر چل کر دکھلا دوں گا تو سارا شہر اس کے دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑیگا اور اس کو اڑتے ہوئے یا پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر یقین کرے گا کہ یہ ممکن ہے اب کچھ دن بعد دوسرے شخص نے بھی اعلان کر دیا۔ چونکہ لوگوں کو دیکھ کر یقین آ چکا ہے اس لیے بہت تھوڑے اس کو دیکھنے جائیں گے اور بکثرت قائل ہو کر تیسری مرتبہ نہیں جائیں گے۔ اب پھر چوتھی مرتبہ یہی اعلان ہوا تو لوگوں کو یقین آ چکا ہے۔ نہ کوئی تمنائے دید کرے گا نہ انکار کرے گا

اب اگر پانچویں مرتبہ بھی یہی دعویٰ کیا جائے اور سب انکار کر دیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو وہ سب جھوٹے۔ ہٹ دھرم اور اس پانچویں کے دشمن سمجھے جائیں گے (ابن طاؤس رح)

قرآن وسنت گواہ ہیں ہیں کہ کچھ ہستیاں زندہ ہیں اور ان کو طول عمر دی گئی ہے۔ تو پھر اس امام پر کیوں تعجب ہے۔

(۱) وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (النساء ۱۵۹) — کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو آپ پر آپ کے مرنے سے پہلے ایمان نہیں لائے گا۔

آج لاکھوں یہودی جو اہل کتاب ہیں۔ آپ پر ایمان نہیں لائے۔ معلوم ہوا کہ

(۶) تحسبہم ایقاظاً وھم رقود ونقلبہم ذات الیمین وذات الشمال وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید۔ ولبثوا فی کہفہم ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعا۔ (کہف ۱۵)

تم ان کو جاگتا ہوا خیال کرو گے حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ اور ہم ان کو دائیں بائیں کروٹیں بدلواتے رہے اور ان کا کتا دونوں ہاتھ پھیلائے چوکھٹ پر موجود ہے وہ اپنے غار میں تین سو برس بلکہ نو سو برس سے زیادہ اسی حال میں رہے۔

آیۂ گرامی صاف بتلا رہی ہے کہ وہ تین سو برس سے زیادہ سوتے رہے۔ گویا سو کر زندہ رہے اور پھر بیدار ہوئے۔

رقود۔ کے معنی سو جانا ہے۔ راقد سونے والے کو کہتے ہیں اور اس کی جمع رقود ہے۔ تو جب قدرت اتنے دن تک سلا کر زندہ رکھ سکتی ہے تو کیا اس پر قادر نہیں کہ جگا کر زندہ رکھے اور بیدار رہ کر وہ زندہ رہیں۔ قرآن پاک نے ان کی متعلق صاف کہا ہے فضربنا علی آذانھم۔ اے ارقدناھم۔ یعنی ہم نے ان کو سلا دیا۔ (تفسیر درمنثور سیوطی جلد چہارم صفحہ ۲۱۵) دوبارہ وہ پھر سو گئے۔ جس کو تفاسیر صاف بتلا رہی ہیں۔ دیکھئے (تفسیر حسینی۔ ملا حسین واعظ کاشفی از علمائے اہل سنت۔ جلد دوم صفحہ ۵) اسی تفسیر میں اس کی توضیح ہے کہ آخر امام مہدی پر دوبارہ اپنے حال میں آجائیں گے اور ان کے مددگار رہیں گے۔ اب علامہ سیوطی نے جو روایت کی ہے وہ بھی دیکھ لیجیے۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی محترم نے فرمایا کہ اصحاب کہف مہدیؑ کے مددگار رہیں گے (درمنثور سیوطی۔ جلد چہارم صفحہ ۲۱۵) علامہ دمیری نے اس واقعہ کو بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ زمانہ نبیؐ میں انہوں نے گفتگو کی اور اپنی خوابگاہ میں جا کر سو رہے آخر زمانہ خروج مہدی تک سوتے رہیں گے۔

(حیواۃ الحیوان دمیری جلد دوم صـ۲۸۸ـ)

بعینہٖ یہی الفاظ و روایت مشہور ترین تفسیر میں علامہ قرطبی نے لکھی ہیں۔
(تفسیر قرطبی جلد ۱۰ ہم صـ۳۰۹ـ) پھر مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ ان کو موت نہیں آئی اور وہ قیامت تک نہیں مریں گے
(تفسیر کبیر جلد پنجم صـ۷۰۰ـ طبع قسطنطنیہ)

یہیں ہم تو صرف اصحاب کہف کی زندگی کا ذکر کر رہے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ زمانہ امام مہدیؑ تک رہیں گے بلکہ ان کے مددگار بھی ہوں گے خدا مسلمانوں کو ہٹ دھرمی سے بچائے۔ کہ ان کی حیات کے قائل ہیں اور امام دوازدہم کے منکر ہیں۔ اصحاب کہف کے کئے تک کی حیاۃ کے قائل ہیں۔ مگر امام کی حیات کے منکر ہیں۔

(۷) جو مسلمان قرآن پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کو صرف ایک مثال کافی ہے۔ جس کی قرآن تائید کر رہا ہے اور جو نہیں مانتے ان کے لیے ہزار مثالیں بھی بیکار ہیں۔ قرآن پاک حضرت نوح کے متعلق فرماتا ہے۔

فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاماً (عنکبوت ۲۹/۲)	حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس زندہ رہے۔

کیا درازی عمر کی یہ مثال اہل حق کے لیے کافی نہیں۔ اگر قرآن کی یہ مثال اہل حق کے لیے کافی نہیں۔ تو دنیا کی کوئی مثال ان منکروں کے لیے کافی نہیں۔ قرآن کریم کے علاوہ۔ توریت میں درازی عمر کی درجنوں مثالیں۔ موجود ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی رہتی جہالت پر باقی رہے تو نیا بر۔

انک لا تھدی من احببت (قصص ۲۸/۲۰)	جس کو تم چاہتے ہو۔ اس کو ہدایت سے کوئی واسطہ نہیں۔

یہ پھر بھی گمراہ رہیں گے۔ خواہ کسی قدر دلائل دیئے جائیں۔
(توریت۔ سفر تکوین۔ صحاح پنجم میں پانچویں آیتہ دیکھئے) اس میں آپ کو طویل العمر لوگوں کی فہرست ملے گی۔ جس کا انکار اہل حق نہیں کر سکتے۔
موجودہ زمانہ کے سائنس دان طول عمر کے امکان کے قائل ہیں اور اس کے وسائل تلاش کر رہے ہیں۔ اہل علم باخبر ہیں۔ اس لیے ہم بخوف طوالت اس کو تحریر نہیں کرتے۔ منکرین طوالت عمر و درازی سن پر یہ آیت صادق آتی ہے۔

بل کذّبوا بما لم یحیطوا بعلمہ (یونس ۱/۱۲)	جو چیزیں ان کے علم کے دائرہ میں نہیں آسکیں ان کو جھٹلانے لگے

(یہی جاہلاں علم کے انکار کا راز ہے۔)

حیات دجّال

۱۔ ابن صیاد کو آنحضرت نے دیکھا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم مجھ کو ذرا بھی شک نہیں کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے (سنن ابوداؤد جلد چہارم صفحہ ۱۲۰) ۲۔ جناب جابر ابن عبداللہ خدا کے نام کا حلف لے کر کہتے ہیں کہ ابن صیاد دجّال ہے پھر وہ کہتے ہیں کہ عمر بھی اس کا ذکر حلف کے ساتھ کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد جلد چہارم صفحہ ۱۲۱ طبع مصر) (۳) حدیث تمیم داری پر غور کیجیے۔ ایک شب آنحضرتؐ نے نماز عشا میں دیر لگائی۔ پھر مسجد میں تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھ کو تمیم داری سے باتیں کرنے میں دیر لگ گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں دجّال کو دیکھا اور اس نے دریافت کیا کہ کیا نبی اُمّی آگئے۔ آنحضرتؐ نے سب کو جمع کیا اور یہ روایت سنائی اور ابوداؤد نے صحیح سمجھ کر اس کو تحریر کیا ہے (ابوداؤد جلد چہارم صفحہ ۱۱۹ طبع مصر)

دجال کے متعلق روایت مطابق (۲) کو (صحیح مسلم۔ قسم رابع صـ۲۲۶ نے بھی روایت کیا ہے۔ حدیث (۳) روایت دارمی کو (صحیح مسلم۔ قسم رابع صـ۲۲۵ اور صـ۲۲۷) نے روایت کیا ہے۔ بلکہ روایت مسلم میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا تمیم دارمی نے وہ بات کہی ہے کہ جو اس بات سے موافق ہے۔ جو میں نے تم سے حدیث دجال کے متعلق کہی ہے (قسم رابع صـ۲۲۶ صحیح مسلم)

(۳) آنحضرت نے فرمایا کہ دجال کو عنقریب پا جائے گا وہ شخص جس نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہے۔ (ترمذی جلد نہم صـ۸۱ طبع مصر) نیز علامہ ترمذی نے (۳) والی دارمی کی حدیث کو بھی مصدقہ مان کر روایت کیا ہے۔ (ترمذی جلد نہم صـ۱۰۸

اسی تمیم دارمی کی روایت کی تصدیق۔ علامہ متقی بھی کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ہفتم صـ۱۹۱ طبع دکن) اس کی مؤید دوسری روایت ہے (کنز جلد ہفتم صـ۱۹۲)

روایت (۴) کو علامہ متقی نے بھی لکھا ہے کہ دجال کو ضرور بالضرور وہ پالیں گے یا پا جائیں گے جنہوں نے مجھ کو دیکھا ہے۔ یہ واقعہ روایت میری موت کے قریب ہوگا۔ (کنز العمال جلد ہفتم صـ۱۹۹)

ان تمام معتبر ترین روایات اہل سنت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) یہ کہ دجال زمانہ رسولؐ سے زندہ ہے اور ان کے زمانہ میں موجود تھا۔

(۲) حضرت نے خود فرمایا کہ جنہوں نے مجھ کو دیکھا وہ اس کو دیکھیں گے

(۳) تمیم دارمی کی روایت معتبرہ و مصدقہ صحاح سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال ایک جزیرہ میں دیکھا گیا۔ اب خدارا ان لوگوں کے متعلق غور کیجیے۔ جو ایک دشمن خدا و دین کی حیات کے تو قائل ہیں۔ مگر اولاد رسولؐ جو حامی دین اور امان زمین اور حجۃ خدا ہے اس کی حیات کے قائل نہیں۔

بعض لوگ پوچھتے کہ امام کا جزیرہ خضراء کہاں ہے تو وہ صحیح غار اصحاب کہف اور

دجال کا جزیرہ بتلا دیں۔ ہم اپنے امام کا جزیرہ بتلا دیں گے۔ اسی طرح جو سوال وہ ہمارے امام کے متعلق کریں گے۔ وہی ہم مسئلہ دجال کے متعلق ان سے پوچھیں گے

پہلے ان پر جواب واجب ہے اس لیے کہ مقدم روایات دجال کی ہیں۔ جن کو وہ بھی مانتے ہیں۔

(۴) روایت معتبرہ حضرت خضر کی حیات کو بتلاتی ہیں۔ کہ وہ اسی زمین پر زندہ ہیں موجود ہیں۔ صحابہ تصدیق کرتے ہیں۔ مگر منکرین اس معاملہ کی ضد میں صحابہ کی روایات کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کیا یہی ایمان و انصاف کا تقاضا ہے۔ اسی کا نام پیروی کتاب وسنت ہے۔

خلاصہ روایات متعلق حضرت خضر

(۱) حضرت عمر نے ایک جنازہ میں ایک شخص کو دیکھا۔ کہا اس کو بلاؤ تاکہ جو بات اس نے کہی ہے اس کے اور اس کی نماز کے متعلق سوال کریں۔ تو وہ نظروں سے چھپ گئے۔ تب لوگوں نے دیکھا کہ ان کے قدموں کے نشان ایک ہاتھ کے ہیں۔ تب عمر نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہ خضر ہیں جن کا ذکر نبیؐ نے فرمایا تھا۔ (کنز العمال علامہ متقی جلد ہفتم صد ۱۲۳)

(۲) بعد وفات سرور کائنات صلعم صحابہ نے آواز سنی کہ کوئی شخص اسلام علیکم اہل بیت کہہ کر نبی صلعم کا پرسہ دے رہا ہے اور نظر نہیں آرہا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ جانتے ہو یہ کون ہے۔ یہ خضر ہیں۔ (اشعتہ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ۔ جلد چہارم صد ۲۳۱)

(۳) ابوبکر اور علیؑ نے نبی کے پرسہ دینے والے کو بتلایا کہ یہ خضر تھے۔ (مدارج النبوہ جلد دوم صد ۴۳۶)

(۴) عمر ابن دینار روایت کہتے ہیں کہ خضر و الیاس دونوں زندہ ہیں۔ پس جب قرآن

قرب قیامت میں اٹھا لیا جائے گا۔ تو انتقال فرمائیں گے۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں (مشہور مفسر) کہ صحیح قول یہی ہے اور اولیاء میں سے جن حضرات نے خضر کو دیکھا ہے ان کا شمار نہیں۔ (تفسیر ثعالبی جزائری جلد دوم ص ۲۹۳ طبع الجزائر)

(۵) ویمشی الخضر بین یدیہ (قال شعرانی فی الفتوحات) مشارق الانوار حمزاوی ص ۱۵۲ طبع مصر۔	حضرت خضر امام مہدیؑ کے سامنے چلیں گے۔

بعض جاہلاں حقیقت ان کی زندگی کے خلاف یہ آیت لاتے ہیں۔

وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد (انبیاء پ ۱۷)	تم سے پہلے کسی کی ہمیشگی نہیں رکھی۔

مگر جب خضر و الیاس عیسیٰ و مہدی سب کے لیے روایات میں موت کا ذکر نہیں ہے تو طول حیات سے خلد اور ہمیشگی نہیں ثابت ہوتی۔ خلد کے لیے تو یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں اور موت کسی کو نہ آئے۔ حالانکہ ان حضرات کے لیے طول عمر کے بعد موت لازمی ہے۔ دراصل وہ جاہل۔ طول عمر اور خلد میں فرق نہیں کرتے اب ابن کثیر مفسر دمشقی کا یہ قول کہ اگر خضر زندہ ہوتے تو نبی کے پاس آکر اسلام لاتے اس دمشقی کو کوئی یہ بتلائے۔ کہ تم نے یہ علم ضرور خانوادہ بنی امیہ سے حاصل کیا ہے۔ ورنہ اس امر سے بے خبر نہ ہوتے کہ سارے انبیاء اسلام پر پیدا ہوئے ہیں اور جب وہ عالم میثاق میں اس نبی پر ایمان لے آئے ہیں تو پھر نیا ایمان لانا کیا معنی رکھتا ہے اور اگر کوئی کسی پر ایمان بھی لائے تو اس کو حاضر خدمت ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب مان لے گا تب مسلمان ہو گا۔ اگر حضرت خضر کے متعلق غور کیا

جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ خداوند کریم نے جو ان کو اتنی لمبی زندگی دی ہے تو نہ کسی نبوت کے لیے اور نہ کسی ایسی کتاب کے لیے جو ان پر نازل کی جاوے گی نہ کسی شریعت کی وجہ سے کہ خدا اس کے ذریعہ سے ان سے پہلے کی شریعت منسوخ کرنا چاہتا تھا۔ نہ ان کو اس قدر دراز عمر کسی امامت کی وجہ سے دی تھی کہ امت ان کی پیروی کرے۔ نہ ان کو کسی بادشاہ کا خوف تھا اور نہ کوئی خاص عبادت ان کے ذریعہ سے یا ان سے لی گئی۔ بلکہ قدرت نے ان کو یہ ایک مثالی زندگی دی تھی۔ تاکہ مسلمان ان کا اقرار کر لیں تو یہ دلیل بن جائیں۔ اس آخری امام طول عمر کی جو دنیا کو عدل و داد سے لبریز کر دے گا اور ان کی حیات اور طول عمر کی وجہ سے دشمنوں کی گردن جھک جائے اور ان کی حجت قطع ہو کر حجت خدا قائم ہو جائے اور بالکل نئی اور انوکھی شے کی وجہ سے وہ انکار کر کے خدا سے یہ نہ کہہ دیں کہ ایسا کبھی ہوا بھی نہ تھا۔ ہم کیسے یقین کر لیتے (ماخوذ عن الصادق علیہ السلام)

مگر بعض اہل اسلام کے حضرت خضر کو مان لینے کے بعد امامؑ کی طول عمر پر اعتراض بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے سورج نکلنے کے بعد دن ہونے کا انکار کر دیا جائے خدا قرآن پاک میں اسی کے متعلق فرماتا ہے۔

فما اختلفوا الا من بعد ما جائہم العلم (جاثیہ ۲)	انہوں نے علم حاصل ہونے کے بعد بھی اختلاف کر دیا۔
دوسری جگہ فرماتا ہے۔	
ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ (نساء ۲۲)	جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں

نہ انکار کرتے بن پڑتی ہے نہ یقین ہی آتا ہے۔ بس مبتلائے شک ہیں۔

فورب السماء والارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون (ذاریات ۲۳)	تو پروردگار زمین و آسمان کی قسم ہے وہ یقیناً حق ہے۔ جب کہ تم خود کہتے ہو۔

اب تک ہم نے صرف کتب اہلسنت سے کام لیا ہے۔ صرف ایک روایت اہل بیتؑ کی بھی سن لیجیے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس امام آخر میں چار انبیاء کی سنتیں ہیں۔ سنت حضرت موسیٰ یہ ہے کہ ان کی طرح سے آپ فخرج منہا خائفا یترقب (قصص ۲۱) حضرت موسیٰ وہاں سے امید اور خوف کی حالت میں نکل کھڑے ہوئے۔ اسی طرح یہ امامؑ بوجہ خوف غائب ہو گئے۔ حضرت یوسف کی سنت یہ تھی کہ آپ غائب ہو گئے۔ فعرفہم وھم منکرون (یوسف ۵۸) حضرت یوسف نے بھائیوں کو پہچان لیا۔ مگر وہ نہ پہچان سکے۔ اسی طرح اس امام کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ آپ سب کو معلوم کر لیتے ہیں۔ سنت عیسیٰؑ یہ ہے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کو موت آگئی حالانکہ آپ زندہ ہیں اور سنت حضرت محمد مصطفیٰؐ یہ ہے کہ آپ تلوار کے ساتھ آئیں گے اور جہاد فرمائیں گے

پانی اور کھانا اور گدھا سب باقی رہے

(۷) قرآن پاک نے واقعۂ حضرت عزیر کو بیان فرمایا ہے۔

فاماته الله مائة عام ثم بعثه قال کم لبثت قال لبثت قال لبثت یوما او بعض یوم قال بل لبثت مائة عام فانظر الی طعامك وشرابك	خدا نے ان کو سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر زندہ کیا اور پوچھا۔ کتنے دن گذارے کہا دن بھر گذارا ہے بلکہ دن بھر سے کم۔ کہا تم کو تو سو برس گذر چکے۔ ذرا اپنا کھانا اور پانی

لم يتسنه وانظر الى حمارك ولنجعلك اية للناس فانظر الى العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحما (بقرہ ۳/۳۵)

(یاد دو دھ) دیکھو خراب نہیں ہوا اور ذرا اپنے گدھے کو دیکھو۔ ہم تم کو آدمیوں کے لیے نشان قدرت بنائیں گے۔ اب ہڈیوں کو دیکھو ہم ان کو کس طرح جوڑ کر گوشت کا لباس پہنائیں گے۔

اہل بصیرت کے لیے یہ واقعہ نمونہ قدرت ہے۔ خدا نے سو برس تک کھانے پینے کی چیزوں کو محفوظ رکھا۔ بقائے امام کا انکار کرنے والے۔ یہاں کہہ سکتے ہیں کہ ناممکن ہے۔ دھوپ، اور ہوا میں کھانا خراب نہ ہو۔ لم ۲ گھنٹہ میں خراب ہونے والا سو برس نہیں رہ سکتا اور عزیر زندہ نہیں ہو سکتے وہ تو قیامت میں خدا مبعوث کرے گا۔ (اٹھائیگا) پھر سوکھی ہڈیوں پر گوشت کہاں سے آیا۔ الغرض سو باتیں بنا سکتے ہیں۔ مگر یہاں خدا کی قدرت کا اقرار ہے۔ اس لیے کہ اس سے ان کی ساختہ دعادی پر آنچ نہیں آتی۔ مگر یہ کہہ دیا جائے کہ اولاد رسول میں ایک امام زندہ ہیں تو یہاں امام کا انکار کرنے والے کے لیے خدا کی قدرت بھی بھول جائیں اور احادیث جس قدر اشخاص کو زندہ بتلاتی ہیں وہ بھی یاد نہیں رہیں گی۔ اس لیے کہ اس سے بہت سی امامتوں پر آنچ آتی ہے۔

(۸) قال رب فانظرني الى يوم يبعثون۔ قال فانك من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم (اعراف ۲/۳) (حجر ۱۵/۵) (ص ۳۸/۳)

قرآن پاک میں تین جگہ خداوند کریم نے شیطان کی خواہش کو بیان فرمایا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو قیامت تک کی مہلت دے۔ فرمایا کہ قیامت تک تو نہیں ہاں ایک وقت معین تک کی تجھ کو مہلت دیتا ہوں اور

یہ مہلت آمد امام مہدی تک اس کو حاصل رہے گی۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ (حج ۲۲)	اے نبی ہم نے جب تم سے پہلے کوئی نبی یا رسول بھیجا جس وقت اس نبی و رسول نے تمنا کی۔ تو شیطان نے ان کی تمنا میں خلل ڈال دیا۔

اس آیت نے صاف بتلا دیا کہ شیطان ہر نبی کے زمانہ میں موجود رہا اور وہ ان کے کار ہدایت میں خلل انداز رہا۔ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے زمانہ میں موجود رہا پھر اس نے نبی محترم سے بھی فرمایا۔

فاذا قرات القران فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا۔۔ (نحل ۱۴/۱۳)	اے نبی جب قرآن پڑھو تو شیطان سے خدا کی پناہ طلب کر لیا کرو۔ اس لیے کہ جو ایمان لائے ہیں ان پر شیطان کا قابو نہیں چلے گا۔ نہ ان پر حکومت کر سکے گا۔

اس آیت نے صاف بتلا دیا کہ وہ نبی کریم کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور بہکاتا تھا۔ پھر قرآن خبر دیتا ہے کہ جو اس کے کہنے میں آئے انہوں نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا۔

اب کفار کا ولی شیطان تو موجود رہے۔ زندہ رہے۔ اگر مومنوں کے ولی کو زندہ وہ رکھے تو آپ کو انکار ہے۔ یا شیطان کی حیات کا اقرار اور حیات امام کا انکار خود بتلاتا ہے۔ کہ آپ کس کے موید ہیں۔ اہل ایمان کے لیے تو اتنا کافی ہے کہ جب شیطان کار گمراہی کے لیے زندہ رہ سکتا ہے تو کیا خدا کسی نیک اور معصوم بندہ کو اپنے کار ہدایت

کے لیے زندہ نہیں رکھ سکتا۔

فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم (نحل ۱۶/۹)	تو جب شیطان صرف اس بات پر ولی ہے کہ وہ اعمال بدکو ان کی نگاہوں میں زینت دیتا ہے۔

تو کیا اس کے مقابلہ میں خدا ایسی ذات کو ولی بنا کر برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جو مومنوں کی نگاہ میں اعمال نیک کو زینت دیتا ہے۔ شیطان کو قوت زینت حاصل ہو اور امام کو جو ولی مومنین ہیں یہ قوت حاصل نہ ہو کہ وہ اعمال نیک کو زینت دے۔ وہ ضرور باقی ہے اور تا قیامت باقی رہے گا۔

(۹) بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین (ھود ۱۱/۸)	اگر تم سچے مومن ہو تو خدا کا بقیہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔

بہت میں سے کچھ بچ جائے تو اس کو بقیہ کہتے ہیں۔ بارہ مقرر کردہ خدا میں سے ایک بچ گیا اور باقی رہا۔ تو وہ بقیۃ خدا ہے۔ اس لیے کہ وہ گیارہ بھی اسی کے معین کردہ امام تھے۔ بقیہ کی نسبت خدا کے جانب ایسی ہے۔ جیسے۔ بیت اللہ۔ ناقۃ اللہ۔ اللہ کا گھر۔ اللہ کا اونٹ۔ اسی طرح اللہ کا بقیہ۔

اب رہی لفظ کی مزید توضیح تو خدا فرماتا ہے۔

وذروا ما بقی من الربوا (البقرہ ۲/۸)	سود میں جو باقی رہ گیا ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

بقیۃ مما ترک آل موسی وھارون۔ (البقرہ ۲/۳۲)	آل موسی وہارون نے جو کچھ چھوڑا یہ اس کا بقیہ اور پس ماندہ ہے۔

معلوم ہوا کہ بارہ میں سے جو ایک رہ گیا۔ وہ بقیہ قدرت خدا ہے اور وہ مومنین

کے لیے بہتر ہے۔ منجد عربی کی مشہور لغت ہیں۔ البقیتہ۔ مابقی۔ جو باقی جائے جو آخر
بچ جائے اس کو کہتے ہیں (منجد صـ۵۳) کتاب فصول المہمہ میں ابن صباغ مالکی
اس روایت کو تحریر فرماتے ہیں کہ جب امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے تو اپنے پشت کعبہ
سے لگا کر بیٹھیں گے تو پہلے آپ اس آیتہ کو پڑھیں گے۔
بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین اور پھر فرمائیں گے کہ میں تمہارے
لیے بقیتہ اللہ ہوں۔ خلیفۃ اللہ ہوں حجتہ اللہ ہوں۔ تو کوئی مسلمان آپ کو ان الفاظ
کے سوا کسی اور طرح سے سلام نہیں کرے گا۔ جو سلام کرے گا وہ یہی کہے گا السلام
علیك یا بقیۃ اللہ فی الارض۔ اے زمین پر خدا کے باقی ماندہ آپ پر میرا
سلام ہو۔ (کتاب فصول المہمہ صـ۲۴۲)۔ اسی کی مؤید وہ روایت ہے۔ جس کو
علامہ شبلنجی لکھتے ہیں

(والمھدی) اول ماینطق	امام مہدیؑ سب سے پہلے اس
بھذہ الایۃ بقیت اللہ الخ	آیتہ کی تلاوت فرما کر فرمائیں گے۔ کہ
ثم یقول انا بقیۃ اللہ و	میں خدا کی جانب سے وہ ذات ہوں
خلیفتہ و حجتہ علیکم	جو باقی رہی ہے اور اللہ کا خلیفہ
(نور الابصار۔ شبلنجی طبع مصر)	اور اس کی حجتہ ہوں۔

علامہ شبلنجی صـ۱۹۸ اور ابن صباغ مالکی مشہور علمائے اہل سنت سے ہیں
اور ان کی یہ کتابیں مصر میں چھپ چکی ہیں۔

(۱۰) جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ	ہم نے ابراہیم کے بعد اس کو (امامت)
(زخرف ۲۸/۴۳)	باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا۔

یہاں مفسرین میں جو جو اختلافات آج ہیں۔ وہ دیکھنے کے قابل ہیں۔ معلوم ہوتا
ہے کہ سب اندھیرے میں ٹٹول رہے ہیں۔ جو جس کے ہاتھ لگا وہ لے بھاگا۔ اور ابھی

کو آیت کے ساتھ چپکا دیا خواہ مصداق آیتہ ہو یا نہ ہو۔ خداوند کریم تو یہ فرماتا ہے۔ کہ میں نے اس نبوت اور امامت کو جس کی تم تمنا کرتے رہے ہو۔ وہ تمہارے اولاد میں رہی ہے تو ہم نے وعدہ کر لیا اور

جعلنا فی ذریتہ النبوۃ	ہم نے ان کی اولاد میں نبوت اور
والکتاب (عنکبوت ۳)	کتاب کو قرار دیدیا۔

اب نبوت کا وعدہ تو ہو چکا باقی رہی امامت۔ تو حضرت ابراہیم نے اس کی بھی اولاد میں تمنا کی تھی۔

قال ومن ذریتی قال	(ترجمہ پہلے گذر چکا ہے)
لا ینال عھدی الظالمین	
(بقرہ ۲/۱۵)	

خدا نے اس کا بھی وعدہ کر لیا مگر اس شرط پر کہ میں ظالم کو امام خلق نہیں بناؤں گا (البتہ بندوں کے ہر ظالم و فاسق اور گنہگار کو امام بنا لینے کا وعدہ یا اشارہ نہیں ہے) تو اسی وعدہ کی توضیح فرماتا ہے۔ کہ ہم نے اس امامت کو ان کی اولاد میں کلمہ باقیہ بنا دیا۔ نبوت ختم ہو جائے گی۔ مگر سلسلہ امامت تا قیامت چلے گا۔ اسی لیے ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

یوم ندعو کل اناس	اسی لیے ہم ہر گروہ کو اس کے امام
بامامھم (اسرائیل ۱/۸)	کے ساتھ بلائیں گے۔

یہ آیت صاف گواہ ہے کہ میدان حشر تک امامت باقی رہے گی اور ہر شخص میدان حشر میں اپنے امام کے ساتھ جائے گا۔

اب رہا یہ امر کہ وہ باقی کون ہے۔ تو اہل سنت کی سب سے معتبر اور مایۂ ناز تفسیر طبری کی روایت سن لیجیے۔

عن السدی فی عقب ابراھیم آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ (تفسیر طبری جلد ۲۵۔ صفحہ ۳۵ طبع مصر)	سدی سے منقول ہے کہ ابراہیم کے بعد والے آل محمد صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہیں۔

اب اس آیت کے ساتھ یہ روایت صاف بتلاتی ہے کہ کلمہ باقیہ آل محمدؐ ہیں جو امامت کے ساتھ باقی رہیں گے۔ یہاں لفظ کلمہ سے مراد لفظ نہیں بلکہ ذات مراد ہے: جیسا کہ قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ کو کلمہ کہا ہے

کلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ (نساء ۲۲/۲۴)	ایک کلمہ تھے جو مریم کے جانب بھیج دیئے گئے اور اس کی روح تھے
دوسری جگہ فرماتا ہے۔	
ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح ابن مریم۔ (آل عمران ۳/۴)	اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے کلمہ کی جس کا نام مسیح ہے

یہاں صاف طور سے آپ کی ذات کو کلمہ فرماتا ہے۔

تیسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یحییٰ کی بشارت دیتا ہوں۔ جو۔

مصدقاً بکلمۃٍ من اللہ (آل عمران ۳/۴)	حضرت یحییٰ خدا کے کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے

اس سے معلوم ہوا کہ شخص اور ذات کو بھی کلمہ کہتے ہیں۔ تو خداوند کریم حضرت ابراہیم کے بعد ایک ذات کو باقی رکھے گا اور آج دنیائے اسلام میں صرف ایک امام آخر کی ذات ہے کہ جس کی وجہ سے خدا اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ اگر یہ ذات نہ ہو تو وعدہ الٰہی غلط قرار پائے گا۔

زمین پر جس قدر چیزیں ہیں وہ سب فنا ہو جائیں گی لیکن تیرے پروردگار کا چہرہ۔ (لغوی غلط ترجمہ) باقی رہیگا جو عزت و جلال والا ہے۔	(۱۱) كل من عليها فان و يبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام۔ (رحمٰن ۵۵)

اس آیت گرامی میں (علیھا) کی ضمیر زمین کی جانب پھرتی ہے۔ اس کی طرف عام مسلمانوں نے توجہ نہیں کی ورنہ معنے آیت واضح ہو جاتے۔

مفسرین اسلام چہرہ سے مراد ذات خدا لیتے ہیں۔ مگر عقلاً وہ مراد نہیں ہو سکتی اس لیے کہ یہاں زمین کی قید ہے کہ زمین پر سب چیزیں ہلاک ہو جائیں گی سوائے ذات خدا کے کہ۔ وہ زمین پر باقی رہے گی۔ تو یہ قول خلاف عقل ہے۔ وہ تو ہر جگہ باقی رہے گا۔ زمین ہو یا آسمان۔ پھر زمین کی قید کیسی اور فنا کا خیال تو اس کے متعلق ہو بھی نہیں سکتا۔ جو خدا کے قائل ہیں خواہ کسی مذہب کے ہوں وہ اس کے فنا کے قائل نہیں ہیں اور اس آیتہ میں اس ذات کی جانب اشارہ ہے جو محل فنا میں ہے اور جس کے لیے فنا ہے۔ تو خدا خبر دیتا ہے کہ وہ ذات باقی رہے گی۔ جب تک زمین باقی ہے اور جس دن۔

جس دن اس زمین کو کسی اور چیز سے بدل دیا جائے گا۔	يوم تبدل الارض غير الارض (ابراهيم ۴۸)

وہ ذات بھی باقی نہیں رہے گی۔ مگر بقائے زمین تک وہ باقی ہے۔ خدا کبھی محل فنا میں نہیں۔ اس لئے وجہ سے مراد ذات باری نہیں ہو سکتی۔

کیا وجہ سے مراد ذات خداوندی ہے۔ تو خود قرآن اس کی تردید کرتا ہے

جدھر رخ کرو گے خدا کے وجہ پاؤ گے۔	اينما تولوا فثم وجه الله (بقرہ ۱۱۵)

امام رازی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عبادات ونماز ہے۔ دوسری جگہ آیا ہے

یریدون وجہ اللہ (روم ۳۸/۴) ؂

یہاں مراد زکوٰۃ ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ہشتم صد ۲۴) تو دونوں جگہ ذات خدا مراد نہیں ہے تو یہاں بھی مراد ذات خدا نہیں، تو پھر اس آیت میں وجہ سے مراد کون ہیں تو پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ کون مراد ہیں۔ ہر انسان کی معرفت کامل صرف چہرہ سے ہو سکتی ہے۔ دوسرے اعضاء سے نہیں۔ تو یہاں وجہ اللہ سے مراد وہ نفوس ہیں جو سبب معرفت خدا تھے اور جن کے سبب سے دنیا نے خدا کو پہچانا وہ وجہ اللہ ہیں۔ جن کے سردار حضرت محمد عربی ہیں اور جیسے آپ کا نور اور روح تمام مخلوقات سے ہزاروں برس پہلے تھی اور وہ اوّل مخلوق تھے اور قبل مخلوق تھے۔ تو اسی طرح ان کی اولاد جو سبب معرفت خدا تھی بعد مخلوق باقی رہ سکتی ہے۔ اسی لیے جن پر فنا آسکتی ہے۔ ان کو باقی رہنے کی خبر دی ہے۔ خدا کے لیے فنا کا سوال نہیں تو اس کا ذکر بھی فضول ہوگا۔ اب یہی وہ وجہ خدا باقی ہے اور زمین اس سے خالی نہیں رہ سکتی۔ ہاں جب زمین نہیں رہے گی تو پھر اس پر حجت کا رہنا بھی فضول ہوگا۔

(۱۲) حضرت یونس کا واقعہ قرآن پاک میں اس طرح ہے

فالتقمہ الحوت ؂ ان کو مچھلی نے نگل لیا۔

پھر فرماتا ہے۔

لولا انہ کان من المسبّحین	اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے
للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون	تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ
(صافات ۳۷/۵)	میں رہتے۔

مگر یہاں رہنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جیسے مردہ قبر میں رہتا ہے۔ یہ بھی مر کر مچھلی کے شکم میں رہے۔ قرآن میں لفظ لبث ہے۔ یعنی اسی حالت میں باقی رہتے

ورنہ مر کر قبر میں کافر و مشرک سب ہی رہتے ہیں اور سب ہی ان قبروں سے زندہ کئے جائیں گے۔ اسی طرح مچھلی کسی کو نگل لے تو وہ خواہ مشرک ہو یا کافر تحلیل ہو کر اسی میں رہے گا۔

لبث کی ضمیر زندہ یونس کے طرف پھرتی ہے نہ کہ ان کے مردہ کی طرف۔ مطلب صاف ہے کہ جیسے آپ پیٹ میں زندہ ہیں اسی طرح رہتے اور جب وہ اسی طرح بحکم خدا رہ سکتے تھے تو خدا اس مچھلی کو بھی باقی رکھتا۔ ورنہ اگر وہ مر جاتی تو پھر حضرت یونس کہاں رہتے۔

تو جب حضرت یونس شکم ماہی میں بحکم خدا زندہ رہے اور قیامت تک رہ سکتے تھے۔ تو اگر ہمارا امام بحکم خدا اس دنیا میں زندہ ہے تو یہ کون سی تعجب کی بات ہے۔ مگر یہ آیات اہل حق کے لیے دلیل ہیں۔ عادی منکروں کے لیے نہیں

(۱۳) امّاما ینفع الناس فیمکث   جو آدمیوں کو نفع دیتے ہیں وہ
فی الارض (رعد ۱۳)   زمین پر باقی رہتے ہیں۔

یہ ایک کلیہ ہے اور یہ کلیہ قیامت تک کے لیے ہے۔ تو اب صرف یہ سوال ہے کہ جو ذات امان زمین ہو۔ سبب ہدایت ہو۔ حجت خدا ہو اور اس کا محض وجود ہدایت ہو۔ جیسا کہ ہم سابق میں ثبوت دے چکے ہیں۔ ایسی ذات انسانوں کے لیے مفید ہے یا نہیں۔ اگر مفید ہے تو زمین پر اس کا باقی رہنا ضروری ہے اور خدا اس کو باقی رکھے گا۔ جب تک اس کی ضرورت ہے۔

(۱۴) ہر انسان بظاہر چار چیزوں سے مرکب ہے۔ خاک۔ پانی۔ ہوا۔ آگ ان سب کی ترکیب اور خمیر کے بعد چار چیزیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ سودا۔ صفرا۔ خون۔ بلغم۔ ان میں اعتدال کے بعد روح عطا کی جاتی ہے اور ان کے اعتدال پر مدار حیات اور بقائے بدن ہے اور جب ان کا اعتدال

ٹوٹ جائے تو پھر موت ہے۔ خداوند کریم نے اسی لیے چار مراتب تخلیق میں ارشاد فرماتے ہیں۔

والذی خلقك	جس نے تجھ کو پیدا کیا
فسوّاك	مناسب مقدار پر رکھا
فعدلك	پھر اعتدال پیدا کیا
فی ای صورۃ ماشاء رکبك	پھر جس صورت میں چاہا بنا دیا

(انفطار ۸۲)

اجسام انبیاء خلاق عالم نے اپنے لیے بنائے تھے۔

واصطنعتك لنفسی یا موسیٰ (طٰہٰ ۲۰)	اے موسیٰ میں نے تم کو اپنے لیے بنایا ہے۔

اس لیے یہ اعتدال حقیقی پر پیدا کیے گئے تھے۔ اس لیے ان کے ہر فعل میں بھی عدل تھا۔ چونکہ اعتدال حقیقی پر قائم تھے اس لیے موت ان کے ساحت قدس میں قدم نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس لیے ان کے لیے یہ کلیہ ہے کہ۔

لا یموتون الا باختیارھم	ان کی موت اعتدال پر بگڑنے سے نہیں بلکہ ارادہ خدا پر موقوف تھی۔

اسی لیے وہ موت سے بے پرواہ تھے۔ ان کو قدرت نے اپنے کام کے لیے بنایا تھا۔ جب وہ کام لے چکا اپنے پاس بلا لیا۔ اس لیے ملک الموت بھی اجازت سے آتے تھے۔ (دیکھئے مدارج النبوۃ جلد دوم)

اتنا اور سمجھ لیجیے کہ جو چیز ہم سے پیشتر موجود ہے وہ ہم پر مؤثر ہے۔ اور اگر ہم کسی چیز سے پہلے ہیں تو ہم سے بعد والے متاثر ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اس عالم امکان

میں آفتاب سب سے پہلے ہے اور سیارے بعد میں تو آفتاب سب پر مؤثر ہے اور سب اس سے متاثر ہیں۔ اب ان ستاروں پر جو ستے بعد میں پیدا ہوئی اس پر یہ ستارے ان کی آب و ہوا موثر ہے۔ تو خداوند عالم فرماتا ہے

خلق الموت والحیات — اس نے موت اور زندگی کو
(ھود ۱۱) — پیدا کیا۔

اور ہمارے نبی کی روح اور نور اوّل مخلوق ہیں۔ تو موت اور حیات جو بعد میں پیدا ہوئی ان پر اثر نہیں رکھتی تھی اور .... اس لیے وہ اس کے اثر سے باہر تھے۔ اس لیے وہ اپنے اثر سے اور اختیار سے اس خاکی دنیا کو چھوڑتے تھے اور صرف ارادہ الٰہی کے تابع تھے۔ اگر ارادہ الٰہی نہ ہو تو یہ ہزاروں برس زندہ رہ سکتے تھے اور یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں۔ یہ مبحث خود ایک مفصل کتاب چاہتا ہے۔ ہم نے اس کو مجملا اہل عقل و علم کے لیے لکھ دیا ہے

جو علمائے اہل سنّت قائل حیات و وجود امام مہدیؑ ہیں

تو چار مجتہد ہیں جن پر مدار مذہب اہل سنت ہے۔ ان چار کا منکر فرقہ اہل حدیث ہے اب ان میں سے اگر کچھ علماء قائل وجود امام ہو جائیں تو آپ کے نہ ہونے پر اجماع نہیں رہے گا۔ حضرات صوفیہ میں سے اکثر وجود امام کے قائل ہیں۔

(۱) علامہ ابن صباغ مالکی فصول المہمہ ص۳۰۸ میں ذکر حیات امام کے متعلق عبداللہ گنجی شافعی کا قول ان کی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان سے نقل فرماتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان کے ہم خیال ہیں اگر ہم خیال نہ ہوتے تو اس کو لکھتے نہیں یا اس کی تردید کرتے۔ اب مالکی کے ساتھ دوسرے شافعی قائل امام۔

(۲) عبداللہ گنجی شافعی ہو گئے۔

(۳) علامہ شبلنجی مصری تعلیم یافتہ جامع ازہر اپنی مشہور کتاب نورالابصار طبع مصر میں صـ۱۸۶ پر منقول ابن صباغ مالکی قول عبداللہ گنجی لکھتے ہیں۔ کہ "اُن دلائل میں سے جو یہ بتلاتے ہیں کہ مہدیؑ زندہ ہیں اور اپنی غیبت کے بعد ابھی تک باقی ہیں یہ ہے کہ ان کے باقی رہنے میں کوئی ناممکن بات نہیں جب کہ عیسیٰؑ ابن مریم باقی ہیں خضرو الیاس اولیاء خدا میں سے باقی ہیں۔ کانا دجال اور شیطان باقی ہیں۔ جو دشمنان خدا میں سے ہیں۔ جب وہ باقی ہیں تو ان کا بقاء بھی ممکن ہے۔ ان سب کا باقی رہنا کتاب وسنت میں ثابت ہے" (اس کے بعد وہ ہر ایک کا ثبوت دیتے ہیں) معلوم ہوا کہ علامہ حافظ شبلنجی بھی مذکورہ بالا حضرات کے ہم خیال ہیں۔ یہ جناب حنفی تھے۔ پھر وہ اپنی کتاب نورالابصار طبع مصر صـ۱۸۷ پر لکھتے ہیں۔

(۴) در قطب شعرانی الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کہ مہدیؑ امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں اور وہ باقی رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جمع ہو جائیں گے۔ (الیواقیت والجواہر حصہ دوئم صـ۱۴۳) ۔ اب علمائے مالکی شافعی حنفی میں سے جو عالم قائل حیات ہیں۔ ان کے اقوال لکھ دئے ہیں۔

(۵) شیخ حسن عراقی مدفون مصر بھی اسی خیال سے متفق ہیں۔

(۶) سید علی الخواص کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ یہ دونوں حضرات مشہور علماء مصر میں سے تھے (نورالابصار صـ۱۸۷)

(۷) علامہ حمزاوی۔ مشارق الانوار طبع مصر صـ۱۵۲ پر ان حضرات کے اقوال جمع کرتے ہیں جو قائل حیات امام مہدیؑ ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی عقیدہ علمائے مذکورہ پر ہیں۔

(۸) اسعاف الراغبین شیخ محمد صبان صـ۱۵۳ طبع مصر ہیں ان حضرات کے ان اقوال کو تحریر کرتے ہیں جو حیات اور بقار کے قائل ہیں اور ان کو معصوم اولاد فاطمہؑ وحسینؑ سے جانتے ہیں۔ ان حضرات کا نام بھی تحریر کیا ہے۔ جو زیارت امامؑ سے مشرف ہوئے ہیں۔

(۹) شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ ضرور بالضرور ظہور (خروج) مہدی علیہ السلام ہوگا۔ لیکن جب تک زمین ظلم وجور سے بھر نہ جائے۔ تو آپ آکر عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ وہ رسول کی عترت اور فاطمہؑ کی اولاد ہوں گے۔ آپ کے والد امام حسن عسکری ابن امام علی نقی ابن امام محمد تقی ابن امام علی رضا ابن امام موسی کاظم ابن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن امام علی ابن ابیطالب علیہم السلام ہیں۔ (اسعاف الرغبین صـ۱۵۲ (۲) مشارق الانوار حمزاوی طبع مصر صـ۱۵۲ (۳) الیواقیت والجواہر حصہ دوئم صـ۱۴۳ علامہ شعرانی طبع مصر)

شیخ محی الدین عربی نے پورا شجرہ لکھ کر بتلا دیا کہ وہ ان بارہ کو امام مانتے ہیں اور بارھویں کے متعلق یہ لکھ کر کہ وہ امام حسن عسکریؑ کے فرزند تھے۔ وہ قرب قیامت میں آئیں گے۔ اقرار حیات وبقار امام کر لیا۔ اب رہا صاف اقرار تو وہ بھی حاضر ہے۔

(۱۰) امام ابو طلحہ شافعی۔ مطالب السئول میں حیات حضرت مہدیؑ کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ امام مہدی زمانہ معتمد میں پیدا ہوئے اور قدرت خدا سے اب تک پوشیدہ ہیں۔ اس کے بعد وہ ان حضرات کی تفصیل لکھتے ہیں کہ جو عرصہ تک زندہ رہے۔ پھر ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں جو اب تک زندہ

ہیں۔ جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں اور آخر میں کہتے ہیں کہ یہ قدرت خدا سے بعید اور دور نہیں کہ وہ کسی کو اتنے دن زندہ اور باقی رکھے۔ (مطالب السئول ابی طلحہ شافعی صہ ۳۰)

ملا مبین فرنگی محلی لکھنؤ جو علمائے حنفیہ سے ہیں آپ کے حالات ان الفاظ میں لکھتے ہیں "بیان احوال۔ حضرت صاحب الزمان خلیفہ الرحمان حجۃ اللہ" کیا صاحب العصر اور حجۃ خدا ہونے کے بعد کوئی آپ کی امامت سے انکار کر سکتا ہے۔؟

اس کے بعد وہ مفصل حالات ولادت وظہور لکھتے ہیں۔ (وسیلہ النجاۃ ملا مبین صہ ۴۱۸) جن علماء نے صاف اقرار کیا ہے ان میں علامہ شعرانی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

فاختفی الی ان یجیئ الوقت	آپ پوشیدہ ہو گئے جب تک کہ
الموعود قد استوزر اللہ	وقت مقررنہ آجائے۔ اللہ نے
طائفۃ خبأهم اللہ لہ	ایک گروہ ان کے لیے وزرا کا بنایا
فی مکنون غیبہ (الیواقیت	ہے۔ جن کو اس نے پوشیدہ
والجواہر علامہ شعرانی۔ طبع	غیب میں رکھا ہے۔
مصر جلد دوم صہ ۱۴۳)	

کیا اس سے زیادہ صاف اقرار ہو سکتا ہے۔

بعض علمائے اسلام نے یہ شرط لگائی ہے کہ قطب ہمیشہ اہل بیت میں سے ہوگا اور قطب کی شان یہ ہے کہ وہ اکثر پوشیدہ رہے اور ظاہر نہ ہو۔ تو اگر اہل بیت میں سے کوئی بظاہر صفت قطبیت کا مصداق ہو تو یہ سمجھ لیا جائے گا کہ وہ غائب ہے اور موجود ہے۔ (رشفۃ الصادی۔ ابوبکر ابن شہاب الدین طبع مصر صہ ۱۰۴)

نیز بنابر حدیث ثقلین کہ قرآن اور اہل بیت ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے" اگر اس عالم ظاہر میں کوئی مثل قرآن اور قرآن کی طرح واجب التمسک نظر نہ آئے تو ماننا پڑے گا کہ وہ غائب ہے۔ ورنہ تمثیل حدیث رسول غلط ہو جائیگی جس میں بتلا دیا گیا ہے کہ قرآن و اہل بیت میں فصل ممکن نہیں۔

اسی کو صاحب صواعق نے بھی ذکر حدیث ثقلین میں اشارۃً واضح کیا ہے (صواعق محرقہ میں) اس کے بعد ابن حجر۔ اقوال شیعہ لکھتے ہیں کہ آپ کو بچپن میں علم مثل یحییٰ و عیسیٰ حاصل ہوا۔ اور آپ کی طول عمر خضر کی طرح تھی۔ اس قول کو انہوں نے رد نہیں کیا۔ نہ اس کی تردید کی۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اس عقیدہ کے موافق تھے (وسیلہ النجاۃ ص۴۱۷)

تلک عشرہ کاملہ یہ پورے دس اقوال ہیں

(انصاف کیجیے) جب ایسی بات کہی جائے جو خلاف عقل ہو اور اس کا نمونہ بھی عالم میں موجود نہ ہو تو اس کا انکار ممکن ہے۔ لیکن جس کا مسلمہ نمونہ موجود ہو اور خلاف عقل بھی نہ ہو تو وہ انکار محض تعصب سمجھا جائے گا۔

(۱) انبیاء میں حضرت عیسیٰ اور ادریس۔ (۲) مومنین میں اصحاب کہف (۳) اشقیاء میں شیطان۔ (۴) اعدائے دین میں دجال۔ (۵) اولیاء میں خضر و الیاس۔ (۶) اہل آسمان میں ملائکہ۔ حوریں۔ غلمان تو اب ان مسلمان ذہنیتوں پر تعجب ہے جو ان سب کا اقرار کرنے کے بعد امام زمانہ کا انکار کر رہے ہیں۔ جو ان کی دشمنی اور حسد کا مظاہرہ ہے۔

پہلے آئمہ کا تو اکثر مسلمانوں نے اس لیے انکار کیا کہ ان کے زمانہ میں خود ان کے بنائے ہوئے یا دولت اور تلوار کے زور سے مانے ہوئے خلفاء موجود تھے

جن سے دنیاوی فائدے دولتیں اور حکومتیں مل رہی تھیں۔ اگر ان آئمہ کا اقرار کر لیتے تو خود ساختہ یا اجماع پرداختہ خلفاء اور آئمہ کا انکار کرنا پڑتا۔ لیکن آج کل نہ تو کوئی مدعی خلافت ہے۔ نہ حکومت روحانی کا مدعی ہے۔ البتہ امام ہونے کے کچھ دعویدار ہیں۔ مگر صفات امامت سے ان کو کوئی لگاؤ نہیں۔ نہ وہ مصداق امام ہیں۔ تو اب اس امام کا انکار محض باپ دادا کی تقلید پر مبنی ہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس نے لوگوں کے ذہن میں اہل بیت رسالت سے بے تعلقی بھر دی تھی اور ان کے فضائل کو اس قدر چھپایا تھا کہ لوگ ان سے بے خبر ہو گئے تھے۔ اسی بے خبری اور تقلید پدری میں اب تک مبتلا ہیں۔ لیکن آج زمانہ غور و فکر ہے۔ تعلیمی ترقیاں ہو رہی ہیں شوق مطالعہ بڑھ رہا ہے۔ امید کہ اہل انصاف بزرگوں کے طرز عمل کو چھوڑ دیں گے۔

ایک ضروری نگارش

طول حیات کے متعلق طویل العمر لوگوں کو فہرست لکھنا اور اس میں کد و کاوش ایک طول عمل ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام آخر ایک فرد انسانی ہو کر اتنے دن کس طرح زندہ ہیں تو یہ سوال اس وقت زیادہ موزوں ہوتا جب شیعہ یہ کہتے۔ کہ وہ اپنے اعضاء کی ساخت۔ یا طبی احتیاطوں۔ یا کسی خاص حیاتی مادہ کے زیر اثر زندہ ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ وہ بقدرت خدا زندہ اور بحکم خدا غائب ہیں۔ تو اب صرف یہ سوال ہوتا ہے کہ خدا میں یہ قدرت ہے بھی یا نہیں ہے۔

تو اس فانی بشر اور محدود علم و تجربہ رکھنے والے انسان نے یہ سمجھا ہے کہ جن اصول کا نام اس نے قانون قدرت یا لاء آف نیچر رکھا ہے وہ ذات لازوال۔ ان کے معلوم کردہ قانون کی پابند اور ان کی قیدی ہے۔ اس لیے نہ وہ زندہ کر سکتی ہے نہ زندہ رکھ سکتی ہے۔ لیکن قانون وحی یہ کہتا ہے کہ ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ وہ ہر شے

پر قادر ہے ۔ بشرطیکہ وہ شے ہو۔

سائنس کہتا ہے کہ ہمارے تجربہ اور علم میں یہ چیز نہیں آئی ۔ اس لیے ناممکن ہے ۔ تو یہ اپنا یقین اس اندھے اور بے شعور مادہ تک رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مادہ نے اپنی حرکات اور تبدیلیوں سے عالم بنایا ہے ۔ خدا کوئی شے نہیں وہ ایک خیالی چیز ہے ۔ اس لیے جو ان کے علوم و تجربات کے زیر اثر ہیں وہ ان کی مادی ترقیوں سے مرعوب ہو کر ان کے ساز میں اپنا سر ملاتے ہیں ۔ وہ لوگ جو آبار اجداد کی وجہ سے مسلمان ہیں یا اسلام سے متاثر ہیں وہ مجبوراً خدا کا تو اقرار کر لیتے ہیں ۔ مگر جہاں اس نے اپنی قدرتیں نمایاں کی ہیں ۔ وہاں چونکہ سائنس کی رسائی نہیں ہوئی اس لیے وہ بھی منکر ہیں ۔ انہی حضرات نے خدا اور سائنس دونوں کو ساتھ رکھنے کے لیے تاویلات اور عقل آرائیوں کا ایک طومار جمع کر دیا ہے ۔ لفظ معراج کے منکر نہیں مگر اس کو خواب بنا دیا ہے ۔ ملائکہ کے مُقر ہیں ۔ مگر ان کو ایک قوت بنا دیا ہے ۔ جنت کے نام سے منکر نہیں مگر اس کو دنیاوی مسرت کہہ دیا ہے ۔ جہنم کو خیالی سزا بنا دیا ہے ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰ کے لیے شق کیا تو اس کو جزر و مد بنا دیا چیونٹی نے کلام کیا ۔ تو اس کو کہہ دیا کہ نمل چیونٹی نہیں بلکہ ایک قوم تھی ۔ اسی طرح اپنی من مانی تاویلیں کر کے نہ خدا کا انکار کیا نہ ان قدرتوں کا اقرار ۔ اس طرح سائنس اور خدا دونوں کا اقرار کر لیا ہے ۔ یہی شرک خفی ہے ۔ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی ایسے حضرات اگر حیات عیسیٰ اور خضر اور امام زمانہ کا انکار کر دیں تو حیرت نہیں حیرت ان پر ہے جو قدرت کے قائل ہیں ۔ عیسیٰ و خضر وغیرہ کی حیات کے قائل ہیں اور پھر وہ حیات امام کا انکار کرتے ہیں ۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ دشمنان آل محمدؐ کے ہمنوا ہو کر حقائق سے انکار کرتے ہیں اور نسلاً بعد نسلاً اولاد رسولؐ کا حق چھپا رہے ہیں ۔ تو یہ رسول امیؐ کا اسلام نہیں بلکہ ان کے خود ساختہ خلفاؐ

کا خود ساختہ اسلام ہے۔

کیسے معلوم ہو کہ کوئی غائب ہے

(۱) قرآن پاک کی آیات۔ اولوالامر۔ صادقین۔ لکل قوم ہاد۔ وغیرہ نے جیسا کہ ہم ثبوت پیش کر چکے ہیں۔ یہ بتلا دیا ہے کہ ان صفات کی ایک ذات کا وجود عالم میں ضروری ہے۔ ہم کو قول خدا کی سچائی کا یقین ہے۔ تو جب اس ذات جامع الصفات کا ہونا لازم ہے اور وہ تمام عالم میں صفات معینہ کے ساتھ نہیں ملتی تو جس کے وجود کا یقین ہو اور نظر نہ آئے۔ اسی کو غائب کہتے ہیں۔

(۲) سنت اور روایات بتلاتی ہیں کہ قرآن اور اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے تو ہر زمانہ میں ایک ذات کا وجود لازمی جو مثل قرآن بے خطا ہو مثل قرآن ہادی ہو۔ مثل قرآن من اللہ ہو اور جب اس صفت کا کوئی نظر نہ آئے تو عقل و قول نبیؐ کو صحیح مان کر اس کے وجود کا یقین کر لیں گے یہ اور بات ہے کہ وہ غائب ہو۔ ہم نبیؐ کے فرمان سے سینکڑوں غائب اشیاء پہ ایمان لائے ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔ تو پھر سب کا اقرار صرف اس ذات کا انکار کیا معنی رکھتا ہے۔ نیز فرمایا میرے اہل بیت امان زمین ہیں اب خواہ وہ نظر آئیں یا نہ آئیں ہم کو یقین ہے کہ قول رسول حق ہے ضرور وہ ذات موجود ہے جو امان زمین ہے۔

(۳) قرآن کا معجزہ باقیہ ہونا بتلاتا ہے کہ کوئی صاحب اعجاز موجود ہے جس کے دم سے یہ اعجاز قائم ہے۔ (تفصیل گذشتہ صفحات میں ہیں)

(۴)۔ عقلاً بصر کے لیے کوئی وقت نور سے خالی نہیں۔ تو بصیرت کے لیے بھی ہر دم نور کا وجود ضروری ہے۔ (تفصیل پہلے آچکی ہے)

(۵) یا اھل الکتاب قد جائکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل (مائدہ ۳)	اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تمہارے پاس ہمارا رسول آیا انبیاء سے خالی زمانہ کے بعد جو تمہارے لیے واضح کرتا ہے۔ (اصل دین کو)

اب اس موقع پر علامہ رازی لکھتے ہیں۔

کہ زمانہ حضرت عیسیٰؑ اور ہمارے نبی میں چھ سو برس کا زمانہ تھا۔ اس درمیان میں کوئی رسول نہیں آیا۔ چار انبیاء آئے شرائع مقدسہ درازی زمانہ سے بگڑ گئیں۔ تحریف اور تبدیلی نے جگہ حاصل کر لی۔ تو حق باطل میں مل گیا اور سچ جھوٹ میں گم ہو گیا تب یہ رسول آئے۔ (تفسیر کبیر جلد سوئم صفحہ ۵۷) اس کو قرآن پاک نے واضح کیا ہے

دان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (جمعہ ۶۲)	اس نبی کے آنے سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

سب کا دین بگڑ چکا تھا اور ان میں حق کا نشان نہ تھا۔ انبیاء کو خدا۔ مانتے تھے مگر شرع اپنی بنا لی تھی۔ اوصیائے حضرت عیسیٰؑ موجود رہے۔ مگر ان کی کسی نے نہیں سنی۔ اپنی حجتوں کے سامنے خدا کی حجتوں کو نہیں مانا۔ اس نبی نے آ کر سب کے سامنے حق واضح کر دیا۔ اگرچہ سب نے نہیں مانا مگر کچھ حق پر آ گئے۔

اب اس نبی کے بعد بھی سارا نظام ہدایت درہم برہم نہیں ہوا۔ ایک فرقہ ضرور حق پر قائم ہے۔ اگر کسی گھر میں سارا گھر کوڑے سے بھرا ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ کوئی وارث موجود نہیں۔ لیکن اگر مکان کا ایک حصہ بھی صاف نظر آ جائے گا تو دل کو یقین ہو جائے گا کہ کوئی موجود ہے۔ خواہ وہ نظر نہ آئے۔ مگر دل کو اس کے موجود ہونے کا یقین ہو جائے گا۔ تو منزل اسلام ہیں۔ ۷۲ حصہ میں خرابی آ چکی ہے۔ لیکن ایک حصہ ابھی صاف ہے۔ اسی نے بتلا دیا کہ کوئی ہے جس کے روحانی فیض سے ایک فرقہ

حق پر قائم ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو مثل سابق سب گمراہی میں مبتلا ہو جاتے۔

(۶) باغ کی بے ترتیبی۔ گھاس کا ڈھیر۔ پتوں کا انبار۔ درختوں کی خشکی بتلاتی ہے کہ کوئی اس کا نگہبان نہیں ہے۔ لیکن اجڑے باغوں میں ایک باغ ایسا بھی مل جائے۔ جس میں روشیں باقاعدہ ہوں۔ پانی سے سیراب ہوں۔ کوڑے کا ڈھیر نہ ہو تو فوراً یقین ہو جائے گا کہ کوئی نگہبان موجود ہے۔ جس نے باغ کو صاف رکھا ہے اور اس کی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے۔ جب ۷۳ فرقوں میں ۷۲ خزاں کی زد میں آئے ہیں اور ایک اپنی سابقہ اصل بہار پر موجود ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نگران اور محافظ موجود ہے۔ جو اپنی ہدایت روحانیہ سے شیطان کی دست برد سے ایک فرقہ بچا رہا ہے۔

(۷) ہر غائب کا ثبوت اس کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ گرمی و سردی غائب ہیں نظر نہیں آتیں۔ لیکن بدن پر اس کا اثر ہے کہ یقین سردی و گرمی ہو جاتا ہے۔ قرآن بتلاتا ہے کہ امام صرف ہدایت خلق کے لیے ہوتا ہے۔ اگر آج ہدایت موجود ہے تو اس کے اثرات دیکھ کر ہم کو امام کا یقین ہو جائے گا کہ وہ ہے۔ خواہ نظر نہ آئے۔ ہدایت کے لیے نظر آنا ضروری نہیں۔ خدا نے مومنین کو ہدایت کی ہے مگر کبھی نظر نہیں آیا۔ تو ایک فرقہ ناجیہ کا ثبوت خود ہدایت کا ثبوت ہے جو ایک ہادی سے حاصل ہو رہی ہے۔ اہل مذاہب کے قول اور قرآن کی آیات کی بنا پر شیطان ہم کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کو بارہا قرآن نے بتلایا ہے۔ تو اگر شیطان نہ ہوتا تو ہم گمراہ نہ ہوتے۔ گمراہی کا وجود بتلاتا ہے کہ شیطان موجود ہے تو قرآن یہ بھی بتلاتا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہوگا۔ تو اگر ہادی نہ ہوتا تو ہم راہِ نجات نہ پاتے۔ تو وجود ضلالت دلیل وجود شیطان ہے۔ تو وجود ہدایت دلیل وجود ہادی و امام ہے۔

یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ خدا ہدایت کرنے والا موجود ہے۔ ضرورت امام نہیں تو عام مسلمانوں کے عقیدہ میں گمراہ کرنے والا بھی خدا ہے تو پھر شیطان کی کیا ضرورت ہے اور پھر گمراہ کرنے والے خدا کے ہوتے ہوئے خود شیطان کو بھی دردسری کی ضرورت نہ تھی۔ خدا ہی ہدایت کرتا ہے اور وہی گمراہ کرتا ہے۔ تو نہ امام کی ضرورت ہے نہ شیطان کی۔ شیطان تو باخبر ہے کہ خدا نہیں بہکاتا اس لیے وہ بہکانے کے فرض کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔

ولاضلنھم ولامنینھم	میں ضرور ان کو بہکاؤں گا تمنائیں
ولامرنھم (نساء ۱۱۹)	دلاؤں گا اور حکم دوں گا۔

تو اس شیطان کے مدمقابل اور اس کے ارادوں کو توڑنے والا ہادی امام ہے شیطان بھی غائب ہے اور اس کے مکر کو توڑنے والا امام بھی غائب ہے۔ آپ خواہ مخواہ امام کا انکار کرکے شیطان کو اس کا مدمقابل بناتے ہیں۔ ورنہ اگر شیطان کے مقابلہ میں ہدایۃً کو خدا کافی تھا تو اس نے ناحق انبیاء اور رسل بھیجے۔

حدیث قدسی ہے

(۸) لولاک لما خلقت الافلاک	اگر اے نبی تمہاری ذات نہ ہوتی
	تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

اگر وہ نہ ہوتے تو زمین بھی پیدا نہ ہوتی۔ (مقصد) صانع ہے کہ اے نبی یہ شامیانہ فلک، نیلی تمہارے خاطر کھینچا، شمس و قمر کی قندیلیں، ستارے جواہر کے تمغے تمہاری شان است نگاشتہ فرش زمردیں زمین تمہاری خاطر سے بچھایا۔ دریاؤں کی سبیلیں چشموں کے کٹورے تمہاری خاطر سے بھر دیئے۔ اس عالم اسباب میں سب کچھ تمہاری آمد کے سلسلہ میں تھا۔ اگر اس حدیث قدسی کو صحیح مان لیا جائے۔ تو جب آنحضرت دنیا سے تشریف لے گئے تو شامیانہ فلکی اتار دینا لازم تھا۔ شمس و قمر کی روشنی گل ہو

جانی چاہیئے تھی۔ فرش زمین لپیٹ دینا ضروری تھا۔ لیکن کچھ نہیں ہوا۔ بعد میں بھی ویسا ہی سامان موجود ہے۔ تو کیا معاذ اللہ خدا نے دھوکہ دیا۔ ہرگز نہیں۔ لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ حضور سارا سامان محض آپ کے دم کے لئے تھا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد میں اگر پھر وہی سامان دیکھوں تو دریافت کروں گا کہ میرے بعد یہ سامان کیوں نظر آ رہا ہے اور آپ یہ کہہ دیں کہ آپ کے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کے فرزند آنے والے ہیں۔ اس لیے اب یہ سامان ان کی آمد کے لیے ہے تو میں بہت ہی مسرت حاصل کروں گا۔ کہ واقعی سب کچھ میرے پاس خاطر سے تھا۔ بے شک نبیؐ تشریف لے گئے مگر چونکہ ان کا فرزند آنے والا تھا۔ اس لیے خدا نے باپ کا سامان بیٹے کے خاطر باقی رکھا۔ یہ در اصل باپ ہی کی عزت تھی۔

ہاں جس دن وہ فرزند بھی نہیں رہے گا تو ایک قیامت آجائے گی۔ یہ شامیانہ فلک نیلی باقی نہیں رہے گا۔

اذا السماء انشقت (انشقاق ۸۴) — جب آسمان پارہ پارہ کر دیا جائیگا

قندیل آفتاب اتار لی جاوے گی۔

اذا الشمس کورت (تکویر ۸۱) — جب آفتاب لپیٹ دیا جائیگا

اور چراغ شب بھی بجھ جائیگا

اقتربت الساعۃ وانشق القمر (قمر ۵۴) — قیامت قریب آئی اور چاند ٹکڑے ہو گیا۔

ستاروں کے قمقمے بے آب ہو جائیں گے۔

واذا النجوم انکدرت (تکویر ۸۱) — جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

یہ فرش زمین بھی نہ رہے گا۔

يوم تبدّل الارض غير الارض (ابراهيم ⅘)
زمین کو کسی اور شکل میں بدل دیا جائے گا۔

یہ شامیانہ فلک تہہ کر دیا جائے گا۔

يوم نطوی السماء كطیّ السجل للكتب (انبیاء ⅔)
جس دن ہم آسمان کو کاغذ کی طرح لپیٹ دیں گے۔

دریاؤں کی چلتی پھرتی موجیں آگ بن جائیں گی۔

واذا البحار سجّرت (تکویر ⅙)
جب دریا آگ ہو جائیں گے۔

الغرض جب وہ فرزند رسول زمین پر نہ رہے گا تو ایک قیامت برپا ہو جاویگی ان سب چیزوں کا وجود بتلاتا ہے کہ ابھی اس عالم میں کوئی مثل نبی موجود ہے۔ جس کے دم سے یہ سارا سامان باقی ہے اور اس کے وجود نورانی سے افلاک قائم ہیں۔

(۱۰) ما كان الله ليعذّبهم و انت فيهم (قرآن)
اے نبیؐ جب تک تمہاری ذات موجود ہے ہم عذاب استیصالی نہیں دیں گے۔

(۱۰) جب تک تمہارا دم ہے عذاب استیصالی (تباہ کن اقوام) نہیں آئے گا پہلے اور آج کل دنیا ظلم و جور کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے وہ ظاہر ہے۔ آنحضرتؐ بھی ہم میں موجود نہیں پھر عذاب کیوں نہیں آتا۔ معلوم ہوا کہ کوئی قائم مقام نبیؐ - ذریتہ نبیؐ - خلیفہ نبیؐ موجود ہے۔ جس کے دم سے عذاب استیصالی نہیں آتا۔

(۱) شروع زمانہ غیبت میں آپ کے غیبت کی سب سے بڑی دلیل وہ سفرا تھے۔ جو متدین ثقہ۔ مومن کامل تھے اور امام اور عوام کے درمیان واسطہ تھے

ان کی دیانت وامانت اور سچائی پر اہل ایمان کو بھروسہ تھا اور ان حضرت سے ان سفیروں کا توسط ایک دو سال نہیں بلکہ چوہتر (۷۴) سال رہا اور ان کی دیانت پر کسی کو شبہ نہیں ہوا۔ اگر یہ سلسلہ سفراء مصنوعی ہوتا تو آج تک چلتا رہتا۔

جب آج تک دنیا میں۔ داعیوں ۔ اماموں ۔ مصنوعی انبیاء کی خلافتوں کا سلسلہ چل رہا ہے ۔ تو سفارتوں کا سلسلہ بھی چل سکتا تھا ۔ مگر ایک دم یہ سلسلہ بند کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ یہ سلسلہ نہیں رہے گا ۔ اسی نے بتلا دیا کہ وہ کسی کے حکم کے تابع اور ان کے مطیع تھے اور ان کا حاکم ان کا امام تھا۔ جس کے خلاف ان کو سرتابی کی مجال نہ تھی ۔ اگر اس سفارت کا کاروبار مصنوعی ہوتا تو آج تک ان کی نسل میں چلتا رہتا ۔ بلکہ کچھ اور مدعی بھی کھڑے ہو جاتے اور دوسرے سلسلے بھی چلنے لگتے سفراء کی دیانت و ایمان و اطاعت کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ یہ حضرات ایک دوسرے سے رشتہ داری نہیں رکھتے تھے نہ انہوں نے اپنی اولادوں کے لیے یہ کوشش کی کہ وہ سفیر بن جائیں ۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

(۲) ان وکلاء امام کے علاوہ مخصوص حضرات بھی خدمت میں مختلف طریقوں سے مشرف ہوتے رہے۔

(۳) حضرت کے بعض احکام مخصوص بھی شیعوں کے لیے آتے ہیں۔

(۴) سوالات مشکلہ دین اور احکام شرع ان وکلاء کے ذریعہ سے پہنچتے رہے اور ان جوابات و احکام نے بتلا دیا کہ سوائے امام دوسرے کا کام نہیں ہے نہ یہ دوسرے کا کلام ہو سکتا ہے۔

(۵) ۷۴ سال تک احکام جس خط کے ذریعہ سے آتے رہے تو اس خط مبارک کو خاص حضرات پہچانتے تھے ۔ اس کی طرز تحریر اس کے حقیقت نما جوابات اور احکام صاف بتلاتے تھے کہ یہ کار امام ہے۔

اب ۷۴ سال کے بعد غیبت کبریٰ شروع ہوگئی ایک دم اگر غیبت ہوتی تو لوگوں کو شبہات ہوتے اور ممکن تھا کہ لوگ آپ کو مردہ سمجھ لیتے۔ اس لیے اوّل غیبت صغریٰ ہوئی اور جب مومنین اس سے مانوس ہوگئے تب غیبت کبریٰ ظہور میں آئی اور یہی سنت الٰہیہ ہے۔ بعینہ جس طرح احکام قرآن ایک دم آجاتے تو نئے مسلمان گھبرا جاتے اس لیے جس قدر وہ اسلام سے مانوس ہوتے رہے اسی شان سے قرآنی احکام میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۲۳ سال کے بعد اعلان تکمیل دین ہوا۔ تو یہ سنت الٰہیہ یہاں بھی جاری ہوئی اور ۳۲۹ھ میں غیبت کبریٰ واقع ہوگئی۔ جب حکم خدا ہوگا آپ ظاہر ہوجائیں گے۔ اب اہل اسلام جس طرح احادیث نبویہ سے فائدہ اور اسلام حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل ایمان اقوال آئمہ اہلبیت و ہدایت روحانیہ امام زمانہ سے اپنے ایمان کو تجلی دیتے رہیں گے۔

(۶) اگر امام غائب نہیں ہوتے یا رحلت فرما چکے تھے یا بنی عباس کے پروپیگنڈا کی بنا پر کوئی صاحب زادہ امام حسن عسکریؑ کے یہاں نہ تھا۔ تو بادشاہ وقت معتضد باللہ نے کیوں آپ کی تلاش کرائی۔ کس لیے جاسوس مقرر کئے گئے اور کس لیے دیکھنے والوں کو دھمکایا گیا کہ اگر میں نے یہ بات سنی کہ تم نے دیکھا ہے تو تمہاری گردنیں تہ تیغ کردوں گا اور کس لیے جعفر کذاب کو ان کی جگہ شہرت دی۔ جب کچھ تھا ہی نہیں تو یہ ہیجان بادشاہ وقت کس لیے تھا معتضد کا تلاش میں دو آدمیوں کو بھیجنا۔ ان کا امام کو دیکھنا اور معتضد کا یہ کہنا کہ اس کی کسی کو خبر دی تو قتل کردوں گا۔ اس کا ذکر (شواہد النبوۃ ملا جامی؛ صفحہ ۲۱۹ طبع بمبئی) میں موجود ہے۔ ملا جامی مشہور ترین علمائے اہلسنت سے ہیں۔ اسی کتاب میں واقعہ اسماعیل بھی لکھا ہے۔ جس نے امام کی زیارت کی۔ اور اس کا ناقابل علاج زخم آپ کے اعجاز سے اچھا ہوا تھا۔

سرداب ضمناً یہ بھی سن لیجیے کہ واقعہ سرداب جس کو ابن خلدون نے ابن بطوطہ سے سن کر گھڑا ہے۔ اس کا کسی کتب شیعہ میں ذکر نہیں ہے اہل سنت کا یہ کہنا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امام سرداب میں غائب ہوئے اور وہ وہیں قیام پذیر ہیں۔ کھلا جھوٹ اور افتراء محض ہے۔ شیعوں کی کسی تصنیف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ پھر یہ الزام کیوں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین واقعہ معتضد جس میں سرداب کا ذکر ہے۔ وہ بھی غیبت کے چند سال بعد واقع ہوا ہے اور اس کا ذکر ملا عبدالرحمن جامی نے کیا ہے۔

شیعہ اس مقام کی زیارت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ مقام ولادت حضرت حجت ہے نہ یہ کہ قیام گاہ حضرت ہے۔

غیبت امام سے فائدہ

سنت اللہ ہے کہ خلاق عالم جب کسی کو غائب اور آنکھوں سے اوجھل کرتا ہے تو اس کو قوت بھی پہنچاتا ہے اور جب وہ غائب ظاہر ہو کر لوٹتا ہے تو اپنی پوری قوتوں کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے۔ نظام کائنات میں جو قانون جاری ہے وہ عام اور ہمہ گیر اثر رکھتا ہے۔ دانہ زمین میں چھپا دیجیے۔ اب جب وقت نمودار ہوگا تو اپنی پوری قوتیں لے کر۔ نطفہ رحم مادر میں غائب ہو کر اپنی قوتوں کو سمیٹتا ہے پھر نمایاں ہوتا ہے تو قطرہ سے صورت بن کر۔ جواہرات معدن میں چھپ کر اپنا کمال پورا کرتے ہیں۔ گویا کمال کی ابتدائی منزلیں ہمیشہ غیبت میں پوری ہوتی ہیں۔ حضرت یوسف کنعان سے غائب ہوئے اور جب ظاہر ہوئے تو عزیز مصر تھے۔ واقعہ یوسف میں قدرت نے غیبت کی ایک اور صورت بھی بتلا دی۔ حضرت یوسف بھائیوں کے سامنے ہیں باتیں کر رہے ہیں۔ غلہ دے رہے ہیں۔ مگر پھر بھی

غائب ہیں۔ اس لیے موجود ہیں۔ مگر بھائیوں کو یہ علم نہیں کہ یہ یوسف ہیں۔

فعرفهم وهم له منكرون (یوسف ۵۸/۱۲)	حضرت یوسفؑ نے شناخت کر لیا۔ مگر وہ بے خبر رہے۔

حضرت یوسف سے فائدہ اٹھایا۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ ہمارا گم شدہ بھائی ہے۔

اسی طرح اگر امام زمانہ سامنے بھی موجود ہوں۔ ان لوگوں کو جو اہل ہیں فائدہ بھی پہنچا رہے ہیں۔ مگر ان کو یہ پتہ نہیں چلے گا۔ کہ یہ امام ہیں تو یہ بھی ایک غیبت کی صورت ہوگی۔ خداوندا ہم کو ان سے فائدہ پہنچا اور ہم ان سے ہدایت و رہنمائی حاصل کریں۔

انهم يرونه بعيدا ونراه قريبا (معارج ۷۰)	یہ ان کو دور سمجھتے ہیں اور ہم ان کو قریب سمجھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ مصر سے غائب ہوئے۔ کنعان حکومت فرعون کی دسترس سے باہر نہ تھا۔ مگر پھر پتہ نہ چلا۔ اس غیبت کے بعد جب آئے تو خدائی قوتیں ساتھ لے کر آئے۔

بآياتنا وسلطان مبين (هود ۹۶/۱۱)	ہماری نشانیاں اور غلبہ ظاہر لے کر آئے

اور ایسا غلبہ حاصل کر کے آئے کہ فرعون بھی کچھ نہ بگاڑ سکا اور آخر کار اس قوت الہیہ سے ٹکرا کر فنا ہو گیا۔ تو حضرت یوسفؑ اور موسیٰؑ جب غائب ہو کر نمودار ہوئے تو پہلے سے بدرجہا قوی ہو کر نظر آئے۔

اسی طرح یہ امام اب غائب ہے مگر جب آئے گا تو حسب وعدہ خداوندی پورا نور آکر نمایاں فرما دے گا۔

ليتم نوره (توبہ ۳۲/۹)	اپنے جانب منسوب شدہ نور کو پورا نمایاں کر دے گا۔

زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی ۔	اشرقت الارض بنور ربها (زمر ۳۹)

اور اس نور کی نورانیت سے کل زمین منور ہو جائے گی۔ یہ غائب نور ظاہر ہو کر اس حد پر نمایاں ہو گا کہ آفتاب اس کے سامنے ہیچ ہو جائے گا۔ اس لیے کہ آفتاب باوجود اپنے قوت کے صرف زمین کے آدھے حصہ کو روشن کرتا ہے۔ مگر یہ کل روئے زمین کو منور کر دے گا۔ یہ نور رب العالمین نہ ہو گا بلکہ وہ نور مراد ہے۔ جس کا تعلق صرف زمین سے ہو گا۔ تو یہ نور رب الارض ہو گا۔ رب کے لفظ سے ہر جگہ خدا مراد نہیں ہے۔ قرآن پاک نے اس کو اس آیتہ میں واضح کر دیا ہے۔ کما ربیانی صغیرا (اسرائیل ۱۷) یہاں والدین کی پرورش کو ربوبیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور والدین اولاد کے رب مجازی ہیں۔ اور رب حقیقی خدا ہے۔ اور اسی طرح امام زمین کا رب مجازی ہے۔ تو جس طرح خلاق عالم نے اپنی ربوبیت کی جھلک والدین میں رکھی ہے اسی طرح اپنی ربوبیت کی جھلک اور اس کا نمونہ اس امام غائب میں رکھا ہے اور اس کو رب الارض فرمایا ہے۔ ورنہ خدا تو سارے عالم کا رب ہے وہ صرف زمین کے ساتھ مقید نہیں۔ اب یہ رب الارض کس قدر قوتیں لے کر آئے گا۔ وہ اس روایت سے معلوم ہوتی ہیں کہ

کہ مہدیؑ سارے انبیاء کا ذخیرہ لے کر آئیں گے ۔	یاتی المهدیؑ بذخیرة الانبیاء (ینابیع المودة شیخ الاسلام قندوزی طبع اسلامبول ص ۱۹۳ و ص ۴۹۲)

چونکہ یہ امام سب کا وارث ہو گا۔ اس لیے سب کے ذخیرہ کا مالک ہو گا۔

ہم ان کو امام بنائیں گے اور ان کو بھی وارث بنائیں گے ۔	نجعلهم آئمة ونجعلهم الوارثین (قصص ۲۸)

ہر نبی اور امام اپنے سابق نبی کی ہدایات اور کمالات کا وارث ہوتا ہے یہ آخری امام ہوگا جو سب انبیاء کا وارث ہوگا۔ چونکہ آپ قرب قیامت میں آئیں گے جب کہ ہر قوم کے افراد اور ہر مذہب کے مدعی ہوں گے تو کسی نبی کو ماننے والا یہ نہ کہہ دے کہ ان میں ہمارے نبی کا کمال نہیں ہے۔ قدرت کل کمالات ان میں نمایاں کردے گی۔ سابقہ ہادیوں کی کل ہدایات اور حقائق اصلی اس ذات سے نمایاں ہوں گے

(۱) **غیبت نور نبیؐ** ہمارا نبیؐ اوّل مخلوق تھا اور اتنے دن یہ نور غائب رہا کہ آخر انبیاء بن کر آیا تو کل انبیاء کے سابقہ کمالات لے کر۔ جامع کمال انبیاء بن کر آیا۔ اب نبی کی یہ آخری اولاد ان کی وارث حقیقی ہوگی تو کل کمالات نمایاں کرے گی اور وراثت کا ثبوت واضح دے گی۔

غائب کا اثر اور طاقت، وقوت ہمیشہ حاضر سے زائد ہوتی ہے۔ پھول ظاہر ہوکر صرف شاخ پر نظر آتا ہے اور خوشبو جو غائب ہے وہ باغ کے ہر گوشہ میں پہنچ جاتی ہے۔ شمع کا ظاہری نور صرف محفل میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ مگر نور چشم جو غائب ہے وہ افلاک کی خبر لاتا ہے اور ستاروں اور آفتاب، و مہتاب تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ جب آنکھوں کی پتلی میں رہ کر نور خود کو بھی نظر نہیں آتا تو عالم میں اگر نور خدا نظر نہ آئے تو حیرت کیوں ہے۔ ہاں ان کے لیے حیرت ہے جو حقائق نور نہیں سمجھتے۔

غائب اشیاء کے اثر سے عالم میں کس قدر اشیاء نشو و نما پاتی ہیں۔ کس قدر قوتیں عالم شہود اور عالم حاضر میں نمایاں ہوتی ہیں۔ روح غائب کا کرشمہ ہے کہ انسان زندہ رہتا ہے اور کمالات نمایاں کرتا ہے۔ غائب ایتھر اور غائب برقی لہروں کا اثر ہے کہ دنیا اس کے اثرات سے بہرہ مند ہے اور فائدہ حاصل کر رہی ہے۔ اسی طرح اس نور غائب سے فائدہ ہدایتہ حاصل کر رہی ہے۔

(۲) "حضرت موسیٰؑ" خدا نے اس نبی کو صندوق میں غائب کر کے فرعون تک پہنچا دیا اور جب اس صندوق سے نکلے تو آسیہ کے فرزند بن گئے ۔ اس ادنیٰ غیبت نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ غیبت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے یا یہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء مع نبی آخر آج ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ۔ مگر ہم سب ان پر ایمان رکھتے ہیں ۔ کیا اس ایمان سے کوئی فائدہ ۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ۔ کیا یہ ایمان سبب نجات نہیں ۔ امام غائب کے وجود سے امت کو یہ فائدہ پہنچا کہ عذاب بر طرف ہے ۔ خود وہ ذات جب آئے گی ۔ تو بمفاد واللہ متم نورہ ۔ اللہ اپنے نور کو پورا نمایاں کر دے گا کمال قوت نورانیہ کے آئے گی ۔ جس طرح مادی غائب اشیاء ہماری مادی دنیا میں کام آرہی ہیں ۔ وہ غائب ہماری روحانی دنیا میں کام آرہا ہے ۔ ایمان بالغیب اس کے دم سے پورا ہو رہا ہے ۔ نہیں ۔ کیا یہ ایمان بالغیب نہیں ؟

غائب سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ سوائے حاجیوں کے جنہوں نے کعبہ دیکھا ہے اور سب کی نگاہوں سے غائب ہے ۔ مگر صرف یہ نیت کہ ہمارا رخ بیت کی جانب ہے ہماری نماز کو صحیح قرار دیتا ہے ۔ اگر اس غائب کو نظر انداز کر کے لاکھ نمازیں کسی اور حاضر رخ کی طرف پڑھیں تو صورت نماز ضرور ہو جائے گی ۔ مگر ثواب نہیں ملے گا اسی طرح اگر اہل بیت سے بے لگی برتیں ۔ تو صورت اعمال پورے ہو جائیں گے مگر ثواب نہیں ملے گا ۔

اس لئے کہ زمانہ حضرت ابراہیمؑ میں یہ مسلم ہو گیا تھا کہ اہل بیت ابراہیم کعبۂ دل اور قبلۂ قلب ہیں جس کو قرآن کی اس آیہ نے واضح کر دیا کہ ۔

فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔ (ابراھیم ۱۴) خداوند! بعض لوگوں کے دل ان کی جانب مائل کر دے۔ حضرت ابراہیمؑ باخبر تھے کہ سب آدمی ان کی جانب مائل نہ ہوں گے صرف اہل ایمان ان سے محبت کریں گے۔ اس لیے اہل ایمان کے لیے دعا کی کہ ان کے دل اہل بیت کی جانب مائل ہوں اور وہ قبلہ دل بن جائیں۔ اسی طرح آیۃ قرآن پاک نے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ (شوریٰ ۴۲) میں اپنی رسالت کی مزدوری یہ چاہتا ہوں کہ میرے سب سے قریبی رشتہ داروں سے محبت کی جائے۔

اس آیۃ نے اہل بیت کو قبلۂ دل بنا دیا۔ اب چہرہ کا رخ کعبہ کی جانب اور دل کا رخ خداوالے اہل بیت کی جانب لازمی قرار پایا تو وہ قبلہ دل ہوئے بغیر ان کی محبت و توجہ کے عبادت بیکار ہے تو یہ قبلہ نگاہوں سے غائب ہے۔ مگر ہماری نیت کہ ہمارا رخ ادھر ہے نماز کو صحیح قرار دیتا ہے۔ اسی طرح امام اگرچہ غائب ہیں مگر ہماری یہ نیت کہ ہمارا ہادی موجود ہے۔ ہدایۃ میں ہماری دستگیری کرتا ہے اور ہمارے ثواب کو بڑھاتا ہے

نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ میں با جماعت سے ہو رہی ہے اور کوئی امام پڑھا رہا ہے۔ میں سب سے آخری صف میں شریک ہوا صورت امام جماعت نہیں دیکھی اور ختم نماز پر نمازیوں کے ریلے میں سب سے پہلے باہر نکل گیا نہ آنے میں امام کو دیکھا نہ جاتے وقت۔ لیکن صرف اس نیت پر کہ میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے ثواب جماعت مل جائے گا۔ تو جب یہ عقیدہ ہو کہ ہمارے اعمال امام کے زیر سایہ ہیں اور ہمارے اعمال کا وہ نگہبان ہے اور ہم ان کے ساتھ ہیں۔ ہمارے ثواب کو ہزار گنا بنا دے گا۔ خواہ امام نظر آئے یا نظر نہ آئے۔ اعمال کا انحصار نیت پر ہے تو ثواب بھی نیت پر ملے گا۔ رویت پر نہیں۔ اگر امام موجود

بھی ہو اور ہماری نیت اس کے ساتھ نہ ہو تو ثواب سے محروم رہنا لازمی قرار پائے گا۔ ہم کو اس نیت سے یہی فائدہ حاصل ہے اس سے بہتر فرقے محروم ہیں

کیا اس عالم مادّی میں کوئی غائب ہو سکتا ہے

(۱) حضرت موسیٰ محل فرعون میں رہے۔ لیکن بحیثیت تباہ کنندہ فرعون غائب رہے اور قدرت نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال کر اس ذات کو غائب رکھا۔ جس کی وجہ سے ہزاروں بچوں کو قتل کیا گیا تھا۔

یذبحون ابنائکم ویستحیون نسائکم (البقرہ پ ۱) تمہارے لڑکوں کو قبطی ذبح کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے

اسی واقعہ کی حکایت ہے۔

حضرت موسیٰ محل فرعون میں رہے اور پھر محفوظ۔ تو اگر امام قاتلین آئمہ اہل بیت کی نگاہوں سے اس عالم میں بھی محفوظ رہیں تو قدرت سے بعید نہیں آج بھی وہ نمایاں ہو جائیں تو دشمنان آل محمد کی اکثریت ان کے قتل پر آمادہ ہو جائیگی یہاں یہ شبہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب غائب کر کے قتل سے بچایا۔ تو گیارہ آئمہ بھی قتل کئے گئے۔ زہر اور تلوار سے شہید ہوئے۔ ان کو کیوں نہیں غائب کر کے بچایا۔ تو ہر امام کے بعد چونکہ اس کی نسل میں ایسا امام باقی رہا جو ان کا قائم مقام بن جاتا تھا۔ اس لیے ان کو پوشیدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اس امام پر وہ بارہ کی تعداد پوری ہو چکی تھی۔ جس کی رسول اکرمؐ خبر دے گئے تھے تو ان کے بعد کوئی ایسا نہ تھا جو ان کا قائم مقام ہوتا۔ اس لیے ان کو غائب کر کے بچا لیا۔ جیسے قدرت نے ان سے پہلے کچھ انبیاء کو غائب کر کے بچا لیا تھا۔

(۲) حضرت موسیٰ کا عصا جو بقدرت الٰہی اژدہا بن گیا تھا۔ قرآن پاک اس کے

متعلق صاف الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فاذا ھی تلقف ما یافکون — جو وہ بنا کر لاتے تھے ان کو نگل گیا۔

(اعراف ۱۱۷/۱۴)

مفسرین نے جادوگروں کی تعداد کم از کم تئیس ہزار بتلائی ہے (تفسیر کبیر جلد چہارم صلا)

اس کے بعد علامہ فخرالدین رازی لکھتے ہیں کہ جس قدر ان کی لکڑیاں اور رسیاں تھیں۔ سب عصائے موسیٰ جو اژدھا بنا ہوا تھا۔ نگل گیا اور جب موسیٰؑ نے اس کو اٹھایا تو وہ پھر ویسا ہی بن گیا جیسا پہلے تھا۔ (بحوالہ بالا۔ کبیر)

اس واقعہ پر تمام مفسرین متفق ہیں۔ اہل انصاف بتلائیں کہ تئیس ہزار رسیاں اور لکڑیاں اس ایک عصا میں کہاں غائب ہو گئیں۔ تو آپ اس غیبت کو قدرت الٰہی بتلاتے ہیں۔ اسی طرح جب اتنے سے عصا میں قدرت نے اس قدر تعداد کی رسیاں اور لکڑیاں غائب کر دیں تو تمام عالم میں اگر ایک ذات کو غائب کر دے۔ تو کیا یہ اس کی قدرت نہیں ہو سکتی۔ لیکن آل محمدؐ کے مخالفت میں اور سب چیزوں کا اقرار ہے۔ مگر جب ان کی آل میں سے کسی کے غائب ہونے کو کہا جائے۔ تو تعصب کی وجہ سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ عصا پر ایمان اور امام کا انکار بھی ان کی ذہنیت کو بتلاتا ہے۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ نمرود کے محل میں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ایک غار میں ان کو چھپا دیتی ہیں۔ وہیں پر آپ پرورش پاتے ہیں۔ اس غیبت کے بعد آپ نبوت کا اعلان فرماتے ہیں۔ تو کیا یہ غیبت نہ تھی۔ کیا اس غیبت سے آپ دشمنوں کی نگاہ سے محفوظ نہیں رہے۔ غار ابراہیم کا اقرار اور غار سامرہ کا انکار بھی تو دشمنی آل محمد کو بتلاتا ہے۔

۴- ہمارے نبیؐ قتل سے بچنے کے لیے تین دن غار میں پوشیدہ رہے اور قدرت نے قدرت نمائیاں کیں کہ کبوتر نے غار کے پاس انڈے دئے، مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ یوں قدرت نے اپنے نبیؐ کی غلبیت کی تدابیر کیں اور آپ قتل سے بچ گئے۔ تو اسی نے بتلا دیا کہ جان محفوظ کرنے کے لیے غار میں چھپ جانا مشیت الٰہی تھا۔ تو اگر ہمارے امام خون کے پیاسوں کی وجہ سے غار سامرہ میں غائب ہو گئے اور آج عالم میں غائب ہیں تو اس کا کیوں انکار ہے۔ اگر نواسہ نے نانا کی پیروی کی تو کیوں تعجب ہے۔ اس کا سبب صرف کمال آل محمدؐ سے انکار اور ان سے عداوت ہے۔ ورنہ نبیؐ جب نمونہ پیش کر چکے تھے تو نبی کے ماننے والوں کو انکار نہ کرنا چاہیے تھا۔

(۵) جب سورہ تبّت یدا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل معاویہ کی پھوپھی حرب کی بیٹی معاذ اللہ چبینے کا پتھر مارنے کے لیے لے کر آئی آنحضرتؐ کعبہ میں تھے۔ ابوبکر نے کہا کہ یا حضرت بچئے۔ ام جمیل آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو نہیں دیکھ سکے گی۔ اس نے نبیؐ کو آ کر نہیں دیکھا۔ تو ابوبکر سے پوچھا کہ نبیؐ کہاں ہیں۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی اور وہ واپس ہو گئی۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو اس کی نگاہوں سے غائب کر دیا تھا۔ یہ واقعہ حسب ذیل معتبر ترین کتب میں موجود ہے۔

(۱) مواہب لدنیہ جلد اوّل صفحہ ۔۔ (۲) سیرت ہشام جلد اوّل صفحہ ۳۸۲ (۳) سیرۃ حلبیہ جلد اوّل صفحہ ۔۔ (۴) انساب الاشراف، بلاذری جلد اوّل صفحہ ۱۲۲ (۵) مدارج النبوۃ جلد دوئم صفحہ ۔۔ (۶) تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ ۔۔ روایت میں صاف الفاظ ہیں لن تدانی وہ ہرگز مجھ کو نہ دیکھے گی۔ اب بتلائیے کہ اور غائب ہونا کس چیز کا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ یا تو قدرت نے نبیؐ کو غائب کر دیا۔ یا قدرت نے

نبیؐ کو وہ قوت دی تھی جس کے ذریعہ سے وہ غائب ہو جائیں۔ دونوں چیزیں ہمارے مقصد کو واضح کرتی ہیں کہ غائب ہو جانا ممکنات سے ہے اور ایسا ہو چکا ہے پھر اگر وہ غیبت اس امام کو حاصل ہو جائے تو کوئی وجہ انکار نہیں جب کہ ایسا ہو چکا ہے۔

(۶) آپ جس وقت شب ہجرت مکان سے نکلے ہیں تو کفار نے مکان گھیر رکھا تھا۔ آپ خاک سروں پر ڈال کر نکل آئے۔ اور صبح تک کسی کو پتہ نہیں چلا یہ ہر تفسیر میں مفصل موجود ہے تو خدا جب چاہتا ہے غائب کر سکتا ہے۔ اور جو تھوڑے عرصہ کے لیے غائب کر سکتا ہے وہ زیادہ عرصہ پر بھی قادر ہے۔

(۷) آنحضرتؐ کے جسم مبارک کا سایہ غائب رہتا تھا۔ کسی نے کبھی نہیں دیکھا حالانکہ ہر جسم مادی کے لیے سایہ ضروری ہے تو جو مادہ کے خواص کو بدل کر سایہ غائب کر سکتا ہے وہ ذات کو بھی اس عالم سواد میں غائب کر سکتا ہے۔ شیعہ سنیؔ دونوں کے یہاں متفقہ طور سے یہ روایت موجود ہے کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ تھا سایہ صرف جسم مادی تھا تو نبی کی صفت کو غائب کر دیا۔ نواسہ کی ذات کو۔ یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں۔

(۸) تین سال تک نبیؐ کو نگاہ مشرکین سے شعب ابوطالب میں غائب رکھا۔ صرف نبی ہاشم دیکھتے تھے۔ باقی مشرکین کی نگاہوں میں غار میں ہونے کی وجہ سے چھپے ہوئے تھے۔ یہ بھی غائب ہونے کا ایک ڈھنگ ہے۔ اس امام کو مشرکوں سے زیادہ اس زمانہ کے مسلمانوں سے خوف تھا۔ قدرت نے آپ کو بھی غائب کر دیا اور منافقین منہ دیکھتے رہ گئے۔

(۹) حضرت یوسف کے کل بارہ بھائی تھے۔ حضرت یوسف مصر تشریف رکھتے تھے۔ وہاں گیارہ بھائی آئے۔ تو حضرت یوسف سب کے سامنے تھے۔ لیکن

کسی نے نہیں پہچانا

فعرفھم وھم لہ منکرون (یوسف ۷۴)	حضرت نے ان سب کو پہچان لیا مگر وہ سب ان کو نہ پہچان سکے

یہ بھی ایک صورت غیبت ہے کہ خداوند کریم نے برادران یوسف پر فراموشی کا پردہ ڈال دیا اور جب ظاہر کرنا چاہا تو سب پکار اٹھے۔ آانت یوسف (یوسف ۹۰) کیا تم ہی یوسف ہو۔ تو قدرت نے اگر یہی صورت امام کے لیے بھی قرار دی ہو تو کیوں حیرت کی جائے مثال موجود ہو تو تعجب نہیں رہتا۔ البتہ تعجب کرنے والوں پر تعجب ہوتا ہے۔

(۱۰) اصحاب کہف مع اپنی غار کے غائب ہیں۔ (۱۱) حضرت خضرؑ والیاس زمین پر غائب ہیں۔ جس کا ثبوت ہم دے چکے ہیں۔ (۱۲) دجال بروایت داری (صحیح مسلم) غائب ہے۔ بروایت دیگر صحیح مسلم ابن صیاد آج تک غائب ہے غرض اس عالم مادی میں ہزاروں اشیاء غائب ہیں۔ اگر ایک امام زمانہ بھی غائب ہو گئے تو کون سی قیامت آگئی۔

آپ کے ظہور پر کیا ہو گا!!

بہ کثرت کتب میں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ امام مہدی کی وجہ سے۔

یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا۔	جس طرح زمین ظلم و جور سے بھر گئی ہے وہ اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

تو کیا امام مہدیؑ تمام انبیاء ما سبق اور آنحضرتؐ اور اپنے اجداد و آئمہ طاہرین

سے بھی زیادہ ہوں گے۔ وہ حضرات تو تمام دنیا کو عدل و انصاف سے نہیں بھر سکتے یہ کیسے زمین کو عدل و انصاف سے لبریز کر دیں گے۔ تو اس کے جواب سے پہلے اس پر غور کر لیجئے کہ قرآن بھی حدیث بالا کی تائید کرتا ہے یا نہیں، آیات ذیل پر غور فرمایئے

(۱) واشرقت الارض بنور ربھا (زمر ۳۹)	زمین اپنے مربی کے نور سے منور ہو جائیگی اور یہ بغیر عدل و داد نہیں ہو سکتا
(۲) قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ (بقرہ ۲/۲۴)	ایسا جہاد ہوگا کہ فتنہ کا وجود نہ رہیگا تو لامحالہ عدل ہی عدل ہوگا۔

اور وہ زمانہ آئے گا کہ اس ذات کی خلافت کی وجہ سے آیتہ قرآن کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگی۔

(۳) ولا یشرکون بی شیئا (نور ۲۴)	اور انسان کسی نوع کا شرک نہیں کریں گے اور اس کی وجہ سے عدل کا دور دورہ ہوگا۔
(۴) لیظھرہ علی الدین کلہ	اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔

سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ یہ زمانہ امام مہدیؑ میں ہوگا۔

(البیان امام گنجی ص۴۴۴) یہ سب امور اس کے مکمل ہو جائیں گے کہ آپ کے زمانہ میں دخل شیطان نہ ہوگا۔ اس کی مدت مہلت ختم ہو جائے گی۔

(۱) قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون قال فانک من المنظرین الی یوم الوقت،	شیطان نے کہا میرے پروردگار مجھ کو اس وقت تک کی مہلت دیدو جب مردے زندہ کرکے

المعلوم (حجر ۱۵/۲) اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا کہ تجھ کو ایک خاص وقت تک کی مہلت ہے

٭ ٭ ٭ ٭

جب شیطان کو حکم ملا کہ اخرج منھا۔ جنت سے نکل جا تو آخر اس کو اتنے دن کی عبادت کا کچھ تو اجر ملنا ضروری تھا۔ اس لیے کہ وعدۂ الٰہی ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ (زلزلہ ۹۹/۱) جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اس کا ثمر اور پھل پالے گا۔

اور اگر وہ بدلہ میں زندگی چاہتا ہے تو وہی دیدی جائے گی۔

من کان یرید الحیاۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون (ھود ۱۱/۲) جو ذات دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت چاہتی ہے ہم اس کے اعمال کا بدلہ اس دنیا میں پورا پورا ادا کر دیتے ہیں اور وہ اس میں کمی میں نہیں رہتے

ان آیات کی بنا پر شیطان نے سابقہ عبادات اور اعمال کے بدلہ میں کہا کہ مجھ کو قیامت تک زندہ رکھ۔ فرمایا یہ نہیں ہو سکتا ہے نہ تیرے اعمال کا وزن اتنا ہے کہ اس قدر مدت تک زندہ رکھا جائے۔ البتہ تجھ کو وقت معلوم تک کی مہلت تیری حسب خواہش دیتا ہوں۔ اب آمد امام تک شیطان باقی رہے گا۔ اس لیے کہ امام تب آئیں گے۔ جب دنیا جور اور ظلم و ستم سے بھر جائے گی۔ اسی سے معلوم ہوا۔ کہ شیطان اسی وقت تک باقی رہے گا۔ اگر وہ اس زمانہ تک باقی نہ رہتا تو ہرگز جور و ظلم نہ ہوتا تو اس کی مدت آمد امام کے بعد ختم کر دی جائے گی۔ تو وقت معلوم اور لعنت کے درمیان وجود شیطان نہیں ہو گا۔ تو چونکہ ہر نبی کے زمانہ میں شیطان ان کا مخالف بن کر بہکاتا رہا۔ دنیا عدل و انصاف سے لبریز ہو جائے گی۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ شیطان سموات پر جاتے تھے۔ جب حضرت عیسٰیؑ

پیدا ہوئے تو تین آسمانوں پر روک دئے گئے اور جب ہمارے نبی پیدا ہوئے تو کل آسمانوں پر روک دے گئے (تفسیر کبیر رازی جلد پنجم ص۴۸۶

نبوت کا تعلق فلک سے بھی ہے۔ اس لیے آدم سے۔ پہلے آپ ساکنان افلاک کے لیے نبی تھے اور خلافت کا تعلق زمین سے ہے۔

انی جاعل فی الارض خلیفۃ ہیں زمین پر خلیفہ بناؤں گا۔

(البقرہ ۲/۴)

اور امامت کا تعلق زمین والوں سے ہے۔

انی جاعلک للناس اماما میں تم کو آدمیوں کے لیے امام بناؤں گا۔

(البقرہ ۲/۱۵)

تو جب تک آخری نبی نہیں آئے۔ شیطان آزاد رہا جب نبی افلاک آ گئے تو آسمان پر بندش ہو گئی اور وہاں نہیں جا سکا۔ اب رہ گئی زمین تو جب تک امامتیں آتی رہیں یہ زمین پر آزاد رہا۔ اور جب وہ آخری امام آئے گا تو زمین پر اس کی بندش اسی طرح ہو جائے گی جیسے آمد نبی پر افلاک پر بندش ہو گئی تھی۔ تو جیسے خاتم الانبیاء کے آنے پر کل آسمانوں سے شیطان روک دئے گئے تھے۔ خاتم الائمہ کے آنے پر زمین پر بھی روک دئے جائیں گے اور جب دخل شیطان نہ رہے گا۔ تو زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔

یہاں اتنا اور سمجھ لیجیے کہ ہمیشہ اوّل کو آخر سے نسبت ہوتی ہے۔ سورج نکلتا ہے تو سونے بھگالی نظر آتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے۔ تب وہی شکل ہوتی ہے۔ چاند باریک پھانک بن کر نمودار ہوتا ہے اور جب محاق (آخری تاریخیں) سے پہلے چھپتا ہے تو اسی شکل اوّل پر۔ عالم تکوین عالم تشریع سے مشابہ ہے تو جب۔

اول ما خلق اللّٰہ نوری — سب سے پہلے میرا نور اللہ نے پیدا کیا۔

اس وقت زمانہ شیطان سے خالی تھا تو آخر زمانہ بھی اول سے مشابہ ہو کر شیطان سے خالی ہونا چاہیے اور جس نور سے ابتدائے عالم ہوئی تھی اسی نور پہ انتہائے عالم ہونا ضروری ہے تاکہ اوّل آخر سے مشابہ ہو جائے۔ اسی لیے روایتہ اہل بیت میں ہے۔

یختم اللّٰہ بنا کما فتح بنا۔ — کہ دنیا ہم پہ ختم ہو جائے گی جیسے ہم سے شروع ہوئی تھی۔

(دیکھئے کنز العمال بحوالہ گزشتہ) روایتہ میں ہر جگہ یہ قید ہے کہ اسمہ اسمی اس کا نام میرا نام ہو گا تو اوّل بھی محمدؐ و آخر بھی محمدؐ اور اولاد ہونے کی وجہ سے مثل محمدؐ۔ اگر مثل محمدؐ نہ ہوتا تو حضرت عیسیٰؑ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھتے۔ آیتہ مذکورہ کے متعلق علامہ رازی نے توضیح کی ہے کہ منظرین سے مراد یہ ہے کہ زندہ رہے گا (کبیر جلد پنجم ص ۳۹۷)۔

کتاب اللہ میں شیطان کا یہ قول موجود ہے۔

لاقعدن لھم صراطک المستقیم (اعراف ۲) — میں ان کے تاک میں سیدھے راستہ پر بیٹھ جاؤں گا۔

اب اسی صراط مستقیم پر خدا کی حکمرانی ہے۔

ان ربی علی صراط مستقیم (ھود ۱۱/۵) — میرا خدا بھی صراط مستقیم پہ موجود ہے۔

تو کیا خدا شیطان کا مد مقابل ہے۔ معاذ اللہ۔ اس نے شیطان کے مقابلہ کے لیے بھی تو نبی کو بھیجا ہے۔

یٰسٓ ٥ والقرآن الحکیم انک	اے نبی تم بھی صراط مستقیم پر
لمن المرسلین علی صراطٍ	رہو گے اور مقابلہ شیطان
مستقیم (یٰسین ۳۶)	کرو گے۔

بعد نبی اکرم سلسلہ آئمہ اہل بیت نگاہبان صراط مستقیم رہے اور جب معلوم پر شیطان سے صراط مستقیم خالی ہو جائے گی۔ تو پھر دنیا عدل و انصاف سے لبریز ہو جاوے گی۔ اب تک۔

(۳) انبیاء کے ذریعہ سے احکام الٰہی آ چکے۔ یہ خوش خبری بھی آ گئی کہ۔

اکملت لکم دینکم	تمہارے لیے دین کامل
(مائدہ ۵)	کر دیا۔

جس قدر دلائل و براہین صداقت اسلام و ایمان کے لیے ضروری تھے وہ سب آ چکے لیکن اسلام کی تصدیق کرنے والے پھر بھی تھوڑے ہی ہیں۔ کفر زیادہ ہے حالانکہ وعدہ الٰہی یہ ہے کہ

لیظہرہ علی الدین کلہ	تمام ادیان پر اس طرح چھا جائیگا
(توبہ ۹)	کہ کسی اور دین کا وجود نہیں رہیگا

خدا کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا۔ اس لیے عقل بتلاتی ہے کہ ایک ایسا زمانہ ہونا لازمی ہے کہ جب یہ دین سب پر غالب ہو جائے اور وہ زمانہ دلائل و براہین کا نہ ہوگا۔ اس کی تو بدرجہ آزمائش ہو چکی ہے۔ اب تو صرف ایک صورت باقی ہے۔

فقاتلوا ھم حتی لا تکون	ان کو قتل کر کے ختم کر دو تاکہ فتنہ
فتنۃ ویکون الدین کلہ	بالکل باقی نہ رہے اور سارا دین
للہ (بقرہ ۲)	خدا کا ہو کر رہ جائے۔

اور یہ صرف آخر زمانہ میں ہوگا۔ جب کہ امام مہدیؑ آئیں گے اور ان کو خدا

وہ قوتیں دے گا کہ جس کی وجہ سے وہ موجودہ شیطانی ترقیوں کا مقابلہ کر سکیں گے

(۳) علامہ متقی نے کنز العمال میں سولہ روایات لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک میں یہ تحریر ہے۔

یملأ الارض قسطا و عدلا ۔ امام مہدیؑ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

☆ ☆ ☆

کنز العمال علامہ متقی جلد ہفتم صفحہ ۱۸۶ تا صفحہ ۱۸۹ طبع دکن) یہی وہ مشہور و معتبر کتاب ہے جو مصر نے حاشیہ مسند ابن حنبل پر طبع کی ہے۔

اتنا اور بتلا دیں کہ انہیں صفحات میں سترہ جگہ جناب رسالتمآبؐ سے روایات ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مہدی من اہل بیتی۔ میرے اہل بیت سے ہوگا۔ کہیں فرماتا ہے من ولدی۔ میری اولاد سے ہوگا۔ کہیں فرمایا ہے من عترتی۔ میری عترت میری نسل و اصل سے ہوگا۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ المھدی من اہل بیت مہدی اہل البیت میں سے ہوگا۔ خطاب اہل بیت خداوند کریم نے پنجتن پاک علیہم السلام کو عطا فرمایا تھا۔

انما یرید اللہ لیذھب	اللہ ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے
عنکم الرجس اہل البیت	ہر قسم کی برائی دور رکھے۔ اے
و یطھرکم تطھیرا۔	اہل بیت اور جو پاک رکھنے کا
(احزاب ۳۳/۴)	حق ہے اسی طرح پاک رکھے۔

تو آپ کی اولاد معصوم کا یہی خطاب قیامت تک باقی رہے گا۔

حضرت رسالت مآبؐ نے چادر میں صرف علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام لے کر بتلایا کہ یہ ہیں وہ اہل بیت جن کو خدا نے معصوم بنایا ہے اور ان کی اولاد میں جو آئمہ ہیں وہ سب اہل بیت اور معصوم ہوں گے اور آخر زمانہ میں جو امام آئے گا وہ

اسی تسبیح اہل البیت کا ایک دانہ ہوگا۔

(۴) ینادی منادمن السماء الا ان صفوۃ اللہ من خلقہ فلان فاسمعوالہ واطیعوہ (کنز العمال۔ علامہ متقی جلد ہفتم صہ ۱۸۹)

ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا کہ آگاہ ہوجاؤ مخلوقات میں سے اس کا منتخب کردہ فلاں شخص ہے اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

یہاں راوی نے خبر نہیں کس دباؤ میں آکر نام اڑا دیا ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ فلک کا منادی نام تک سے بے خبر ہو اور اگر اس آواز کو سن بھی لیا تو فقط لفظ فلاں سے کس کی سمجھ میں آئے گا۔ اور سننے والا کس کی اطاعت کرے گا۔ تو دوسری روایت نے اس کو صاف بتلا دیا ہے۔

پہلا راوی شاہان دنیا کے خوف سے جو خود کو خلیفہ رسول کہتے تھے آل رسول کا نام بھی نہیں لے سکا۔ مگر دوسری روایت اس کو واضح کر دیا۔

عن ابن عمر رفعہ یخرج المھدی وعلی راسہ ملک ینادی ہذا المھدی خلیفۃ اللہ فاتبعوہ۔

ابن عمر اس روایت کے راوی ہیں کہ جب مہدی ظہور فرمائیں گے تو ان کے بالائے سر ایک فرشتہ صدا دیگا کہ یہ ہیں مہدیؑ خلیفہ خدا ان کی اطاعت کرو۔

(فرائد السمطین۔ علامہ حموی۔ اخرجہ صاحب ینابیع المودۃ طبع قسطنطنیہ صہ ۴۸۸) اور یہ روائتیں بالکل اس قول خدا کے مطابق ہیں۔

واستمع یوم ینادالمناد من مکان قریب یوم یسمعون

غور سے سنو جس دن آواز دینے والا صدا دے گا ایک قریبی مکان

الصیحۃ بالحق ذالک یوم الخروج (ق ۵۰) -	سے اس دن لوگ حق کی پکار سنیں گے اور یہی دن آپ کے ظاہر ہونے کا ہوگا ۔

کتاب وسنت دونوں بتلارہے ہیں ۔ کہ صدائے آسمانی دنیا کے گوش زد ہوگی اور امام مہدی کو بتلائے گی ۔

(۵) امام مہدی علیہ السلام کو احادیث سنی وشیعہ ۔ حجۃ اللہ اور خلیفہ اللہ کہہ رہی ہیں ۔ کوئی حجۃ خدا ہو نہیں سکتا ۔ جب تک وہ معصوم نہ ہو اور الٰہی قوتیں اور معجزات نہ دکھلائے ۔ ورنہ ہر خواہشات کا بندہ دعویٰ حجۃ خدا کر سکتا ہے ۔ آئمہ اہل بیت نبی کی احادیث بتلا رہی ہیں کہ امام کی آمد کا اعلان دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ جائے گا اور منادی فلک یا فرشتہ کی قوت نورانیہ اس کو عالم میں براڈ کاسٹ کر دے گی ۔ پھر جو مومن خدمت امام کے لیے گھر سے نکلے گا ایک قدم اس کا دروازہ میں دوسرا خدمت امام میں ہوگا ۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ ہمیشہ معجزات ان قوتوں میں دکھائے گئے ہیں ۔ جو اس زمانہ کے لوگوں میں غالب تھیں اور جن میں وہ کمال کے مدعی تھے اور معجزات انبیاء ان پر غالب آئے تھے ۔

صنعت کشتی نوحؑ نے ان کی صنعتوں کو ڈبو دیا ۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جادوگری رونق پر تھی ۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا نے اس کی کمر توڑ دی ۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں یونان کی حکمت اور ڈاکٹری ترقی پر تھی حضرت عیسیٰؑ نے اندھے اور کوڑھیوں کو اچھا کر کے اور مردوں کو جلا کر ان کے دعووں کو مردہ کر دیا ۔ ہمارے نبی کے زمانہ میں عربوں کو دو باتوں پر فخر تھا ۔ اپنی شجاعت اور فصاحت پر اشعار عرب دونوں کو بتلاتے ہیں ۔ قرآن نے آ کر ان کی فصاحت کو گنگ کر دیا اور علیؑ کی قوت بازو نے ان کی شجاعت کو ۔ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ۔ اس لیے علامہ کفوی طبقات کفوی

ہیں ذکر علیؑ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ علیؑ ہمارے نبی کا معجزہ تھے۔ امام آخری جس زمانہ میں تشریف لائیں گے وہ زمانہ مادی ترقیوں کے کمال کا ہوگا۔ آج بھی دنیا ریڈیو کے ذریعہ سے ہزاروں میل کی گفتار سن رہی ہے اور راکٹ ہزاروں میل کی رفتار طے کر رہے ہیں۔ تو امام کی آمد پر روئے زمین پر صدا کا پہنچنا اور پھر مومنین کا چشم زدن میں خدمت امام میں پہنچ جانا۔ حسب دستور خداوندی۔ قوت وگفتار و رفتار دونوں کو ان معجزات کی نمود سے لاجواب دور ماندہ کردے گا۔

یملأ الارض قسطا وعدلا ۔ زمین عدل و انصاف سے بھر دیگا

اسی کو آیۂ قرآن واضح کرتی ہے۔

تمت کلمت ربك صدقا وعدلا (انعام ۷/۱۴)	تیرے پروردگار کا کلمہ سچائی اور عدل کے ساتھ پورا ہو جائے گا۔

اسی دن یہ آیۃ اپنی پوری قوت کے ساتھ نمایاں ہوگی کہ۔

جاء الحق وزھق الباطل	حق آیا تو باطل ملیامیٹ ہو گیا
ان الباطل کان زھوقا (اسرائیل ۱/۱۵)	یقیناً باطل مٹ کر رہے گا۔

مگر کب ؟ اب تک تو بقول حضرت عمر بروایت طبرانی اپنے نبی کے بعد جب امت نے اختلاف کیا تو باطل والے حق والوں پر غالب آ گئے۔ (کنز العمال علامہ متقی جلد اوّل صـ۱۷)

تو اب یہ غلبہ حق امام مہدیؑ کے زمانہ میں ہوگا۔ ورنہ آج تک تو ہوا نہیں۔

(۷) صاحبان ہدایت یا تو تعلیم وارشاد لے کر آئے۔ عیسیٰ موسیٰ ایوب و یوسف یا تعلیم و تلوار دونوں لے کر آئے۔ جیسے ہمارے نبیؐ۔ لیکن دنیا نے ہدایت دونوں سے کمال پر نہیں پائی۔ اس لیے عقل کہتی ہے کہ اب صرف تیسری صورت باقی

ہے۔ کہ اب جو آئے وہ تلوار لے کر آئے اور باب دلائل بند کر دیا جائے۔

یکون الدین کلہ للہ (البقرہ ۲/۲)

تاکہ دین پوری طرح صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

اور جو تلوار دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ اب ان کا ایمان لانا بیکار ہو گا۔

لاینفع نفسا ایمانها لم تکن آمنت من قبل (انعام پ۸)

جو پہلے ایمان لائے ہیں ان کا اب تلوار دیکھ کر ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔

(۸) یہ امام نشان قیامت بن کر آئے گا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

انه لعلم الساعة (زخرف پ۲۵)

یہ امام نشان قیامت ہو گا۔

اس آیت کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال مقاتل ومن تبعه من المفسرین ان هذه الآیة نزلت فی المهدی وستاتی الاحادیث المصرحة بانه من اهل البیت النبوی وحینئذ ففی الآیة دلالة علی البرکة فی نسل فاطمة وعلی رضی الله عنهما وان الله لیخرج منهما کثیرا طیبا وان یجعل نسلهما

مقاتل اور ان کے ہم نوا مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیۃ (امام) مہدی کے لیے نازل ہوئی ہے اور عنقریب ہم ان احادیث کو بیان کریں گے جو صاف تصریح کرتی ہیں کہ وہ (امام مہدی) اہل بیت نبوی میں سے ہوں گے اور اس صورت میں یہ آیۃ دلیل ہے کہ نسل فاطمہ اور علیؑ میں برکت ہو گی اور اللہ اس نسل سے بکثرت پاکیزہ نفوس پیدا

مفاتيح الحكمة ومعادن الرحمة وسر ذالك انه صلى الله عليه وسلم اعاذهما وذريتهما من الشيطان الرجيم ودعا لعلي مثل ذالك وتشرح ذالك كله يعلم بسياق الاحاديث الدالة عليه ..

(صواعق محرقه طبع مصر ص۹۶)

کرے گی اور ان کی نسل کو حکمت کی کنجیاں اور رحمت کی کان (معدن) بنائیگا اور اس کا راز یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ اور ان دونوں کی اولاد کو راندہ درگاہ شیطان سے محفوظ رکھنے کی دعا کی ہے. علی کے لیے بھی اسی طرح کی دعا کی ہے اور ان اس کی شرح بتوضیح کا پتہ ان احادیث سے چلتا ہے جو ان امور کو واضح کر رہی ہیں۔

اس قول کے سند میں ابن حجر نے بکثرت ان احادیث کو تحریر کیا ہے جو امام مہدیؑ کے متعلق ہیں اور جن میں یہ تصریح ہے کہ وہ اولاد فاطمہ سے ہوں گے اور وہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں۔ نیز ان کے روایات کو رد کر دیا ہے جو آپ کے خلاف خلفاء نوازوں اور حکومت وقت کے کاسہ لیسوں نے لکھی ہیں۔ (از ص۹۱ تا ص۹۹) اس محقق کے قول کے بعد بھی کوئی امام مہدیؑ کے متعلق شک رکھتا ہے تو وہ تعصب اور ہٹ دھرمی ہے ۔

سنت الہیہ

قرآن پاک کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم میں دو سنتیں رائج رہی ہیں۔ ایک سنت اللہ اور دوسرے سنت رسل ۔

سنتہ من قد ارسلنا رسلنا من قبلک (اسرائیل ۸/۱۵)	جو تم سے پہلے رسول آئے یہ ان کی سنت ہے

تو محض سنت رسول پر عمل کرنا اور سنت الٰہیہ چھوڑ دینا بالکل ایسا ہے جیسے کوئی محمد رسول اللہ تو کہے مگر لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرے

سنت اللہ کبھی نہیں بدلتی جیسا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے۔

ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً (احزاب ۳۳/۸)	اللہ کی سنت میں ہرگز نہیں پاؤ گے۔
ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلاً (فاطر ۳۵/۵)	اللہ کی سنت میں ردو بدل نہیں پاؤ گے۔

رہی سنت رسول تو اس میں بہت سی حسب اقتضائے زمانہ بدلتی رہتی ہیں اور بدل سکتی ہیں۔ آج ہم سنت ابراہیم و موسی و عیسی پر کلیتہ عمل نہیں کر سکتے البتہ ان کی سنت میں بعض وہ چیزیں جو نہیں بدلیں ان پر عمل واجب ہے۔

تو کیا ہمارے نبی کی بھی کچھ سنتیں بدل جائیں گی اور کسی کو حق ہے کہ وہ ان کو بدل دے۔ تو بے شک اگر ان کے بعد کوئی اور نبی آتا تو ضرور کچھ نہ کچھ سنتیں بدلتیں لیکن جب آپ کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت تمام ہوگئی اور دین کامل ہوگیا تو اب قیامت تک سنت رسول نہیں بدل سکتی اور جب اس کے بدلنے کی کوئی صورت نہیں رہی تو مثل سنت خدا قرار پاگئی۔ نہ وہ بدل سکتی ہے نہ یہ۔ تو سنت خدا اور سنت رسول ایک سطح آگئی۔ کتاب اللہ سنت خدا ہے اور وہی سنت ہوتی ہے تو اب آپ اس کو کتاب اللہ اور سنتی (خدا کی کتاب اور میری سنت) کہہ کر الگ نہیں کر سکتے۔ اسی لیے نبی نے معیار احادیث یہ بتلایا ہے کہ ان احادیث کو کتاب خدا پر پیش کرو۔ جو موافق کتاب ہو وہ میری سنت ہے اور جو کتاب خدا کے خلاف

ہو وہ میری سنت نہیں تمہاری گھڑی ہوئی سنت ہے۔

تو جو بدل سکتی ہو وہ سنت رسل ہے اور جو نہ بدلے وہ سنت الٰہیہ۔ اس لیے جو خدا کے چاروں کتابوں میں یکساں باقی رہے۔ وہ سنت الٰہیہ ہوگی اور جو ایک کتاب میں ہو اور دوسری میں نہ ہو وہ سنت رسل ہے۔ اسی معیار پر آئیے اب غور کریں کہ وہ کون سی سنت ہے جو نہ ان کتب میں بدلی نہ قرآن میں نہ قول رسول میں تو پہلی چیز (۱) اولوالعزم۔ صاحب شریعت اور رسول چند ہیں اور انبیا ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہیں۔ تو یہ باقی کس کام کے لیے آئے۔ صرف اس شروع کی حفاظت کے لیے اور یہ مسلم ہے کہ ان سب کو خدا نے بھیجا ہے جو بعد رسل شرع کی صاحبان حرص و ہوا سے حفاظت کرتے رہے اور اس کو موافق رسول جاری کرتے رہے اور شرع کو اہل غرض کے اختلاف اور ان کی خود ساختہ تاویلوں سے بچاتے رہے قرآن کی یہ آیتہ اس کو واضح کرتی ہے۔

انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین هادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب الله وکانوا علیه شهداء (مائدہ ۶/۵)۔	ہم نے توریت کو نازل کیا جس میں ہدایت و نور تھا۔ اس کے ذریعہ سے اور اس کے مطابق خدا کے فرمانبردار بندے یہودیوں کو حکم دیتے رہے۔ (ان انبیا کے علاوہ) محض خدا والے اور علماء توریت کے محافظ بنائے گئے تھے اور اس پر شہید تھے۔ حکم دیتے تھے۔

علاوہ انبیا جو حکم دینے کا حق رکھتے تھے ان کی تین شرطیں بیان کی ہیں

(۱) وہ صرف خدادا ایسے ہوں (۲) محافظ کتاب ہوں (۳) اور شہید ہوں۔ یعنی اس پر عبور رکھتے ہوں اور ہادی ہوں اور یہ شرائط دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ بعد نبی کس قسم کے نفوس احکام کتاب صحیح طور پر پہنچا سکتے ہیں اور یہ شرائط بتلاتی ہیں کہ وہ بھی منجانب اللہ مجاز تبلیغ ہوں گے اور ربانی کی قید نے بتلادیا کہ وہ معصوم ہوں گے۔

تو یہ سنت الہیہ ہے کہ حافظاں شرع انبیاء اور معصوم رہے ہیں اور وہ منجانب اللہ مجاز ہدایتیہ ہیں۔ غیر معصوم نہیں اس کی خبر قرآن پاک نے اپنے متعلق دی ہے

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (فاطر ۳۵)	پھر بعد نبی ہم نے اپنے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنادیا جن کو اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا اور ان کو مصطفی قرار دیا تھا۔

قرآن پاک کو اوّل سے آخر تک دیکھ لیجیے۔ ہمیشہ اصطفاء ان بندوں کے لیے آیا ہے جو نگاہ قدرت میں خطاؤں سے بری تھے۔ ورنہ بے خطا قرآن کو خطاکاروں کے حوالہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ وراثت کتاب اور حکم کتاب بندوں کے انتخاب پر نہیں رکھا۔ بلکہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اجماع وغیرہ کے حوالہ نہیں کیا۔ اس بنا پر جب تک کتاب باقی ہے اس کا محافظ معصوم باقی رہے گا جو وراثت کتاب ہوگا۔

(۲) دوسرے سنت جو تمام سابقہ کتابوں میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ بعد نبی ہمیشہ بارہ بارہ رہے ہیں تو اس نبی کے بعد بھی بارہ رہیں گے۔ یہ سنت الٰہیہ ہے۔

(۳) تیسری سنت الٰہیہ یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے بعد میں آنے والے کی بشارت دی ہے۔ تاکہ دنیا باخبر ہو جائے کہ ان کے بعد ہدایت و رشد کا مالک کون ہوگا۔ خود خدا نے بھی ان حضرات کی بشارت دی ہے۔

فبشرناہ بغلام حلیم	میں نے اور میرے فرشتوں نے
(صافات ۳/۳)	بشارت دی حلیم لڑکے کی۔
وبشرناہ باسحاق	میں نے اور میرے فرشتوں نے
(صافات ۳/۴)	بشارت دی اسحاق کی
وبشروہ بغلام علیم	میں نے اور میرے فرشتوں نے
(ذاریات ۵/۲)	بشارت دی غلام حلیم کی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ کے متعلق

مبشرا برسول یاتی من	وہ بشارت دینے والے تھے ایک
بعدی اسمہ احمد	ایسے رسول کی جو ان کے بعد آئے گا
(صف ۶/۱)	اور اس کا نام احمد ہوگا۔

مجھ کو اس سے انکار نہیں کہ آنحضرتؐ نے مومنین کو بہت سی چیزوں کی بشارت دی ہے۔ مگر ایک معنی مبشر یہ ہیں کہ ذات کی بھی بشارت دی جائے۔ اب اگر نبی کسی آنے والے کی بشارت نہ دیتے تو صفت مبشر نا تمام اور ناقص رہتی۔ تو جب آپ کی ایک صفت مبشری ہے تو لازم ہے کہ نبی علاوہ اور چیزوں کے کسی ایک ذات کی بھی بشارت دیں۔ تو آپ نے اپنے بعد بارہ کی بشارت دی اور آخر زمانہ میں امام مہدیؑ کی بشارت دے کر اپنی صفت مبشر (بشارت دینے والا) کو حد کمال تک بلکہ قیامت تک پہنچا دیا۔

(۳) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے زمانہ میں معجزہ باقی نہیں رہا۔ یہ سنت الٰہیہ ہے۔ (ہم اس کو سابق میں واضح کر چکے ہیں) تو اب قرآن معجزہ ہے تو ضرور صاحب معجزہ بنا بر سنت الٰہیہ باقی ہے۔

(۴) سنت الٰہیہ یہ رہی ہے کہ انبیاء رسل آئمہ خدا خود بناتا ہے۔ ان کا انتخاب قوم

وہ ملک و افراد کے ہاتھوں میں نہیں دیتا چنانچہ فرماتا ہے کہ

وربک یخلق مایشاء	تیرا پروردگار جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا
ویختار ما کان لھم	ہے اور وہی انتخاب کرتا ہے۔ بندوں
الخیرۃ تعالی اللہ	کے اختیار میں پسند اور اختیار نہیں وہ
عما یشرکون۔	خود انتخاب کر کے شریک خدا بنتے
(قصص ۲۸)	ہیں اللہ ان سے بری ہے۔

امت تو الگ رہی خود انبیاء کو انتخاب کا اختیار نہیں دیا۔ اسی لیے کل انبیاء نے اسی سے دعائیں کی ہیں۔

قال ومن ذریتی۔	خداوندا میری اولاد میں کون
(بقرہ ۱۵)	امام ہوگا۔
واجعل لی وزیرا من اھلی	تو میرا وزیر میرے اہل میں سے
(طٰہٰ ۲)	بنا دے۔
ھب لی من لدنک ولیا (مریم ۱)	تو مجھ کو ولی عطا فرما۔
واجعل لی من لدنک سلطانا۔	تو میرے لیے ایک مددگار جو غالب
نصیرا (اسرائیل ۹)	آئے بنا کر بھیج دے۔
واجعلنا للمتقین اماما	تو ہم کو متقیوں کا امام۔
(فرقان ۶)	بنا دے۔

تو ان آیات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ ہمیشہ امام منجانب اللہ ہوگا اور اس کے ساتھ وہ براہین اور دلائل اور اوصاف ہوں گے۔ جس سے اس کی امامت نمایاں ہو جائے گی۔

(۴) سنت الٰہیہ ہمیشہ یہ رہی ہے کہ زمانہ ہادی سے خالی نہیں رکھا۔ رسل۔ انبیاء

اور آئمہ آتے رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا رحم و کرم حضرت باری پر حرف آتا۔ اگر کوئی بادشاہ ظالم کو ہم پر مسلط کر دے تو ظلم وہ ظالم کرے گا۔ مگر ہم بادشاہ کو بھی بُرا کہیں گے۔ اور بددعائیں دیں گے۔ اگرچہ خود شاہ نے ظلم نہیں کیا۔ مگر ظالم کو تو مقرر اور مسلط کر دیا جب اس نے شیطان کو مہلت دے کر ہم پر مسلط کر دیا۔ تو بہکائے گا شیطان مگر ہم کو خدا کے رحم و کرم ہدایت پر بھی شک ہو جائے گا۔ جس نے یہ گمراہ کنندہ اپنی من مانی کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس لیے قدرت نے جہاں اس کو مہلت دی وہاں اپنی جانب سے ہادی مقرر فرما کر برابر بھیجتا رہا۔ جو شیطان کا مقابلہ کر کے اس کی قوت کو توڑتے رہے اور بندوں کو ہدایت فرماتے رہے اور آج بھی امام اپنی قوت روحانیہ سے شیطانی وسوسوں کو نکالتا ہے۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو شیطان کی اس قوت کے قائل ہیں کہ وہ دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور امام کی اس قوت کے منکر ہیں کہ وہ وسوسہ نکالتا ہے۔

ایک مثال

دنیا کی معمولی حکومتیں لوگوں کی آسانی کے لیے سڑکوں پر۔ گلیوں میں بلد سار اپنی پرائیویٹ سڑکوں پر روشنیاں لگا دیتے ہیں۔ تاکہ چلنے والے اندھیرے میں ٹھوکریں نہ کھائیں اور ان روشنیوں میں راستہ طے کر لیں تو کیا خدائے رحیم و رحمٰن راہ انسانیت طے کرنے کے لیے اس کے راستہ پر وہ روشنیاں نہیں رکھے گا۔ جو اپنے نور ہدایت سے انسان اور انسانیت کو ٹھوکروں سے بچائیں۔ ضرور اس کے کرم نے نبوت و رسالت و امامت کی روشنیاں لگائیں اور فرمایا۔

ان هذا صراطی مستقیما (الانعام ۶/۱۵)	یہ ہے میرا سیدھا راستہ۔

مگر اس سیدھے راستے پر ایک ڈاکو بھی چھپا بیٹھا ہے۔ جو صاف کہہ چکا ہے۔

لاقعدن لهم صراطك المستقیم (اعراف پ) — میں ان کی تاک میں تیرے سیدھے راستہ پر آکر بیٹھ جاؤں گا۔

تو اب عدل و رحمت الٰہی ڈاکو سے بچانے کے لیے انبیاء رسل اور ائمہ بھیجتا رہا جو اپنے انوار سے اس ڈاکو سے بچتے رہے۔ لالچ کا اندھیرا چھایا۔ اس ڈاکو نے چھاپہ مار کیا۔ اس اندھیرے کو یہ حضرات دور کر کے انسان بچاتے رہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ شیطان کو کیوں مہلت دی۔ تو اس میں بھی مومنوں کا ایک فائدہ ہے اگر آپ سرکاری امانت لیے جا رہے ہیں۔ راستہ صاف اور پر امن ہے تو صرف وہی تنخواہ کے حقدار ہوں گے۔ لیکن اگر راستہ میں ڈاکو مل گیا اور آپ نے جوان مردی سے مقابلہ کر لیا اور زخمی ہو کر امانت بچا لی۔ تو اب آپ کو انعام بھی ملے گا اور ترقی بھی مل جائے گی۔ اسی طرح اگر آپ کو شیطانی قوت سے سابقہ پڑا اور آپ دولت ایمان بچا کر لے آئے تو آپ کو جنت کے منازل عالیہ انعام میں ملیں گے۔ اور آپ کا یہ امتحان اسی وقت کامل ہو گا جب آپ دشمن ایمان سے دولت ایمان بچا کر میدان حشر میں پہنچ جائیں گے۔

اب انصاف کیجئے اور ایمان سے بتلا دیجئے کہ یہ صراط مستقیم کہاں ختم ہوتی ہے۔ آخرت پر اور آخر زمانہ تک تو قدرت نے شروع راستہ پر تو وہ روشنی کی ریل پیل رکھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کی قندیلیں لگا دیں اور آخر میں ختم نبوت کی سب سے زیادہ قومی روشنی لگا دی تو کیا خلفاء کا سلسلہ بارہ تک رہ کر آئندہ قفل اٹھا یہ لگا دیا۔ حالانکہ منزل ابھی دور ہے اور راستہ باقی ہے تو کیا اس اندھیرے سے شیطان پورا فائدہ حاصل نہ کرے گا۔ اس لیے عقلاً جب تک راستہ ختم نہ ہو اور شیطان باقی رہے نور خداوندی اور ہدایت کی روشنی رہنی لازمی ہے۔ اس امام آخر کو طول

عمر دے کر تا قیامت باقی رکھا تاکہ اس کی نورانیت میں شیطانی ظلمت ساری دنیا کو گمراہ نہ کر سکے۔ یہی عقیدۂ مذہب شیعہ ہے۔ الحمد اللہ کہ ہمارے عادل اور رحیم خدا نے ہادی سے زمانہ خالی نہیں رکھا۔ جو شیطانی غائب کی قوتوں کا غائب رہ کر مقابلہ کرتا ہے۔

اس کی ہدایت کا ایک طریقہ ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے (۵) سنت اللہ ہے کہ جس کو طول عمر اور لقائے حیات دی ہے۔ اس کو غائب رکھا ہے۔ تمام ملائکہ غائب ہیں۔ حضرت ادریس و خضر و الیاس و عیسیٰ اور دجال و شیطان سب کو زندگی دراز دی ہے اور نگاہوں سے غائب کر دیا۔ اسی طرح اپنی سنت سابقہ کی بنا پر طول حیات و زندگی دے کر امام کو بھی غائب کر دیا۔ (تفصیل سابق میں آچکی ہے)

ہدایت بذریعہ نور

نور سبب ہدایت ہے

خلاق عالم نے قرآن پاک میں جگہ جگہ ہدایت کو نور اور گمراہی کو تاریکی فرمایا ہے یا ایمان کو نور اور کفر کو ظلمت بتلایا ہے دو جگہ اپنے لیے فرمایا ہے۔

یخرجہم من الظلمات الی النور (بقرہ ۲/۳۴)	خدا ان کو تاریکیوں سے نور کی جانب نکال لاتا ہے۔
یخرجکم من الظلمات الی النور (احزاب ۴۳)	تاکہ تم کو تاریکیوں سے نور کی جانب نکال لائے۔

دونوں جگہ ظلمت کفر سے نور ایمان کی طرف نکالنے کی نسبت اپنی جانب کی ہے۔ اس سے ہرگز یہ مقصد نہیں کہ رات کے اندھیرے سے دن کی روشنی میں

نکالتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں مومن و مشرک سب برابر ہیں۔ روزانہ دن میں سب تاریکی سے نکلتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ گمراہی سے راہ ہدایت پر پہنچا دینا ہے۔ پھر اپنی یہ صفت انبیاء کو بھی عطا فرمائی ہے۔ اس لیے فرمایا ہے۔

لیخرج الناس من الظلمات الی النور (طلاق ۱۱/۲۸۔ ابراہیم ۱/۱۳ مائدہ ۱۶/۶۔ حدید ۹/۲۷)	تاکہ وہ نبی تم کو اندھیروں سے نور کی جانب لے آئے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ کے لیے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ

ان اخرج قومک من الظلمات الی النور (ابراہیم ۵/۱۳)	کہ تم اپنی قوم کو تاریکی سے نور کی جانب نکالو۔ یعنی کفر سے ایمان اور گمراہی سے ہدایت کی جانب)

اب شیطان کے متعلق اس کی ضد اور عکس کو بیان فرماتا ہے۔

والذین کفروا اولیائھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات	جو کافر ہیں ان کے حاکم طاغوت ہیں، جو ان کو ہدایت سے گمراہی کی جانب نکالتے ہیں (البقرہ ۳/۲۵۷)

یہاں یخرجونھم صیغہ مضارع ہے۔ جو ہمیشگی اور استمرار کو بتلاتا ہے یعنی طاغوت ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ تو خداوند کریم نے اپنے رسولوں اور انبیاء کو اپنی اس صفت کا مظہر بنا دیا ہے۔ تاکہ وہ ہر زمانہ میں اس شیطانی قوت کا مقابلہ کرتے رہیں۔ خود وہ بندگان خاص کو یہ قوت دے کہ شیطان کے مقابلہ پر رکھتا ہے۔

یہ مسلم ہے کہ شیطانی قوت ختم نہیں ہوئی۔ وہ برابر نور سے ظلمت کی جانب پہنچاتی ہے تو عقل یہ بتلاتی ہے کہ جو قوتیں اس کے مقابلہ میں رکھی گئیں تھیں۔

ان میں سے ایک نہ ایک ہمیشہ باقی رہے تاکہ وہ شیطان کے مقابلہ میں اہل ایمان اور عمل صالح رکھنے والوں کو ظلمتوں سے نور کی جانب نکالتے رہیں۔ اسی نے بتلا دیا کہ ہمیشہ مقابلہ شیطان میں ایک قوت باقی رہے گی۔ اگر خدا شیطان کے مقابلہ میں مومنوں کو اندھیرے سے نور کی جانب نکالتا رہتا تو وہ تنہا کافی تھا۔ انبیاء اور رسل کی ضرورت نہ تھی۔ مگر جب اس نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء خاتم الانبیاء تک یہ کام ان معصومین سے لیا تو بعد نبی بھی یہ کام آئمہ معصومین کے متعلق رہے گا۔

اب رہا یہ امر کہ اس زمانہ میں وہ ظاہر ہو کہ کیوں یہ کام نہیں کرتا۔ تو شیطان کب ظاہر ہو کر لوگوں کو ظلمت کی جانب پہنچاتا ہے۔ اب تو دونوں قوتیں جو ایک دوسرے سے ضد ہیں پوشیدہ رہ کر یہ کام کر رہی ہیں اور تا قیامت امام پوشیدہ رہ کر شیطانی قوت کا مقابلہ کرے گا۔ ایک خفیہ قوت کا اقرار اور دوسری کا انکار یہ بھی شیطانی کرامات ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ وہ امام غائب کس طرح ہدایت کرتا ہے۔ تو ہم اس کی توضیح کرتے ہیں۔ لیکن پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ سبب ہدایت اور جس کی وجہ سے انبیاء ہدایت کرتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ قرآن اس راز کو حل کرتا ہے۔

وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلنٰہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم (شوریٰ ۵۲)	مثل انبیائے ماسبق ہم نے اپنے عالم امر سے تم کو ایک روح عطا کی اگر وہ نہ ہوتی تو تم کو کتاب و ایمان سے تعلق نہ ہوتا لیکن ہم نے اس روح کو نور سے لبریز کر دیا اور اس نور کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے

ہیں - اور تم بھی سیدھے راستہ
کی طرف ہدایت کرتے ہو۔

اس آیتہ گرامی نے صاف بتلا دیا کہ مابہ الہدایہ - یعنی جس کے ذریعہ سے تعلق ہدایت ہوتا ہے وہ نور ہے - روح اس نور کا جسم ہوتی ہے اور وہ نور اس کے لیے بمنزلہ روح ہے - خداوند کریم جس کو راہ نمائی کے لیے بھیجتا ہے اور ہدایت فرماتا ہے اس کو وہ نور عطا فرما دیتا ہے - پھر وہ نبی اس نور کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کرتا ہے (سورہ انعام ۷) میں ۱۸ انبیاء کرام کے نام لے کر فرمایا ہے کہ ان انبیاء اور ان کے باپ اور اولاد اور بھائیوں کو ہم نے منتخب کر لیا اور سیدھے راستہ کی جانب ہدایت کی - اور وہ لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں - سورہ شوریٰ آیتہ بالا نے بتلا دیا ہے کہ خدا کی ہدایت یہ ہے کہ وہ ان کو نور عطا فرماتا ہے اور ہر نبی اسی نور کے ذریعہ سے ہادی بنتا ہے اسی لیے کل انبیاء نور خداوندی سے فیضیاب تھے - اس کی توضیح پھر فرماتا ہے۔

یھدی اللہ لنورہ من یشاء (زمر ۳۵)	اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کے لیے ہدایت کرتا ہے (یا اپنا نور اس کو عطا فرماتا ہے)

اب کمال اسلام اور اطاعت کے بعد ایک مرتبہ ہے - شرح صدر کا - یعنی قلب انسانی پر رازہائے قدرت آشکار ہو جائیں اور حقائق اور علوم اس کے سامنے دست بستہ نظر آئیں - یہ علم بھی اسی نور باطنی کے ذریعہ سے ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید اس کو واضح فرماتا ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من	کیا وہ شخص جس کے دل کو خدا نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے - پس

من ربہ (زمر ۲۲/۳۹) — وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے

عطیہ نور اور ہدایت ایک ہی شئے ہے مگر اس نور سے ہر کس و ناکس فائدہ نہیں اٹھاتا۔ جیسے اندھا آفتاب کے نور سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اس لیے کہ اس میں خود نور نہیں ہے اس لیے قبول نور کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اب جیسے ظاہری نور سے جسم فائدہ حاصل کرتا ہے اور راہ پاتا ہے۔ اسی طرح سے انسانی روحیں نبی کے نور سے راہ پاتی ہیں اور فوائد حاصل کرتی ہیں نورنبی ہی ذریعہ ہدایت اور سبب ہدایت ہے۔ مگر وہ نور صرف انبیا کو دیا جاتا ہے سب اس کا تحمل نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لیے خداوند کریم نے تحمل اور برداشت نور کے لیے خاص ہستیاں بنائی جاتی ہیں

واصطنعتک لنفسی (طٰہٰ - آیت ۴۱)	اے موسیٰ تم کو میں نے اپنے کام کے لیے بنایا ہے۔

تم اس نور کو مجھ سے لو پھر قوم کو اندھیرے سے اس نور میں لاؤ۔

حضرت موسیٰ اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب کر کے لے گئے تھے۔ مگر سب تجلی کی برداشت نہ لا سکے جل کر رہ گئے۔ حضرت موسیٰ صرف بے ہوش ہو گئے معلوم ہوا کہ نور خداوندی کا سہارا ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اس لیے مخصوص ہستیاں بنائی جاتی ہیں۔ ید بیضاء آپ کا منور ہاتھ تھا۔ جس کو قوم دیکھتی تھی۔ یہ اسی نور کا کرشمہ تھا۔ ہمارا دن رات کا مشاہدہ ہے کہ نور آفتاب کو ہماری کمزور نگاہیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ مگر وہی نور جب چاند میں ہو کر اس کے ذریعہ سے ہم تک پہنچتا ہے تو نگاہیں لطف لیتی ہیں اور بچے تک شوق سے دیکھ لیتے ہیں۔

خداوند کریم ان کو نور دیتا ہی اس لیے ہے کہ وہ اس نور سے دنیا کو منور کر دیں اور راہ کو راہ ہدایت دکھلائیں۔ اس لیے ان کو نورانی بنایا ہے اور وہ

نور ہوتے ہیں ۔ اب ہم ایک ایسی روایت پیش کرتے ہیں جس کا سوائے متعصب و ہٹ دھرم کے کوئی انکار نہیں کر سکتا ۔ لیکن پہلے یہ بتلا دیں کہ اس کو کس راوی نے روایت کیا ہے ۔ مورخ مسعودی کا نام آپ نے سنا ہو گا ۔ اگر نہیں سنا تو اس کے متعلق اہل سنت کے مایہ ناز مورخ علامہ شبلی سے سن لیجیے وہ لکھتے ہیں کہ

مسعودی فن تاریخ کا امام ہے ۔ اسلام میں ایسا مورخ پیدا نہیں ہوا ۔ اگر اس کی تمام تاریخیں مل جائیں تو کسی اور تصنیف کی ضرورت نہ تھی ۔ یورپ نے اس کی تاریخ "مروج الذہب" کو چھاپا ہے ۔ (الفاروق شبلی ۔ جلد اول صٖ)

اسی تاریخ میں مسعودی جیسا مورخ اس روایت کو لکھتا ہے ۔

اوحی اللہ الی آدم انی مخرج منک نوری الذی بہ السلوک فی القنوات الطاھرۃ والارومات الشریفۃ وابا لیجی بہ الانوار و اجعلہ خاتم الانبیاء و اجعلنا خیار الائمۃ الخلفاء واختم الزمان بمدتھم واغص الارض بدعوتھم وانشرھا بشیعتھم ۔

(مروج الذہب علامہ مسعودی جلد اول صہ)

اللہ نے آدم کو وحی کی کہ میں تم کو اپنا نور دوں گا جس کی وجہ سے وہ پاک و پاکیزہ پشتوں اور شریف پشتوں میں گردش کرے گا ۔ اور میں اسی نور کی وجہ سے تمام نوروں پر اپنی برتری ثابت کروں گا ۔ اسی نور کو خاتم الانبیاء بناؤں گا اور اسی نور کو وہ منتخب امام بناؤں گا جو خلیفہ بھی ہوں گے اور ان کی مدت ختم ہوتے پر زمانہ بھی ختم کر دوں گا ۔ اور جس دین کی طرف وہ بلائیں گے ۔ اس سے زمین کو لبریز کر دونگا اور ان کے دین و دعوت کو ان کے

شیعوں کے ذریعہ سے پھیلاؤں گا

ہمارے نبی و آئمہ اور اس وحی نے خلفاء کی حقیقت کو بتلا دیا کہ وہ نورِ خدا ہوں گے اور انہیں انوارِ خدا سے اس کا دین رواج پائے گا اور یہی سبب ہدایت خلق ہوں گے اور جب یہ ختم ہوں گے تو زمانہ ختم کر دیا جائے گا۔ گویا جب تک زمانہ موجود ہے یہ موجود رہیں گے۔ اب اتنا معتبر مورخ کہ علامہ شبلی جس کی تعریف کر رہے ہیں اور یورپ ان کی تاریخ چھاپ رہا ہے۔ اسی کتاب میں حضرت علیؑ کے ایک خطبہ کو لکھ رہا ہے۔ ہم اس کے بعض ضروری فقرات کو لکھتے ہیں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے اپنے نبی کو اپنا نور دے کر وعدہ فرمایا ہے۔

وانصب اهل بيتك للهداية	میں ہدایت کے لیے تمہارے
واوتيهم من مكنون	اہل بیت کو مقرر کروں گا اور اپنے
علمى ما لا يشكل عليهم	پوشیدہ علم سے وہ علم دوں گا کہ
دقيق ولا يعييهم خفى	جس سے کوئی باریکی ان کے لیے
واجعلهم حجتى على بريتى	مشکل نہیں رہے گی اور کوئی خفیہ
والمنبهين على قدرتى	سے خفیہ بات ان کو عاجز نہیں
ووحدانيتى	کرے گی۔ زنبی مخلوق پہ ان کو حجت
وامرا هم ان الهداية	بناؤں گا۔ جو لوگوں کو میری قدرت اور
معه والنور له والامامة	وحدانیت سے آگاہ کریں گے۔ (تب
فى آله -	قدرت نے عالم ذر میں سب کو بتلا دیا
(مروج الذهب. علامہ مسعودی	ہدایت نبی کے ساتھ ہو گی۔ نور ان کے
جلد اول صد ۱۳)	لیے ہو گا اور امامت ان کی اولاد میں ہو گی۔

اس مورخ کی اس روایت پر غور کرنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم مرکز نور علم و ہدایت تھے۔ یہی حضرات اس نور الٰہی سے ہم سب کو ہدایت فرماتے تھے اور جن اشخاص میں اس نور کے قبول کا مادہ تھا وہ ہدایت یافتہ ہو جاتے تھے اور اب بھی ہدایت حاصل کر لیتے ہیں۔

البتہ جن کے دل خواہشات نفسانی اور تعیش دنیا سے سیاہ ہو چکے ہیں اور ان میں انسانیت کی چنگاری بجھ چکی ہے۔ وہ اس نور سے محروم رہتے ہیں۔ قرآن اسی کو واضح طور سے بتلاتا ہے۔

ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور (نور ۵)	جن میں نور ایمان نہ ہو وہ نور ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

زنگ آلود لوہے میں روشنی کی چمک نہیں آتی۔ جب زنگ دور ہو کر پالش ہو جائے تو وہ روشنی جذب کرتا ہے اور چمک اٹھتا ہے۔ زنگ دور ہونے کا نام تذکیہ ہے (پاکیزگی) اور جلا اور پالش کا نام ایمان ہے۔ اور اس میں چمک آجانے کا نام ہدایت ہے۔ تو نبی و امام نور ہدایت پھیلاتے ہیں اور صاف شدہ دل اس نور کو جذب کر لیتے ہیں۔ امام تو اب بھی دنیا میں موجود ہیں اور الٰہی عطیہ نور سے بہرہ ور ہیں۔ ان کا نور دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ مگر اس نور کو حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس بھی نور ایمان کی ضرورت ہے تاکہ اس نور ہدایت کو جذب کر سکیں۔ نابینا آفتاب کے نور سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ البتہ جس کی آنکھ میں نور ہو وہ نور آفتاب سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

عالم مثال سے توضیح

ریڈیو کی ویو اور برقی لہریں تمام عالم میں پھیل رہی ہیں اور ساری فضا میں

موجود ہیں اگر آپ کے پاس ریڈیو سٹ موجود ہے۔ لیکن کرنٹ نہیں یا بیٹری نہیں تو آپ کا سٹ بیکار ہے یا اگر کچھ تار بگڑے ہوئے ہیں۔ یعنی ایمان تو ہے مگر کچھ گناہ ہوتے رہتے ہیں تو آپ اس نور کو حاصل نہیں کر سکتے۔

مزید توضیح

اگر ریڈیو آپ کے پاس موجود ہے اور قوت برقی بھی موجود ہے تو آپ کی برقی قوت ان لہروں کو حاصل کر کے آواز بن جاتی ہے۔ آواز پیدا کرنا آپ کے سٹ کا کام ہے۔ مگر برقی لہروں کو حاصل کرنا آپ کی برقی طاقت کا کام ہے۔ خواہ وہ الکٹرک سے حاصل ہو۔ یا بیٹری سے۔ اب مختلف ملکوں کی مختلف برقی لہریں پیغامات لے کر فضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ روس، جرمنی، پاکستان، انڈیا یا جاپان وغیرہ۔ ہم چاہتے ہیں کہ لندن کے پیغامات سنیں۔ تو ہم اگر اپنے سٹ میں برقی لہروں کو لندن کی برقی لہروں سے مطابق کر لیں تو فوراً لندن کی خبر سن لیں گے۔ حالانکہ بولنے والا نہ سامنے ہے نہ نظر آتا ہے نہ قریب ہے۔ بالکل غائب ہے۔ مگر چونکہ اس کا کلام برقی لہروں کے ذریعہ تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور ہماری برقی لہریں اس کے مطابق بن کر اس کو حاصل کر رہی ہیں۔ یا پکڑ رہی ہیں اس لیے ہم آواز سن رہے ہیں۔

تو اسی طرح سے ہمارا سینہ ریڈیو سٹ ہے اس میں نور ایمان برقی لہر کی جگہ ہے۔ براڈ کاسٹ کرنے والا امام نور باطنی رکھتا ہے۔ اس لیے وہ تمام عالم میں نور ہدایت پھیلا رہا ہے۔ جس وقت ہمارے سینہ کی ایمانی لہریں اس امام کے نورانی لہروں سے مطابق ہو جائیں گی۔ ہمارا ضمیر نور ہدایت قبول کرے گا۔ اس لیے گناہ کے وقت جو ضمیر اہل ایمان کو روکتا ہے وہ اسی نور ایمان کا کرشمہ ہے۔ جس

کو اہل ایمان قبول کر لیتے ہیں۔ خواہ امام کو دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ گناہوں کا خیال آپ کہتے ہیں کہ کار شیطان ہے۔ تو ضمیر کا باز رہنا بسبب امام زمانہ ہے۔ محرک گناہ تو آپ شیطان غائب کو مانتے ہیں مگر مانع گناہ آپ امام کو نہیں۔ یہی ہٹ دھرمی ہے۔ ایک قوت غائب کا اقرار دوسری کا انکار اسی کا نام تعصب ہے۔ اسی طرح شیطان بقول قرآن۔

ان الشیاطین لیوحون الی اولیائهم (انعام ۷)	اپنے پیروی کرنے والوں کو گمراہی کا پیغام پہنچاتا رہتا ہے۔

اور گمراہ اپنا کنکشن اس شیطان سے ملاتے رہتے ہیں۔ اور وہ ان کو گمراہ کرتا ہے۔ قوت امام زمانہ اس کو روکتی ہے گمراہ کنندہ اور ہدایت کنندہ عقلاً دونوں کا وجود لازم ہے۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (کهف ۱۵)	جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے کفر اختیار کرے۔

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ کہاں نور امام۔ جو خدا کا نور ہے۔ کہاں ہمارا ادنیٰ نور دونوں میں کوئی مناسبت نہیں پھر ہم کیسے تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔

لیکن کیا آپ کو یہ علم نہیں؟ کہ ریڈیو اسٹیشن پر کس قدر قوی برق ہوتی ہے ہمارے سیٹ میں اس کے مقابلہ میں ادنیٰ قوت ہے۔ لیکن یہ ادنیٰ بھی ان قوی لہروں سے مطابق ہے۔ اس لیے صدا سن لیتا ہے۔ تو اگر ہم شیعہ ہیں اور وجود امام پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارا ادنیٰ ایمانی نور اسی طرح ان کے اعلیٰ نور سے مطابق ہوگا جیسے کٹورہ بھر پانی جو دریا سے لیا جاتے دریا سے مطابق ہوتا ہے اگرچہ مقدار میں بدرجہا کم ہے مگر ہے وہی۔

آئمہ اہلبیت کی یہ حدیث اس امر کو واضح کرتی ہے۔

ہمارے شیعہ ہمارے ہی مٹی کے فاضل حصہ سے بنائے گئے ہیں اور ہمارے ولایت کے نور کے خمیر سے گوندھے گئے ہیں۔ (بنائے گئے ہیں)۔	شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا وعجنوا من نور ولایتنا۔

اس لیے وہ ہمارے شریک اور ہمارے ساتھ ہیں۔

اگر لفظ شیعہ کا استخراج شعاع سے لیا جائے تو ہر شیعہ مخلص و پابند شرع شعاع آئمہ کا پرتو ہوگا۔ اس لیے کہ نور ولایتہ کا خمیر ان میں ملایا گیا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ ہمارا ضمیر (کونشنس) بدی سے باخبر ہو جاتا ہے اور بدی سے روکتا ہے۔ کبھی ہمارا شعور اچانک بغیر کسی سبب کے بعض خیالات پر پہنچ جاتا ہے۔ یا ڈر جاتا ہے۔ یا خوش ہو جاتا ہے۔ تو اے شعور۔ لاشعور والو! اور بے ضمیر اور ضمیر والو۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ اس عالم اسباب میں کوئی چیز خود بخود نہیں ہوتی۔ تو ضمیر کی یہ صدا اور لاشعور کی یہ باخبری بغیر کسی سبب کے نہیں۔ اس لیے یہ نورانیت امام کا اثر ہے اور یہ خبر اسی کی جانب سے ملتی ہے جو رحمت اللعالمین کا فرزند ہے اور تمام عالم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی امامت امام الانس والجنّہ کی مصداق ہے۔ اگر آدمی میں ذرا سا بھی اثر نور انسانیت ہے تو وہ تنبیہ کو حاصل کر لیتا ہے اور مومن مخلص پر اتحاد نوری کی وجہ سے اور زیادہ نیکی منکشف ہو جاتی ہیں۔

اب منکرین بعینہٖ منکرین خدا کی طرح انکار امام کر دیتے ہیں۔ جیسے وہ کہہ دیتے ہیں کہ ساری کائنات خود بخود ہو گئی اس میں خدا کا دخل نہیں وہ تو ایک خیالی چیز ہے۔ اسی طرح منکرین امام کہہ دیتے ہیں کہ کار ہدایت سے لاشعور ضمیر خود

یہ خود با خبر ہو جاتا ہے۔ اس میں دخل امام نہیں۔ اس کا وجود تو محض اعتقادی ہے
الحمد للہ سوائے فرقہ خوارج اور دشمنان اہل بیت کے دوسرا ان امور کا منکر نہیں
حقیقی اہل سنت ہمارے ساتھ ہیں۔ اسی لیے ہم نے تمام روایات و اسناد کو صرف
برادرانِ اہل سنت سے لیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ صرف شیعوں کے اعتقادات
ہیں اہل سنت کا اسے واسطہ نہیں ہے۔

حالانکہ ان اعتقادات میں شیعہ اور حقیقی اہل سنت سب برابر ہیں۔ البتہ
خارجی اور ناصبی اس کے خلاف ہیں۔

من یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔	جس کو خدا ہی کجروی کی وجہ سے قابل ہدایت نہ سمجھے اس کا کوئی ہادی نہ ہوگا۔

ذکرِ کتب اہلِ سنّت جن میں بارہ اماموں

کا نام بنام ذکر ہے۔ مع حضرت امام مہدی علیہم السلام

ہم صفحات گذشتہ ص۱۵ میں ان کتب اہل سنت کا ذکر کر چکے ہیں جن میں
حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اب ہم صرف ان کتب کی فہرست پیش
کرتے ہیں جن میں بارہ اماموں کا ذکر ہے۔

(۱) ہدایۃ المہدی۔ مصنفہ امام اہل حدیث مولانا وحید الزمان صاحب ص۱۰۲
(۲) لغات الحدیث۔ علامہ وحید الزمان۔ طبع کراچی کتاب الف ص۶ کتاب
الباء ص۱۲۔

(۳) الائمہ الاثنا عشر۔ ابن طولون۔ طبع بیروت ۔ اس میں ص۱۱۸ پر ابن طولون کا وہ قصیدہ بھی ہے جس میں تمام بنام آئمہ اثنا عشر کو گنوایا ہے

(۴) قصیدہ در مدح وذکر آئمہ اثنا عشر از امام یحیی بن سلامہ الحصفکی جنہوں نے ۵۵۱ھ میں وفات پائی۔ اس کا ذکر علامہ ابن طولون نے شذرات الذہبیہ میں ص۲۹ پر کیا ہے۔

(۵) نور الابصار علامہ شبلنجی ۔ طبع مصر ص۱۱۳۔

(۶) صواعق محرقہ ۔ علامہ امام اہل سنت ابن حجر ہیتمی ۔ طبع مصر ص۱۱۸

(۷) شواہد النبوۃ ۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی ۔ طبع بمبئی ص۲۱۳

(۸) محاکمہ تاریخ آل محمد۔ آقائے بہلول بھجت آفندی ۔ معروف قاضی زنگ زوری ص۱۱۴ ۔

(۹) ظہیر البشر فی احوال آئمہ اثنا عشر۔ طبع بدایون از حکیم شاہ ظہیر احمد الفرمائش مدار المہام محمد اسرار حسن خان بھوپال ۔

(۱۰) ینابیع المودۃ ۔ شیخ الاسلام ۔ علامہ قندوزی طبع قسطنطنیہ استخرج ذکرہم ص۳۵۸

(۱۱) ارجح المطالب علامہ عبیداللہ امر تسری ص۴۲۲ ۔ طبع لاہور۔

(۱۲) تشریف البشر بذکر ائمہ اثنا عشر از صدیق ابن حسن یہ کتاب ۔ طبع آگرہ ہے ۔

(۱۳) مطالب السئول ۔ علامہ ابن طلحہ شافعی ص۲۶ ۔ طبع تیغ بہادر ۔

(۱۴) اسعاف الراغبین ۔ علامہ شیخ محمد صبان ۔ طبع مصر ۔ استخرج من فتوحات محی الدین ص۵۳ ۔

(۱۵) مشارق الانوار شیخ حسن حمزاوی ۔ طبع مصر ۔ استخرج من فتوحات ص۱۵۲

(۱۶) فصول المہمہ ۔ ابن صباغ مالکی ۔ طبع طہران ص۲۱۲

تحقیق حق بشرب تمتی۔ مولوی وحید الدین خان صد۵۹۰۔

(۱۸) تاریخ خمیس۔ دیار بکری۔ طبع مصر صد۳۱۹

(۱۹) وسیلہ النجاہ۔ ملا مبین فرنگی محلی۔ طبع لکھنؤ یہ کل کتاب ذکر آئمہ اہلبیت میں ہے۔

(۲۰) مواہب الشرفی آئمہ اثنا عشر ملا مبین صاحب دراسات اللبیب اس کا ذکر دراسات اللبیب صد۲۷۰ میں ہے۔

(۲۱) تذکرہ خواص الامہ۔ سبط ابن الجوزی۔ پوری کتاب میں ذکر آئمہ ہے خصوصاً صد۱۸۳ میں طبع طہران۔

(۲۲) مناقب آئمہ اثنا عشر شیخ عبد الحق۔ محدث دہلوی۔ ان کا ذکر صاحب ارجح المطالب نے صد۴۶ پر کیا ہے۔

(۲۳) اتحاف بحب الاشراف۔ علامہ شیرازی۔ طبع مصر صد۶۸۔

(۲۴) الیواقیت والجواہر۔ علامہ شعرانی جلد دوم طبع مصر صد۱۴۲۔ استخرج من الفتوحات المکیہ۔

(۲۵) علامہ میبذی۔ شرح دیوان علی صد۱۲۳

(۲۶) تاریخ ابن خلکان۔ جلد اوّل۔ در ذکر حضرت امام حسن عسکریؑ صد۳۷۲ و ذکر امام جعفر صادقؑ صد۱۹۱

جلد دوم۔ امام زین العابدینؑ صد۴۲۹ و امام رضا علیہ السلام صد۳۳۲ و امام علی نقیؑ صد۴۳۴

جلد سویم۔ امام محمد باقرؑ صد۳۱۴ و امام محمد تقیؑ صد۳۱۵ و امام آخر الزمان علیہ السلام صد۳۱۶۔

جلد چہارم۔ امام موسیٰ کاظمؑ صد۳۹۳

اس میں ابن خلکان نے ۔۴۔۵۔۶۔۷۔۸۔۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔ آئمہ کا ذکر کیا ہے۔

(۷) فصل الخطاب ۔خواجہ محمد پارسا ۔ان کی پوری عبارات ۔صاحب ینابیع المودۃ (طبع قسطنطنیہ صد ۳۶۸) نے تحریر فرمائی ہیں یہ بارہ اماموں کے مقر ہیں۔

اسی طرح حضرات صوفیہ کرام کی اکثریت بارہ اماموں کا اقرار کرتی ہے۔

بارہ کے بعد کیوں سلسلہ ظاہری ختم ہوگیا

(۱) سبب اول تو ہم لکھ چکے ہیں کہ سنت الہیہ ہمیشہ یہی رہی ہے کہ نائبان نبی بارہ بارہ رہے ہیں جس کو توریت انجیل وقرآن اور کتب صحاح اہل اسلام بتلا چکی ہیں۔

یہاں ہم مزید توضیح کے لیے صرف اس قدر اور لکھتے ہیں کہ ۔جب دو گروہ جو اعتقاد میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں اور پھر وہ کسی ایک بات پر اتفاق کر لیں تو وہ امر صحیح ترین مانا جائے گا ۔ اس لیے کہ یہ فطرت ہے کہ جب کوئی مذہب کسی اعتقاد پر قائم ہو جائے اور اس کی دلیل صرف روایات ہوں تو وہ ثبوت میں جس قدر روایات مل سکتی ہیں ۔ان سب کو لکھے گا اور اسی قدر وہ دوسری فرقہ کی روایات کی رد کرے گا اور ان میں سے نقص نکالے گا یا ان کا انکار کردے گا ۔لیکن جب دونوں فریق کسی ایک روایت کو لائیں اور ایک دوسرے کی رد بھی نہ کریں ۔ تو وہ روایت صحیح ترین مانی جائے گی ۔اب یہ روایت کو میرے بعد بارہ امیر یا خلیفہ ہوں گے ۔ دونوں فریق سنی اور شیعہ سب لکھ رہے ہیں کسی نے بھی اس میں کمی اور بیشی نہیں کی ۔ نہ ایک نے دوسرے کی رد کی ۔تو معلوم ہوا کہ بارہ کی معین تعداد میں قدرت کا ہاتھ تھا ۔جس نے رواۃ کو اس حدیث کے لکھنے پر لاچار کر دیا اور یہی دلیل صحت ہے ۔اس تعداد پر تو سب متفق ہیں ۔اختلاف ان امیروں اور خلفاء کے مصداق میں ہے ۔

تمام شیعہ اور بہت سے حضرات اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ بارہ کی تعداد سے مراد آئمہ اہلبیت ہیں جیسا کہ ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔ ان کے علاوہ جو مسلمان ہیں انہیں سخت اختلاف ہے (۱) وہ اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں اگر خلفائے راشدین کو مصداق بنائیں تو وہ پانچ ہو سکتے ہیں (مع امام حسنؑ) تعداد کم ہو گی۔ بنی امیہ کو باوجود ظلم ان بارہ میں شمار کریں تو تعداد بارہ سے بڑھ جاتی ہے اور اس لیے بنی عباس کے خلفاء جور کو شریک کر لیں تو بارہ سے بدرجہا زیادہ تعداد ہو جاتی ہے اس لیے کچھ بنی امیہ اور خلفائے راشدین کو ملا کر بارہ پورے کر دیتے ہیں۔ (۲) کچھ چھانٹ چھانٹ کر راشدین اور بنی امیہ اور بنی عباس کو ملا کر گنتی پوری کر دیتے ہیں (۳) کچھ ایک دوسرے کے خلاف اشخاص کو گنتے ہیں (۴) اور کچھ ان کے علاوہ دوسروں کو لکھتے ہیں۔ غرض آج تک وہ ایک بات پہ متفق نہیں ہوئے (۵) بعض خلفاء کو اس گنتی میں داخل کرنا اور بعض کو نکال دینا بھی انہوں نے اپنی اپنی مرضی پہ رکھا ہے۔ (۶) اور بعض قیامت تک اس تعداد کے پورے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن انصاف پسند اہلسنت انہیں بارہ کو مانتے ہیں جن کو شیعوں نے مانا ہے۔ ان کے اقوال ہم سابق میں لکھ چکے ہیں۔ عقل سلیم بھی کہتی ہے کہ ان کو مانا جائے جس پر تمام شیعہ اور اہل انصاف و حق پسند اہل سنت اتفاق کرتے ہیں اور وہ بارہ آئمہ اہل بیت ہیں۔

(۲) جب کسی سلسلہ و نسل پر نبوت ختم ہو گئی۔ تو قدرت نے اس کے آخر کو غائب کر دیا۔ جیسے سلسلہ اسحاقؑ پر نبوت ختم ہوئی۔ تو حضرت عیسیٰؑ کو اور سلسلہ اسمٰعیل پہ ختم امامت کے بعد حضرت حجتہ کو غائب فرما دیا اور وہ بارہواں حضرت عیسیٰؑ کی طرح آخر زمانہ تک زندہ ہیں اور دونوں سلسلہ ہدایتہ خاتم ایک ساتھ ظاہر ہوں گے (۳) عالم تکوین اور عالم تشریع دونوں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ یا کائنات

کا قانون قانون شرع کے خلاف نہیں - اسی لیے اسلام کو دین فطرت کہتے ہیں ہر جگہ قدرت نے کائنات کو پیش کر کے اور ان کو مثال بنا کر حقیقت کو واضح کیا ہے

سنریھم اٰیٰتنا فی الآفاق	ہم کائنات میں نشانیاں دکھلائیں گے
افلم ینظروا الی السماء	کیا انہوں نے آسمان پر نظر نہیں
اولم ینظروا الی ملکوت	ڈالی - کیا انہوں نے آسمانوں کی
السموات -	اندرونی قوت پر غور نہیں کیا۔

یہاں تک کہ میدان غور و فکر میں حضرت اونٹ کو بھی دوڑا دیا

افلا ینظرون الی الابل	اونٹ کی ساخت پر غور نہیں
کیف خلقت	کیا کہ ہم نے کیسا پیدا کر دیا ہے۔

غرض عالم تکوین اور عالم تدوین ساتھ ساتھ ہیں - اس لیے ایک کے ذریعہ سے دوسرا سمجھ میں آتا ہے - تو اب ذرا عالم تکوین کی اس بات پر بھی غور کر لیجیے کہ خلاق کائنات نے بارہ ماہ پر دورہ زمین کو ختم کر کے سال کو تمام کر دیا ہے۔ اس ایک سال کے بارہ ماہ ہیں - کل فصلیں - کل پھول پھل - کل موسم - گرمی و سردی بہار و خزاں - بارشیں - آندھیاں سب اپنے اپنے وقتوں پر ایک ہی سال یعنی بارہ ماہ میں پوری ہو جاتی ہیں - سال آئندہ کوئی نئی بات یا نیا موسم نہیں آتا اور انہیں مواسم اور پیداوار کو سال آئندہ پھر دوہرایا جاتا ہے۔ (REPEAT) جس کی تکمیل گزشتہ بارہ ماہ نے کی تھی - اس لیے تعداد ماہ آگے نہیں بڑھائی جاتی - بارہ ماہ حد آخر ہیں - اب آئندہ جو کچھ ہو گا وہ پچھلا سین دوہرایا جائے گا کوئی نئی بات نہیں ہو گی - جیسے کہ لیے تیرھواں مہینہ ایجاد کیا جاوے - یہ ہے حد عالم تکوین - اب رہا عالم تدوین تو اس کے بارہ ائمہ کو بارہ ماہ قرار دیدیا۔ اب جس قدر دین میں تبدیلیاں، مذہب میں خزاں بہار آئے گی - جس قدر فرقے

بنیں گے وہ ان بارہ آئمہ تک بن جائیں گے۔ ان کے بعد کوئی نیا فرقہ نہیں بنے گا۔ بلکہ سابقہ فرقوں کو نئے نئے لباس میں پیش کیا جائے گا۔ اس لئے جو بھی نئے فرقے بنتے ہیں وہ سابقہ عقائد ہی کو لے کر استدلال کرتے ہیں۔ بالکل نیا فرقہ آج تک ایجاد نہیں ہوا۔

مزید توضیح

یہ بھی تجربات مذہب و دین میں آچکا کہ ہر نبی کے بعد۔ شریعت بگاڑ دی گئی۔ ہوائے نفس اور خواہشات کے بندوں نے دین کو اپنے ہاتھ میں لے کر بگاڑا اور مذہب بنا کر مقاصد نبوت برباد کر دیا۔ مگر چونکہ نبوت کا اثر ایک دم ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے شریعت تباہ کرنے والے بندے خدا اور رسول کا نام لے کر دھوکہ دینا شروع کر دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ دین تباہ ہو جاتا ہے اس لیے نبی نے صاف اعلان کر دیا کہ میرے بعد میری امت کے ۷۳ فرقہ ہو جائیں گے ایک ناجی ہو گا اور ۷۲ ناری ہوں گے۔ اکثریت جہنمیوں کی ہو گی اور اقلیت جنتی کی۔ تو بہتر ۷۲ فرقے جو جہنمی ہوں گے۔ وہ خود غرضیوں اور طمع حکومت دنیا میں اپنے مفید مطلب عقائد کو اسلام کے لباس میں پیش کریں گے۔ اس لیے جب تک یہ سارے فرقے اور عقائد سامنے نہ آجائیں۔ اس وقت تک حسب سنت الٰہیہ ان محافظوں کی ضرورت ہو گی۔ جو حقیقی اسلام کو اپنے حارو پہ قائم رکھیں اور بتلائیں۔ اس لیے اس وقت تک یہ نفوس باقی رہیں گے۔ جب تک کہ یہ بہتر ۷۲ فرقے دنیا کے سامنے نہ آجائیں۔ اس لیے آنحضرتؐ نے بارہ امیروں اور خلفاء اور آئمہ کا اعلان فرمایا کہ سلسلہ رشد و ہدایت ان کے زمانہ میں ان کے سپرد کر دیا۔ تاکہ وہ نئے فرقوں کے مقابلہ میں حقیقی اسلام کی راہ نمائی کرتے رہیں۔

چنانچہ تواریخ و سیر وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئمہ اثنا عشر کے زمانہ میں سارے فرقے اور مختلف عقائد دنیا کے سامنے آ چکے تھے اور بارہ آئمہ علیہم صراط مستقیم اور اسلام و ایمان حقیقی کو واضح کر کے بتلاتے رہے۔ آج بھی ان کی صحیح احادیث حقیقی اسلام و ایمان کو واضح کرتی ہیں اور جب بہتر ۷۲ کی تعداد بارہ کے زمانہ میں پوری ہو گئی اور آئمہ نے ان کو بتلا دیا تو اب کسی تہتر ۷۳ فرقوں کی راہ نمائی کی ضرورت نہیں رہی اور یہ سلسلہ ظاہری ختم ہوتے پر ایک ان میں ایسا باقی رہ گیا جو شیطان کے مقابلہ میں ہدایت روحانی سے فیض پہنچاتا ہے۔ جس طرح بارہ ماہ ہر سال ختم کر دیا گیا۔ اسی طرح بارہ آئمہ پر تبلیغ ظاہری ختم کر دی گئی۔ بارہ ماہ کے بعد جس طرح گذشتہ بارہ ماہ کے فصول دوہرائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان بارہ اماموں کے بعد پرانے مذہب دوہرائے جا رہے ہیں۔ اور بہتر ۷۲ فرقوں کے بعد اب جو نئے فرقے بن رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں اور نیا اعتقاد نہیں بلکہ وہی چبائے ہوئے نوالے ہیں جن کو یہ پھر چبا رہے ہیں اور ہر نیا زہر گڑ دیتا ہے۔ یہ نئے مرکبات پرانی چیزوں سے بنائے جا رہے ہیں۔ جن میں کوئی عقیدہ نیا نہیں ہے۔

تو نئے امام ظاہر کی ضرورت نہیں پرانا سامان مدافعت ان نئے لشکروں کے لیے کافی ہیں۔

(۴) آج جن علماء کے اجتہاد پر اسلام کے بڑے حصوں کا دارومدار ہے۔ یہ سب زمانہ آئمہ میں گذر چکے ہیں۔

چار مجتہدین کو اسلام نے مان کر پھر تابوت اجتہاد پر آخری کیل لگا دی (۱) امام ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ (۲) امام مالک نے ۱۷۹ھ میں وفات پائی (۳) امام شافعی نے ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ (۴) امام احمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ بعد

میں انتقال فرمایا۔

اس کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ آئمہ علیہم السلام ان کے زمانہ میں موجود رہے اور ان کی غلطیوں کو علماء اہل بیت کو بتلاتے رہے۔

چونکہ بعد نبی روایات کا مدار صحابہ قرار دیدیے گئے تھے۔ جس میں ہر میل کے حضرات تھے اس لیے خدا و رسول کے متعلق وہ روایات بنا دی گئیں کہ جس کو دیکھ کر اہل ایمان کو شرم آتی ہے۔ درجنوں روائتیں قرآن اور عمل رسول کے خلاف ہیں تو جب تک ایسے راویوں اور راویوں کے راوی کا وجود تھا۔ آئمہ علیہم السلام کا وجود لازمی تھا تاکہ وہ ان باطل عقائد اور روایات سے دین کی حفاظت، کرتے رہیں اور صحیح عقائد کی تعلیم دیتے رہیں اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جائے تب وہ روحانی حکومت کو روحانی طریقوں سے قائم رکھیں، ان بارہ کے بعد چونکہ ایسے رواۃ اور ان کے راوی ختم ہو چکے تھے اور کوئی مزید سلسلہ رواۃ نہیں رہا تھا اور مقرر کردہ نبی آئمہ کی تعداد بھی پوری ہوگئی تھی۔ اس لیے ظاہری مقابلہ کرنے والوں کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اس لیے سلسلہ ظاہری کو ختم کر کے بارھویں کو غائب کر دیا تاکہ ہدایۂ روحانی کا سلسلہ باقی رہے۔

مصنوعی مہدی

قرآن مجید سے جب تبلیغ قولی کی گئی اور اس کے اعلیٰ نمونہ پیش کر دئے گئے۔ تو طریقہ قرآن یہ رہا کہ جو اہم ہستیاں آمد نبی علیہ الصلوٰۃ سے پہلے گذر چکی تھیں۔ ان کے تو نام بتلا دئے۔ اور جو محافظین شرع عمل قرآن بن کر آئندہ آنے والے تھے ان کے نام نہیں بتلائے بلکہ ان کے صفات و لوازم صفات بیان کر دئے۔ اس لیے کہ نام رکھ لینا آسان ہے۔ مگر صفات پیدا کرنے مشکل

اب یہ سب نقلی مہدیؑ بھی ہمارے لیے ایک اہم دلیل وجود امام ہیں۔ اس لیے کہ نقل اسی کی بنتی ہے جس کی اصل موجود ہو۔ ورنہ جس کی اصل نہ ہو اس کی نقل ضرورت نہیں ہر نقل اصل سے پہچانی جاتی ہے۔ یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ جب اصل موجود ہے تو خدا اس کو کیوں ظاہر نہیں فرماتا۔ تو سنت الہیۂ یہ رہی ہے کہ جب نقلی ختم ہو جاتے ہیں۔ تب اصل سامنے لاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کے سامنے جب تک سامری جادوگروں نے اپنی کل لکڑیاں اور رسیاں پیش نہیں کر دیں حضرت موسیٰ نے اپنا عصا پیش نہیں فرمایا۔ جب وہ سب پیش کر چکے۔ تب حضرت موسیٰؑ نے آیۂ الٰہی عصا کو پیش فرما دیا اور وہ سب کی رسیاں اور لکڑیاں نگل گیا۔ صرف وہی باقی رہا اور سارے جادوگر ایمان لے آئے۔ اگر ایک کا بھی جادو باقی رہ جاتا۔ تو جادوگر اس کا انتظار کرتے اور ایمان نہ لاتے۔ اسی طرح جب ساری مصنوعی امامتیں ختم ہو جائیں گی۔ تب خدا اپنی حجتہ کو ظاہر فرمادے گا اور سب کی امامتیں باطل ہو جائیں گی۔

یہ بھی یاد رکھئے گا کہ ان نقلیوں نے اصل کی عزت کو نمایاں کر دیا اور ان کی اہمیت بتلا دی۔ گدھے جو گھاس کھاتے ہیں۔ اس کی نقل کوئی نہیں بناتا آدمی جو زعفران کھاتے ہیں اس کی نقلیں دن رات بن رہی ہیں۔

معلوم ہوا کہ قیمتی اور نفیس شئے کی نقل بناتے ہیں۔ گھٹیا شئے کی نہیں بناتے تو ان نقلیوں سے اصل کی عزت معلوم ہو گئی کہ وہ اس قدر قدر و قیمت والا ہو گا کہ اگر آسمان سے کوئی نبی بھی اتر آئے تو وہ اصل مہدی کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ اور وہ امام دنیا کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ اس قدر بہتات سے مہدی بنے مگر دنیا کو عدل وانصاف سے کوئی لبریز نہ کر سکا اسی نے بتلا دیا کہ سب نقلی تھے۔

اسلام کے خود ساختہ دور ہیں۔ درجنوں مہدیؑ بن جائیں ہم نہیں بگڑ سکتے۔ نہ

ہم ان کے دھوکہ میں آسکتے ہیں۔ اس لیے کہ گیارہ معصومینؑ کی بلند ہستیں۔ ان کی بے داغ زندگیاں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان کے کمالات کا بار چھوٹے مدعیان امامت و مہدویت نہیں اٹھا سکتے۔ ان کا خدا سے تعلق۔ ان کی عبادات ان کے علوم ان کی امامت پر قول رسول گواہ ہے۔ ان کی امامت کے صفات پر قرآن کی گواہی موجود ہے، ان کی عصمت ان کے معجزات۔ ان کی بشری کمالات۔ ان پر اخلاق الٰہیہ کا پرتو ایسی چیزیں ہیں کہ نقلیوں کے دامن ان سے خالی نظر آرہے ہیں۔ بگڑتے اور بہکتے وہ ہیں جن کے پہلے ولی اور خود ساختہ امام ان نقلیوں سے مشابہ ہیں۔ خدا کے مقرر کردہ نبی کے فرمودہ آئمہ کی کوئی صفت ان سے یا جن کی یہ نقل ہیں ان سے نہیں ملتی۔

تعجب نہ کیجیے کہ خضر و الیاس زمین پر زندہ اور موجود ہیں۔ روایات معتبرہ بیان کرتی ہیں بلکہ سنت تائید کرتی ہے۔ لیکن آج تک کسی نے خضر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ نام صرف اس لیے لے رہا ہوں کہ ان کی شہرت حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ پھر خضر ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کیا گیا۔ اور امام مہدی در جنوں بن گئے۔ تو خضر ہونے کا دعویٰ اس لیے نہیں کیا کہ احادیث و روایات نے ان کے موجود ہونے کی خبر تو دی تھی۔ لیکن ظہور اور قرب قیامت میں ان کی حکومت و امامت کی خبر نہیں دی تھی۔ اس امام کے ظہور کے بعد اس کی امامت اور حکومت اور دولت کی اس قدر کثرت سے احادیث موجود تھیں کہ مسلمان شدت سے اس کی آمد کے منتظر تھے اور اب بھی ہیں۔ تو خبر آمد مہدیؑ اور ان کی حکومت کی خبر نے خواہاں حکومت کو دعوائے مہدویت پر آمادہ کر دیا۔ اس لیے ان کو بھٹکے ہوئے گروہ کی امامت بھی مل گئی اور معتقدین کی دولت اور ان پر حکومت بھی مل گئی اور ان کے ختم ہونے پر ان کے خلفاء کا سلسلہ چل پڑا۔ لیکن ان جھوٹے دعوے داران سے پہلے اور ان کے بعد وہ علامات و حالات پیدا نہیں ہوئے جن کی خبر مخبر صادق ہمارے نبی اکرمؐ دے گئے تھے۔ مگر

جب تک دنیا میں احمق اور جاہل موجود ہیں تو دعوی کرنے میں ہرج کیا ہے۔ نہ سہی دین دنیا تو مل جائے گی۔ نہ آئے قیامت خود تو آ گئے۔ نہ بھرے زمین عدل و داد سے گھر تو دولت سے بھر گئے۔

آئندہ والے خواہ حق پر ہوں یا باطل پر اپنے کردار میں سابق کے مدعیان ناحق کے کردار سے جرأت حاصل کرتے ہیں۔ جب بہت سے خلفاء اسلام میں قائم مقامی نبی کی کوئی شرط اور صفت موجود نہ تھی۔ پھر بھی دعوائے خلافت چل گیا۔ تو اسی سے سبق لے کہ اگر کوئی دعوائے مہدویت کر دے تو کام چل جائے گا۔ پہلے خلیفہ بن گئے تھے یہ مہدی بن جائیں گے۔ مہدی بننے کے بعد اور دعوؤں کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔

چنانچہ ہندوستان میں ایک صاحب اوّل مہدی موعود بنے۔ پھر مسیح ابن مریم بنے۔ پھر نبی ظلی بنے۔ وہ تو موت آ گئی تھی ورنہ اگلی منزل ظلی خدا بننے کی تھی۔

ہاں جو حضرات رسول آخرؐ اور قرآن اور اہلبیتؑ کی احادیث سے مکمل علامات وصفات امام کا سبق حاصل کر چکے ہیں۔ وہ نہ پہلے خلافتوں اور اماموں کے چکر میں پھنسے نہ تازہ مدعیاں مہدویت کے جال میں آئے اور اسی نعمت کی امام زمانہ حفاظت کر رہے ہیں یہی ان کے وجود کا مقصد اصلی ہے۔ کہ ہدایت یافتہ نئے جال میں نہ گرفتار ہوں۔ اس لیے جو اس امام غائب پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کے یہاں نہ دیگر اماموں کی گنجائش ہے نہ نبوتوں کی نہ خلافتوں کی۔ وہ آئندہ کے ان مصنوعی اماموں اور انبیاء سے محفوظ ہیں اگر اور کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو ایک یہی فائدہ امام غائب سے ان کو حاصل کہ وہ کسی مصنوعی نبی یا امام کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ ان کو ایک ہی کافی ہے۔ ایک خدائے غائب پر ایمان لا کر ہزاروں خداؤں سے صاف بچ گئے اسی

طرح اس امام غائب پر ایمان لاکر سینکڑوں نقلی رسولوں اور اماموں سے بچ گئے۔ خدا کے مخالفوں نے غل مچایا کہ۔ (ارنا اللّٰہ جھرۃ ۔ قرآن کریم) ہم کو خدا کو کھلم کھلا دکھا دو وہی غل آج اس امام کے لیے ہے کہ اگر ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے۔ ہم کو دکھا دو ورنہ ہم کسی نہ کسی کو امام بنا لیں گے۔ اس لیے منکرین امام غائب کے یہاں نت نئے امام بنتے رہتے ہیں

انتظار امام آخر

هل ينظرون الا ان تاتيهم الملائكة او ياتی ربك او ياتی بعض ايات ربك يوم ياتی بعض ايات ربك لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل او كسبت فی ايمانها خيرا قل انتظروا انا منتظرون (الانعام پ ۸)

اے نبی یہ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ یا تمہارا خدا آئیگا۔ یا تیرے خدا کی نشانی آئیں گی۔ تو جس دن تیرے خدا کی نشانی آئی گی۔ تو جو شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا۔ یا اپنے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی نہیں بجالایا تو اب اس کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا تم ان سے کہدو کہ وہ انتظار کریں ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔

قرآن پاک کی آیۃ نے جس کا انتظار کرنا چاہیے اور جس کے انتظار کا حکم دیا ہے اس کو بالکل واضح کر دیا۔ ان لوگوں کو تین چیزوں کا انتظار تھا۔ خدا اور فرشتے اور خدا کی آیۃ مقررہ۔ تو اس آیۃ میں قرآن نے دو کا تو انکار کر دیا کہ نہ اس کے فرشتے آئیں گے نہ خود خدا۔ تیسری چیز کا اعلان کر دیا کہ خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشان آئے گا اس سے مراد آیۃ قرآن نہیں وہ تو پورا آچکا ہے اور کامل ہے۔ اس لیے اب جدید

حکم نہیں آئے گا۔ بلکہ آیتہ سے مراد وہ معین ذات ہے۔ جو منجانب اللہ آئے گی۔ قرآن کی آیتہ نازل ہوتی ہے۔ آتی نہیں لفظ یاتی یعنی آئے گا۔ ایک ذات کو بتلاتا ہے۔ قرآن کی آیات کو خدا نے لفظ انزلنا (اتارا) سے بیان فرمایا ہے۔ لفظ یاتی (آئے گا) سے تو لفظ بعض آیات رب سے امام آخر مراد ہیں۔ وہ بھی وقت کا منتظر ہیں ہم کو بھی حکم انتظار دیدیا ہے۔

آیت

اس آیت میں لفظ آیت سے کوئی دھوکہ نہ دے کہ آیت سے مراد قرآن کی آیت ہے۔ خداوند کریم نے جگہ اور مقام کو بھی آیت فرمایا ہے۔

(۱) فیہ آیات بینات مقام ابراھیم (آل عمران ۳)	اس کعبہ میں کھلی ہوئی آیۃ مقام ابراہیم ہے۔

(۲) نیک ہستیوں کو آیت فرماتا ہے۔ اصحاب کہف کے لیے فرماتا ہے۔

کانوا من آیاتنا عجبا (کہف ۲)	اصحاب کہف ہماری عجیب آیات میں سے تھے۔

(۳) جس جانور سے کمال قدرت اور تعجب انگیز صفت نمایاں کی ہے اس کو بھی آیتہ فرمایا ہے۔

ھذہ ناقۃ اللہ لکم آیتہ (اعراف ۱۰)	یہ اللہ کا اونٹ تمہارے لیے ایک آیتہ ہے۔

(۴) فرعون جیسے کافر کے بدن کو اتنے دن محفوظ رکھا۔ تو اس کو بھی آیتہ فرمایا ہے

الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ (یونس ۹)	تاکہ بعد والوں کے لیے وہ ایک آیتہ بن [illegible]۔

(۵) حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو بھی آیۃ فرمایا ہے۔

جعلناها وابنها آیة للعالمین (انبیاء ۳)	میں نے مریم کو اور اس کے بیٹے کو دنیا بھر کے لیے آیۃ بنا دیا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہستیوں کو اور اشخاص کو اس نے آیۃ فرمایا ہے تو آیت زکوٰۃ میں تین ذاتوں کا انتظار امتوں کو تھا۔ ملائکہ وہ ہستیاں ہیں۔ خدا کا وہ بھی ہستی اور ذات ہے تو تیسری منتظرہ شئے بھی ذات ہو گی اور جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو بقاء اور طول عمر دے کر آیۃ فرمایا ہے۔ اسی طرح سے یہ ذات اپنی بقاء اور طول عمر کی وجہ سے آیۃ ہے اور اسی کے انتظار کا خدا نے حکم دیا ہے۔ یہ مسلّم ہے کہ خدا جس کا حکم دے اس کا بجا لانا عبادت اور داخل دین ہے۔ تو اس ذات کا انتظار بھی عبادت اور داخل دین ہے اور اس انتظار کی عظمت اس سے معلوم ہو گی۔ کہ ہمارے ساتھ خدا بھی منتظر ہے۔ جب کہ وہ صلوٰۃ میں ہمارے ساتھ ہے وہ بھی صلوٰۃ بھیجتا ہے ہم بھی صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اسی طرح وہ انتظار کرتا ہے اور ہم بھی منتظر ہیں اور بحکم خدا انتظار کرنا عبادت ہے۔ اے اہل نظر آل محمد میں وہ خوبیاں تھیں کہ ان کے کاموں میں خود قدرت ساتھ ہو کر۔ اہل ایمان کو بھی آمادہ کرتی ہے۔ وہ ان پر صلوٰۃ میں شامل ہے۔ ان کے انتظار میں ہمارے ساتھ ساتھ ہے، اسلام میں ساتھ۔ محبت میں ساتھ ہے

متعلق انتظار دوسری آیۃ گرامی

یقولون لولا انزل علیه آیة من ربه فقل انما الغیب لله فانتظروا انی معکم من المنتظرین (یونس ۲)	کہتے ہیں کہ اس (نبی) پر آیۃ کیوں نہیں نازل ہوئی خدا کی جانب سے تو اے نبی کہدو کہ غیب صرف خدا کے لیے انتظار کرو میں بھی تمہارے

انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

اس جگہ آیتہ سے مراد آیات قرآن نہیں وہ تو برابر نازل ہوتی رہتی تھیں۔ بلکہ وہ ایک نشان خدا کے خواہاں تھے۔ تو قدرت نے اس نشان کو غیب فرما کر کہدیا کہ اے نبی کہدو کہ انتظار کریں میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ اب یہاں مراد علم غیب نہیں۔ نہ خدا کو علم غیب میں انتظار کی ضرورت تھی۔

عندہٗ مفاتح الغیب اس کے پاس تو غیب کی کنجیاں ہیں

اس نشان سے مراد کوئی ذات ہے جس کو وہ پردہ غیب میں چھپائے ہوئے ہے اور جب مناسب سمجھے گا اس کو نمودار کردے گا۔ اور خواہ آپ کے ساتھ نبی انتظار کریں۔ یا خدا۔ ایک ایسے منتظر موجود ہے جس کے ہم سب منتظر ہیں اور اس حقیقت منتظر کے انتظار کا حکم ہے۔ اور چونکہ حکم خدا بجا لانا واجب اور عین دین ہے اس لیے انتظار عین دین اور عبادت ہے۔ مذہبی دنیا ایک کی آمد کی منتظر ہے۔ کسی کو آسمانی بادشاہت کا زمین پر انتظار ہے کسی کو کلنکی اوتار کا انتظار ہے کوئی مسیح کا منتظر ہے تو کوئی مہدی کا۔ غرض انتظار ایک دلیل تعلق ہے۔ جن کو انتظار نہیں ان کو تعلق نہیں۔ ایک باغبان کو ثمر آنے کا انتظار ہے۔ جس کا اس باغ سے تعلق نہیں وہ انتظار نہیں کرتے۔ ایک کاشتکار کو فصل کے آنے کا انتظار ہے جو دانہ اس نے جگہ گوشہ زمین میں چھپایا ہے اس کی نمو کا منتظر ہے۔ جن کے کھیت نہیں وہ کیوں انتظار کریں۔ شدت گرما میں آمد باراں کا انتظار ہے۔ باپ کو اولاد کے جوان ہونے کا انتظار ہے۔ غرض جدھر نظر ڈالیے انتظار ہی انتظار ہے مگر جن کو انتظار ہے ان کا مقصد موجود ہے اور جن کا کوئی ہے ہی نہیں وہ کیوں انتظار کریں۔

بحمد اللہ ہم آنے والے کے منتظر ہیں اس لیے کہ نبی صادقؐ نے خبر دیدی ہے

قرآن نے اشارات سے بتلا دیا ہے۔ انبیائے ماسبق نے آخری نبی کا انتظار کر لیا۔ ہم آخری امام کا انتظار کر رہے ہیں۔

انتظار

ہم بیان کر چکے ہیں۔ عالم میں ہر مخلوق کے لیے ایک حالت منتظرہ بنائی ہے اور دنیا کسی نہ کسی طرح کشمکش انتظار میں مبتلا ہے۔ اور در اصل یہ انتظار ہی ہے جو لطف و شوق کو بڑھاتا ہے۔ خدا نے اعلان

انی جاعل فی الارض خلیفہ (بقرہ)	میں زمین پر خلیفہ بناؤں گا۔

فرما کر کل فرشتوں کو منتظر خلیفہ بنا دیا۔

اذ اخذ اللہ میثاق النبیین (آل عمران)	تمام انبیاء سے اقرار مدد و ایمان نبی آخر الزمان لے کر ایک لاکھ ۲۴ ہزار کو منتظر نبی آخر بنا دیا۔

اگر بغیر انتظار کے ہر چیز حاصل ہو جائے تو لطف و لذت فنا ہو جاتی ہے۔ در اصل لذت آتی ہی ہے انتظار کے بعد۔ تو جو لذت امامت خدا نے ہم کو دی ہے وہ ان کو نصیب نہیں جن کا کوئی امام نہیں۔ یا جن کو اس قدر آسانی ہے کہ نہ حکم خدا کی ضرورت ہے نہ قول نبی کی جس کو دل چاہا ہاتھ بڑھا کر امام بنا لیا۔ وہ لذت انتظار کیا جانیں۔ یہ انتظار ہی ہے جو محبت حقیقی کی کسوٹی ہے۔ یہ انتظار ہے جس سے اکتا کر دنیا انکار کر بیٹھی ہے۔ یہ انتظار ہی ہے جس کو اشد من الموت موت سے زیادہ بتلایا گیا ہے۔ یہی انتظار بتلاتا ہے کہ کون اپنے محبت و مقصد و مقصود میں مستحکم ہے اور کون ڈانوا ڈول ہے۔

قدرت اسی آزمائش کے نمود کے لیے حکم دیتی ہے کہ تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں مصلحت کی تم کو خبر نہیں۔ میں جانتا ہوں۔ اس لیے اللہ والے اللہ کے ساتھ منتظر ہیں اور یہی دلیل استقامت ہے۔

انتظار کے بعد راحت

انتظار وہ سختی ہے کہ جس میں نظریں انتظار سے تھک کر دل کو مایوس کر دیتی ہیں موت آسان ہے مگر انتظار اس سے زیادہ سخت ہے ذرا انتظار کرنے والوں سے پوچھئے ان کے دل پر کیا گذرتی ہے۔ نگاہوں کا بار بار اٹھنا۔ جدھر دل پڑا ہوا ہے چہرہ کا رخ ادھر رکھنا۔ آمد کا رخ معین ہے تو نگاہیں ادھر جا دینا۔ اگر رخ معین نہیں تو چارسو دیکھنا۔ یاد کر کے آہیں بھرنا آہ کر کے بیٹھ جانا۔ چین نہ پا کر پھر اٹھنا یہ انتظار کا ادنی کرشمہ ہے۔ ایمان والے بھی ارشاد رسول سن کر ایک آنے والے کے منتظر ہیں اور صدیوں سے منتظر ہیں۔ ادھر طوالت انتظار میں دل گھبرایا۔ ادھر قرآن نے زبان قدرت سے صدا دی۔

فانتظروا انی معکم من المنتظرین (اعراف ٭) — انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

صدا سن کر مرجھائے ہوئے دل پھر شاداب ہو گئے۔ ادھر آمد میں تاخیر ادھر یہ خوشخبری کہ آنے دو۔

یملاء الارض قسطا وعدلا — وہ آ کر تمام دنیا کو عدل وانصاف سے لبریز کر دے گا۔

کیا اتنے دن کی بگڑی ہوئی دنیا اس قدر جلدی عدل سے بھر جائے گی۔ مگر اس کا جواب آنے والے آب باراں اور زمین کی سرسبزی سے پوچھئے۔ اگر موسم

میں بارش نہ آئے تو پھر چمن کے مالی سے پوچھیے۔ چمن میں خاک اڑی۔ پتے کملائے اور زرد ہو کر گر گئے۔ سبزہ نابود ہوا سارا چمن خشک سالی سے ایک سال میں تباہ ہو گیا۔ تو روزانہ کا مشاہدہ ہے کہ بگڑنے میں ایک فصل سے دوسری فصل صرف ہوتی ہے۔ لیکن جس بارش کا انتظار تھا۔ اس کا پہلا پانی برسا اور چمن میں شادابی نظر آنے لگی کونپلوں نے سبز ہو کر سر ابھارا اور سارا چمن سرسبز ہو گیا۔ بیشک دنیا بگڑی۔ ظلم و استبداد سے بھری۔ فسادات ابھرے اقوام تباہ ہوئیں۔ مگر اس نور کے آتے ہی اور فرزند رحمت کے پہنچتے ہی دنیا عدل و داد سے بھر جائے گی۔

لا مہدی الا عیسیٰ

مخالفین امام مہدیؑ نے انکار امام مہدیؑ کے لیے یہ روایت بنا دی۔ کہ مہدیؑ عیسیٰ ہی ہیں۔ وہ جداگانہ وجود نہیں رکھتے ہیں۔ اس روایت کو سابقہ احادیث صحاح رد کرنے کے لیے کافی ہیں۔ مگر ہم اس کے متعلق صرف اس قول کو پیش کرتے ہیں جس کو خود اہل سنت نے لکھا ہے اور اس روایت کے وضعی ہونے کو بتلایا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی کہتے ہیں کہ ہم

(۱) تاویل حدیث لا مہدی الا عیسیٰ۔ کہ کوئی مہدی نہیں سوائے عیسیٰؑ کے خواہ مخواہ کیوں کریں۔ تاویل تو تب کی جاوے۔ جب یہ حدیث ثابت ہو جائے۔ (۱) حاکم نے اس روایتہ کو بیان کر کے کہا ہے کہ میں نے تعجب کر کے اس حدیث کو لکھا ہے نہ کہ دلیل کے طور پر۔ (۲) بیہقی یہ کہتا ہے کہ اس کو صرف اکیلے محمد ابن خالد نے روایتہ کیا ہے (کوئی اور راوی ہم خیال نہیں نہ کوئی موئید ہے) اور حاکم نے محمد ابن خالد کو مجہول کہا ہے۔ (جس کے دیانت و حالات کی خبر نہیں)۔ (۳) نسائی

نے کہا ہے کہ وہ منکر ہے اور حدیث ناقابل اعتبار بلکہ قابل رد ہے۔ ہم حافظان احادیث کی پختہ رائے یہ ہے کہ جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہوں گے۔ ان کی سندیں بے حد صحیح ہیں، اس لیے یہ روایتہ غلط ہے (صواعق محرقہ ابن حجر صـ۹۸ طبع مصر) اب کتب صحاح اور سندوں کی معتبر احادیث کے بعد جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ تصریح کی ہے کہ امام مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہوں گے۔ اس لامعلوم راوی کی یہ روایت کیا حقیقت رکھتی ہے۔

دشمنان آل محمدؑ و اولاد فاطمہؑ نے جیسے اور روایات گھڑی ہیں انہیں ہی میں سے یہ بھی ہے۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

مزید توضیح (کنز العمال جلد ۷ سابع صـ۱۸۶ طبع دکن) میں علامہ متقی نے چودہ روایات لکھی ہیں جن میں صاف تحریر ہے کہ المھدی من اھل بیتی کہ امام مہدیؑ کے متعلق نبی نے فرمایا ہے کہ وہ میرے اہل بیت سے ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ من اھل البیت یعنی امام مہدیؑ اہل البیت میں سے ہوں گے۔ اگر مخالفت پنجتن کی بنا پر اہل البیت سے مراد نبی کے گھر والے لیے جائیں تو امام مہدی کبھی نبی کے گھر میں نہیں رہے۔ اس لیے جنہوں نے اہل البیت سے نبی کے گھر والے مراد لیے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ البتہ اس سے مراد نبی کے گھرانے والے ہیں اور اس میں شک نہیں۔ کہ امام مہدیؑ نبی کے گھرانے والے اور کنبہ والے اور اولاد ہیں اور جب یہ اہل البیت میں شامل ہیں تو بہ نص آیت قرآنی انما یرید اللہ یہ پاک و پاکیزہ و معصوم ہیں۔ روایات مذکورہ کنز العمال میں نبیؐ نے صاف فرمایا ہے کہ۔

من ولدی　　　　امام مہدیؑ میری اولاد سے ہوں گے

پھر فرمایا ہے۔

من عترتی　　　　میرے کنبہ اور قبیلہ میں سے ہوں گے

ان واقعات صریحہ کے بعد لامہدی الا عیسیٰ والی روایت کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ خصوصاً جبکہ صحاح کی روایات بھی اس کی مخالفت کرتی ہیں۔

علامہ شبلنجی نے نور الابصار طبع مصر ص۱۸۶۔ حیات امام مہدیؑ کی مزید تائید فرماکر اس حدیث کی تردید کی ہے اور حیات حضرت امام مہدیؑ کے دلائل بیان کئے ہیں۔ نیز آپ کی حیات کی تائید۔ قطب شعرانی نے الیواقیت والجواہر طبع مصر میں کی ہے۔ اور شیخ حسن عراقی مدفون مصر اور سید علی الخواص نے بھی حیاۃ امام مہدی کی تائید کی ہے اور لامحالہ یہ ذات حضرت عیسیٰ سے جداگانہ ہے۔ اسی لیے مشہور تفسیر علامہ قرطبی میں بھی اس مصنوعی روایت کی تردید کی گئی ہے (مشارق الانوار علامہ حمزاوی طبع مصر ص۱۵۵) اور خود علامہ حمزاوی نے بھی اس روایت کو ضعیف لکھا ہے (مشارق ص۱۵۷)

اب ہم اس ذکر کو علامہ ابن صبان کے قول کے بعد ختم کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ ہیں کہ امام مہدیؑ ہمارے نبی کے اہل بیت میں سے ہوں گے (اسعاف الراغبین) علامہ شیخ محمد الصبان طبع مصر ص۵۲ اب حدیث متواتر کے بعد مجہول السند حدیث کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس امام کے وجود پر روایات کے متواتر ہونے کا اقرار علامہ ابن حجر نے بھی کیا ہے۔ (صواعق محرقہ ابن حجر ہیتمی طبع مصر ص۱۱۲) اور اسی طرح مستقل وجود امام کے متعلق اور یہ کہ وہ اہل بیت نبی سے ہوں گے۔ تواتر روایات کا اقرار (نور الابصار علامہ شبلنجی مطبع مصر ص۱۸۶ پر بھی موجود ہے۔

اب مدعیان خلافت وحکومت کے طرفدار راویوں کی دوسری ترکیب بھی دیکھ لیجیے۔ جہاں آنحضرت نے اس امام کی خبر دی ہے وہاں فرمایا ہے ۔ اسمہٗ اسمی ۔ وہ میرا ہم نام ہوگا۔ خلافت اور حکومت نے موقع دیکھا تو خلفائے بنی عباس کی حسب مرضی فوراً روایات میں اضافہ کردیا۔

اسمہٗ اسم ابی ۔ ان کا باپ میرے باپ کے ہمنام ہوگا۔

تاکہ یہ روایتہ مہدی عباسی جو منصور دوانقی کا بیٹا تھا۔ اس پر چسپاں ہو جاوے اور باپ اور بیٹے دونوں سے منہ مانگا انعام مل جائے ۔

اسمہ اسمی کے بعد اسم ابیہ اسم ابی اور بڑھا دیا۔ کہ اس کا باپ میرے باپ کا ہمنام ہوگا۔ منصور دوانقی کے اس بیٹے کا نام محمد ابن عبداللہ المنصور تھا۔ اور آنحضرت محمد ابن عبداللہ تھے۔ تو نام سے نام ملا کر اپنا کام نکالنا چاہا۔ اور گویا ہمارے امام کو بیدخل کردیا۔ اس لیے کہ آپ کا نام محمد ابن الحسن العسکری تھا۔ شرط آخر گویا آپ میں نہ تھی۔ اس لیے وہ مراد نہیں ہیں بلکہ مہدیؑ عباسی مراد ہے۔

لیکن ان کی اس دھاندلی کو حافظان احادیث نے پکڑ لیا۔ اس روایتہ کا راوی زائدہ نام تھا۔ حافظان احادیث کہتے ہیں کہ اصل روایتہ اسمہ اسمی پر ختم ہوجاتی ہے۔ باقی کو زائدہ نے زاید کردیا ہے۔ جیسا نام تھا ویسا کام کر کے دکھلا دیا۔ حافظ حدیث علامہ گنجی اپنی کتاب البیان صفحہ ۳۲۶ میں اس کی مفصل تردید کرتے ہیں۔ اور آخری فیصلہ یہ کرتے ہیں۔

ان ھذہ الزیادہ لا اعتبار لھا مع اجماع ھولاء الائمۃ ۔ اس زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں خصوصاً جبکہ ائمہ احادیث اس

علی خلافھا — کے خلاف بیان کرتے ہیں

لیجیے جس اضافہ کی چوٹ منصور عباسی کے بیٹے کی پیشانی پر لگائی گئی تھی وہ اتر گئی اور وہ غریب دولت خرچ کر کے بھی مہدی نہ بن سکا۔

اگر بفرض محال اس اضافہ کو صحیح بھی مان لیں تو اس کی بہترین حقیقت وہ ہے جو علامہ ابن طلحہ شافعی نے مطالب السئول ص ۲۹۸ میں بیان کی ہے۔ اس پہ ہزار آفرین کہنے کو دل چاہتا ہے۔ اس کا ترجمہ حاضر کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ زبان عرب میں جدِ اعلی (اوپر والے دادا) کو باپ کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ہے

ملتہ ابیکم ابراھیم — تمہارے باپ ابراہیم کا دین

حالانکہ وہ دادا تھے۔ واقعہ یوسف میں مذکور ہے۔

واتبعت ملتہ آبائی ابراھیم واسماعیل — میں نے اپنے باپ ابراہیم اور اسماعیل کے دین کی پیروی کی ہے

دونوں جگہ جدِ اعلی کو باپ کہا گیا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ لفظ اسم کنیت اور صفت دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے کہ امیر المومنینؑ کے نزدیک ابوتراب سے زیادہ کوئی اسم اور نام محبوب نہ تھا تو کنیت کو اسم کہا ہے۔

اس بنا پر امام مہدیؑ کے جدِ اعلی حضرت ابو عبداللہ الحسین تھے اور آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور چونکہ حضرت امام مہدی ان کی اولاد سے تھے۔ اس لیے وہ آپ کے والد تھے اور آپ کا نام محمد تھا۔ اب بفرض محال اس روایۃ کو صحیح بھی مان لیا جائے تو امام مہدی کا نام محمد تھا۔ حسب آیات قرآنی آپ کے والد (دادا امام حسین) کا نام عبداللہ تھا تو اسمہ اسمی و اسم ابی اسم ابیہ والی روایۃ بھی اس تاویل سے جس کی تائید قرآن کرتا ہے صحیح ہو جائے گی۔

اگر موجود ہیں تو کبھی کسی نے دیکھا ہے

جن حضرات کو احادیث رسول اور وجود حجتہ خدا کا انکار ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر امام مہدیؑ موجود ہیں تو دنیا میں کوئی تو یہ کہتا کہ ہم نے دیکھا ہے۔ جن حضرات نے دیکھا ہے۔ ہم ان کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر منکر پھر بھی نہ مانیں گے۔ اس لیے کہ کسی معترض نے نہیں دیکھا۔ اگرچہ وہ بغیر دیکھے شیطان کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر چونکہ امام اور اہل بیت سے عداوت اور حسد ہے۔ اس لیے وہ اس شیٔہ کو مشتبہ کرتے ہیں۔ اب اگر ہم ان شیعہ علماء کی فہرست پیش کر دیں کہ جنہوں نے زیارت امامؑ کی ہے۔ تو پھر انکار کا بہانا مل جائے گا کہ یہ تو شیعہ ہیں۔ انہوں نے واقعات بنا دیئے ہیں۔ اس لیے ہم صرف ان اہلسنت کا ذکر کرتے ہیں کہ جن کو زیارت نصیب ہوئی ہے اور ان کے نزدیک ہر وہ سنی جو ۱۳ امام کے وجود کا قائل ہے وہ جہاد نفس اور عبادات کے ذریعہ سے اس امام زمانہ کی زیارت کر سکتا ہے

(۱) قطب شعرانی اپنی کتاب بہجتہ النفوس والاسمار میں تحریر کرتے ہیں کہ سید حسن عراقی نے جامع اموی دمشق میں حضرت امام مہدی کی زیارت کی۔ اور ان حضرت نے ان کو اعمال بتلائے (مشارق الانوار علامہ حمزادی طبع مصر ص۱۵۷ و اسعاف الراغبین علامہ شیخ محمد الصبان طبع مصر ص۵۳)

(۲) شیخ عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ ہم نے دمشق (الشام) میں آپ کی بیعت کی ہے اور سات دن ان کے حضور میں رہے ہیں۔ غالباً یہ سات دن کا قیام حسن عراقی ہی کے ساتھ رہا۔ جیسا کہ قطب شعرانی نے اپنی کتاب طبقات الکبری مسمی بہ لواقح الانوار کے جزو ثانی میں ذکر کیا ہے۔

(۳) شیخ عبداللطیف الحلبی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ ابراہیم رحمتہ اللہ نے کہا کہ میں نے بعض بزرگان مذہب سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے امام مہدیؑ کی بیعت کی ہے۔ ینابیع المودۃ شیخ الاسلام علامہ قندوزی۔ طبع قسطنطنیہ باجازت دفتر علوم بہ زمانہ سلطان عبدالعزیز خلیفہ ترکی ص۴۷۰)

اسی مشہور کتاب میں ان اکیس آدمیوں کے نام کی روایتہ لکھی ہے جنہوں نے امام زمانہ کی زیارت کی ہے۔ (ینابیع ص۴۶۳) ان کے علاوہ تین وہ راوی ہیں۔ جن کو ہم اوّل میں بطور گواہ شرعی پیش کر چکے ہیں۔

فمن شاء فلیو من — جس کو خدا توفیق دے وہ ایمان لے آئے گا۔

* * *

یہ بھی یاد رہے کہ زنگ خوردہ لوہا نور کی چمک کو نمایاں نہیں کرتا نہ صورت کو دکھلاتا ہے لیکن اگر زنگ کو دور کر کے صیقل کر دیں تو نور کی چمک آجائے گی اور صورت بھی نظر آجائے گی۔ آج اگر تذکیہ نفس کر کے تقوی سے دل کو جلا دیں تو ضرور صفائے قلب کے بعد آج بھی امام نظر آسکتے ہیں۔ سورج کی روشنی ہر جگہ موجود ہے۔ مگر مٹی کے ڈھیر میں نمایاں نہیں ہوتی۔ البتہ کٹورہ بھر پانی میں اس کی صفائی کی وجہ سے آفتاب کی آب تاب نظر آجاتی ہے۔ ایسے واقعات موجود ہیں کہ جن نفوس نے عبادتیں کیں اور صفائے نفس حاصل کی اور اعلیٰ مدارج پر پہنچے۔ ان کو زیارت امام عالی مقام ہوگئی۔ اگرچہ غیبت کا پردہ یہاں بھی اس قدر باقی رہا کہ مشکل مسائل کا حل پا کر لاعلاج بیماری سے نجات پا کر پھر پتہ چلا کہ جس نے سوال حل کیے ہیں اور بیماری سے نجات دلائی وہ صرف امام کی ذات تھی جس سے یہ فیض پہنچا۔ مگر ان کا خیال اور تصور بعد میں آیا اور بعض جگہ اسی وقت علم ہوگیا۔ مگر حضرت نظروں سے پنہاں ہوگئے۔

انکار غیب کے نقصانات روحانی

اس مادی دنیا کا یہ اصول ہے (۱) کہ جو نظر نہ آئے اس کا انکار کردو (۲) جو سمجھ میں نہ آئے اس کا بھی انکار (۳) جو اپنے خیالات اور مذہب کے خلاف ہو اس کا بھی انکار (۴) مذہبی کتابوں میں جن غائب اشیاء کا ذکر ہے۔ اس کا بھی انکار کردو (۵) دوزخ اور جنت کا انکار کرکے اخلاقیات سے خوف و رغبت کو مٹا دو۔ پھر جو چاہو سو کرو۔ وغیرہ وغیرہ کی بنا پر انکار حقائق کردیا جاتا ہے۔

اس انکار کی ابتدا دشمنان اہلبیت اور محبان خلافت امویہ و عباسیہ سے شروع ہوئی اور ان کے زیر اثر لوگوں نے امام غائب کا انکار کردیا۔ پھر اسلام کے وہ متکلمین جو فلسفہ یونان کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے فرشتوں اور جنات کے وجود میں تاویل کرکے انکار شروع کردیا۔ جس کو یورپ زدہ مسلمانوں نے خیالی رنگ دے کر ان کا انکار شروع کردیا۔ یورپ نے تو حد کردی کہ روح وغیرہ کے بھی منکر بن گئے اُن کی انکار کی آخری حد منکرین خدا نے پوری کردی اور خدائے غائب کا بھی انکار کردیا۔ چونکہ تمام مذاہب کی بنیاد اعتقاد بالغیب پر ہے۔ جس کو کل انبیاء بتلاتے رہے۔ اس لیے تمام غیبوں کا انکار کرکے نہ خدا ہی کو باقی رکھا نہ رسولوں کے بتلائے ہوئے مذہب کو۔ اس طرح مذہب سے آزاد ہو کر مادر زاد آزاد بن گئے اور تمام پابندیوں سے آزادی حاصل کرلی اور دنیا کو اپنی من ملتے قوانین کا پابند کردیا۔ اور انکار مذہب کرکے جن پابندیوں سے چھٹکارا حاصل کیا تھا۔ اس سے زائد پابندیوں میں گرفتار ہوگئے۔

دراصل امام غائب کا انکار محراب غیب کی آخری اینٹ کا نکالنا تھا جس کے بعد سارے غیبوں کے انکار کا راستہ کھل گیا۔ اور محراب غیب کل کی

کل گھر پڑی جب اس دیوار گرنے کے بعد بھی خدا نظر نہ آیا تو اس کا بھی انکار کر دیا گیا یہ تھا نتیجہ انکار غیب۔

اس لیے کہ منکرین امام کے اعتراضات بالکل اسی اصول پر مبنی ہیں۔ جن اصول سے آج خدا کا انکار کیا جا رہا ہے۔ گویا اس آخر کے انکار نے خدا کے انکار کا راستہ صاف کر دیا۔ اہل دین اس سے عبرت حاصل کریں۔

وجود خدا پر مسلمانوں کی دلیل

مسلمان کہتے ہیں کہ آثار کے وجود سے موثر کا نشان ملتا ہے اور صنعت کا وجود صانع پر روشنی ڈالتا ہے۔ جب آثار قدرت نمایاں ہیں تو قادر کا ماننا لازمی ہے لیکن اس دلیل کو وہ امام کے لیے بھول جاتے ہیں۔ ہر نبی کے بعد دوسرا نبی تب آیا جب اس کے سابق کے دین کو برباد کر دیا گیا اور حافظان دین کی قلیل تعداد کو بے اثر کر دیا گیا۔ اس نبی نے آکر پھر دین اجاگر کیا۔ اس کے انتقال کے بعد پھر دین کی وہی گت بن گئی جو موسی کے کوہ طور پر چند روزہ غیر حاضری میں بن گئی تھی کہ اس کے مقرر کردہ خلیفہ کو بھی نہیں مانا اور گائے کی پوجا اس کو خدا مان کر شروع کر دی۔ پھر دوسرا نبی آیا۔ اس نے راہ حق دکھلائی اور یہ سلسلہ آخری نبی تک رہا۔ ہمارے نبی بھی اس وقت تشریف لائے۔ جب گمراہی چھا گئی تھی۔

وان کانو من قبل لفی ضلال مبین (جمعہ ۲)	جب دنیا کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گئی تھی۔

نہ شریعت ابراہیم باقی رہی تھی نہ موسوی شریعت نہ عیسوی تعلیمات۔ یہ سب خود ساختہ نمائشی دین میں بدل گئیں تھیں۔ بہر حال ہر نبی کی حیات میں اگرچہ سب ایمان نہیں لائے۔ مگر ایک قلیل گروہ تو ایمان پر باقی و استوار رہا

وما آمن معہ الا قلیل — بہت تھوڑے سے ایمان لائے

مگر نبی کے بعد پھر تو پورا میدان صاف ہوگیا اور کھلی گمراہی رونما ہوگئی۔ صرف چند اہل ایمان ایمان پر باقی رہے۔ اس وجود ہدایت نے بتلا دیا کہ بعد نبی کوئی سنبھالنے والا موجود تھا۔ تو آثار ہدایت نے موثر کا پتہ بتلا دیا اور آخری نبی کے بعد پوری گمراہی نہیں پھیلی۔ ۷۳ میں سے ایک حق پر ہے اور رہیگا۔ اسی نے بتلا دیا کہ کوئی ان کا محافظ موجود ہے جس کی وجہ سے یہ اقلیت باقی ہے اور ضلال مبین نہیں پھیلی۔ اسی اثر سے ہم ایک موثر یعنی حجتہ خدا۔ محافظ دین۔ ہادی روحانی کے قائل ہیں

ان کے اعتقاد سے نہ کفر لازم آتا ہے نہ شرک نہ نفاق۔ اگر وہ نہیں بھی ہیں تو اس اعتقاد سے کہ وہ ہیں کوئی خرابی شریعت میں نہیں پیدا ہوتی۔ لیکن اگر وہ ہیں اور پھر ہم انکار کر رہے ہیں۔ تو شریعت کے ایک اصول اور امامت جاریہ جس کا خدا وعدہ کر چکا ہے اور حجتہ خدا جس کا ہر دم وجود ضروری ہے اور قرآن کی اکثر آیات اور رسول کی احادیث کے منکر بنتے ہیں اور بہتر ۷۲ کی اکثریت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ۷۳ کی ایک اکائی حق پر باقی رہ جاتی ہے۔ امامت کے جو اوصاف و کمالات قرآن نے بیان کئے ہیں۔ ان کمالات کا مستحق تمام اسلام میں آج آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہے اور آج عالم میں کوئی فرد امامت کے ان تمام اوصاف و لوازم سے آراستہ نظر نہیں آتا۔ جن کمالات امامت کو قرآن نے واضح کیا ہے۔ ان کا موصوف کوئی ظاہر میں نہیں ملتا۔ تو اس بنا پر اگر وجود امام کا انکار دیا جائے تو حدیث

من مات ولم یعرف امام زمانہ۔ الخ۔ — جو اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مر جائے وہ کافر کی موت مرے گا۔

بالکل بیکار ہو جائے گی۔ جب سارے زمانہ میں کوئی امام متصف باوصاف قرآن نظر نہیں آتا تو پھر نبی کی تاکید معرفت امام بیکار تھی۔ پھر خدا کا یہ دعوی کہ میں امام اور وارث بناتا ہوں گا۔ دھوکہ قرار پائے گا۔ پھر صادقین کی پیروی کا حکم۔ اولالامر کی اطاعت کا حکم۔ وسیلہ تلاش کرنے کا حکم۔ خدا کے اعلان کردہ حاکموں کا وجود سب بیکار محض اور ایک ڈھونگ بن جائے گا۔ جب کوئی امام اولی الامر۔ صدق نطق کا حامل وسیلہ موجود بھی نہیں تو وعدے کیسے اور ذکر کیوں ہے۔ رہے غائب کے ماننے والے تو وہ ان اوصاف امامت پر ایمان لاکر ایک امام کا اقرار کرتے ہیں اور خدا کے وعدوں کو جھوٹا اور نبی کی تاکید کو بیکار نہیں سمجھتے۔ وہ ایک امام غائب سے روحانی فیض حاصل کرتے ہیں اور جیسے خدائے غائب کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح امام غائب کی۔ اس لیے کہ اس امام کی معرفت کا سبق ایک نبی آخر اور گیارہ معصوموں نے دیا ہے اور اتنی شہادتوں کے بعد ہم کو اسی طرح امام کا یقین ہے۔ جیسے ایک اندھے کو آنکھ والوں سے سن کر سورج نکلنے کا یقین ہو جاتا ہے اور اگر کسی اسلامی فرقہ کے یہاں اس کا ذکر نہیں ہے تو یہ خدا اور رسول کا قصور نہیں۔ یہ ان راویوں اور اہل غرض کا قصور ہے جو صاحبان حکومت کے بل بوتے پر راوی بنے ہوئے تھے اور روایات کو چھپا رہے تھے۔ اگر ان روایات کر دیتے تو ان کی حکومتیں اور خلافتیں سب خاک میں مل کر رہ جاتیں اور آج۔ اسلام میں کوئی منکر امامت نظر نہ آتا۔

اوصاف امامت حسب فرمودہ قرآن

جس طرح خداوند کریم نے متقین اور مومنین کے صفات کو مختلف جگہ بیان فرمایا ہے۔ اب جو ان اوصاف کا جامع ہوگا وہی امام ہوگا۔

ہم نے ہر آیتہ جتنے اوصاف بیان کرتی ہے۔ ان کو جدا جدا لکھا ہے اور پھر دوسری آیتہ کے نمبروں کا پہلی آیتہ کے ساتھ شمار کیا ہے۔ تاکہ آخر میں معلوم ہو جائے کہ کس قدر اوصاف امامت کے لیے ضروری ہیں۔ مکررات کو سابق کے نمبر سے بیان کر دیا ہے۔

آج کل نہ معلوم کس قدر امامتیں دعویٰ کر رہی ہیں۔ کوئی خود کو امام حاضر کہتا ہے۔ کوئی خود کو المعصوم یعنی مثل معصوم کہتا ہے۔ کوئی امام الحدیث کے ساتھ اپنی امامت پر نازاں ہے۔ کوئی امام تاریخ کے لقب پر مسرور ہے۔ کوئی امام جمعہ وجماعت ہی کہلا کر خوش ہو جاتا ہے اور کوئی محض امام جماعت بن جاتا ہے اور پھر اس روحانی عبادت کے امام بننے میں اس قدر آسانی ہے۔

صلوا خلف کل برّ و فاجر۔	ہر نیک و بد کو امام نماز بنا کر نماز پڑھ لو۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا۔

اب جن امامتوں کی امت نے یہ گت بنالی ہے۔ ذرا قرآن سے پوچھیے کہ وہ کس کو امام کہتا ہے۔ تو عالم میں سب سے پہلا اعلان امامت حضرت ابراہیم کے لیے ہوتا ہے۔ یہی وہ امام ہے جس نے ہم سب کو مسلمان کا خطاب دیا ہے،

ھو سماکم المسلمین (حج ۲۲/۱۰)	اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اور یہی وہ ذات مقدس ہے کہ جس نے اقرار ایمان بھی کیا ہے۔

اَوَلَمْ تُؤمن قال بلی (البقرہ ۲/۳۵)	کیا تم ایمان نہیں لائے عرض کی ہاں میں ایمان لایا ہوں۔

اور یہی ہے وہ ذات ہے کہ جس کو خدا نے لقب شیعہ سے سرفراز فرمایا ہے

انّ من شیعتہ لابراھیم (صافات ۳۴/۳)	اس کے شیعوں میں سے ابراہیم ہے۔

پہلی آیتہ

تو حضرت ابراہیم مسلمان ہیں۔ مومن ہیں۔ نبی ہیں۔ رسول ہیں۔ شیعہ ہیں اور امام ہیں۔ یہی وہ بلند مرتبہ عہدہ ہے۔ جو آپ کو بعد امتحان دیا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ۔

انی جاعلك للناس اماماً (البقرہ ۲/۱۵)	میں تم کو آدمیوں کے لیے امام بناؤں گا۔

مگر یہ اعلان کب ہوا کہ جب امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

اذ ابتلی ابراھیم ربہٗ بکلمات فاتمھن (البقرہ ۲/۱۵)	جب پروردگار نے کلمات کے ذریعہ سے آپ کو آزمایا اور آپ اس آزمائش میں پورے اترے

تب اعلان انیّ جاعل فرمایا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ من ذریتی

قال لا ینال عھدی الظلمین (البقرہ ۲/۱۵)	میری اولاد سب تو قابلیت نہیں رکھتی لیکن کچھ اولاد کو امام بنا دے

جواب ملا کہ ہاں میں ذریت کو امامت دوں گا۔ لیکن ظالموں کو نہیں آپ فوراً سمجھ گئے کہ یہاں ظالم سے خدا کی کیا مراد ہے اس لیے فرمایا۔

واجنبنی وبنیّ ان نعبد الاصنام (ابراھیم ۱۳/۲)	مجھ کو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے بچا لے اور محفوظ رکھ

اب ان آیات سے حسب ذیل امور و صفات واضح ہوتے ہیں۔

(۱) کہ امام بنانے کا حق صرف خدا کو ہے۔ آدمیوں کو نہیں۔ امام آدمیوں کے لیے ہوگا۔ مگر بنائے گا خدا۔

(۲) امامت اس کو ملے گی جو امتحان خداوندی میں کامیاب ہوگا۔

(۳) حضرت ابراہیم نے امت کے لیے خواہش امامت نہیں کی۔ بلکہ اولاد کے لیے کی ہے۔ اگر امت کا اس میں حق ہوتا تو حضرت ابراہیم کبھی حصہ امت چھین کر صرف اولاد کے لیے یہ تمنا نہ کرتے۔ اگر خدا بھی امت کا حق سمجھتا تو جیسے اولاد کے لیے فرما دیا تھا کہ امامت ظالموں کو نہیں دوں گا۔ اسی طرح فرما دیتا کہ صرف تمہاری اولاد کے لیے نہیں ہوگی۔ بلکہ امت کا بھی حصہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ امامت صرف اولاد انبیاء کا حصہ ہوگی۔ امت سے تعلق ہدایت ہوگا نہ کہ تعلق امامت۔

(۴) بت پرستوں کو حق امامت نہ ہوگا۔ بلکہ جس کو خدا بت پرستی سے محفوظ رکھے۔ وہ حقدار رہے گا۔ جو بتوں کی پوجا کر چکے ہیں۔ ان سے کبھی تعلق امامت نہ ہوگا۔ گو زخم اچھا بھی ہو جائے تو پہلا نشان نہیں مٹتا۔ اس لیے سابق کے بت پرست نہ امام بن سکتے ہیں۔ نہ امامت کا تعلق ان سے ہوگا۔ وہ شرک کر کے ظلم عظیم کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ اس لیے مستحق امامت نہیں۔

ان الشرك لظلم عظيم (لقمان ۱۳/۲)	شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسری آیت

ووهبنا له اسحاق و	اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق

یعقوب نافلۃ و کلاً جعلنا صالحین - وجعلناھم آئمۃ یھدون بامرنا و اوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و کانوا لنا عابدین - (انبیاء ۵/۷)	جیسا بیٹا اور یعقوب جیسا پوتا انعام میں عنایت فرمایا اور ہم نے سب کو صالح بنایا اور ہم نے ان کو امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے کل اچھے کاموں اور نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی وحی کر دی اور وہ صرف ہماری عبادت کرتے والے تھے ۔

اس آیۃ نے حسب ذیل اوصاف آئمہ کو بتلا دیا۔

مثل شمارہ امت سابقہ ۔ (۳) صرف اولاد انبیا کو خواہ بیٹا ہو یا پوتا شرف امامت ملے گا۔ جیسا کہ آیۃ سابقہ (۳) میں ذکر ہے اور یہ اسی کی مزید توضیح ہے ۔

(۵) وہ صالح ہوں گے غیر صالح کو امامت نہیں ملے گی ۔

مثل آیۃ سابقہ (۱) ہم نے ان کو امام بنایا۔ اجماع یا انتخاب امت نہیں بنا سکتا۔ یہ حق صرف خدا کا ہے ۔

(۶) وہ صرف ہدایت خلق کے لیے ہوتے ہیں اور اس کے حکم سے ہدایت کرتے ہیں ۔ فتح ممالک اور ملکوں پر قبضہ ان کا مقصد نہیں ہوتا ہے۔

(۷) تمام نیکیاں اور اچھے افعال ان کو وحی کیے جاتے ہیں ۔ لفظ وحی سے ان کو نبی نہ سمجھ لیجیے گا۔ نبی پر وحی شروع ہوتی ہے اور ان پر وحی افعال نیک ہوتی ہے ۔ یہاں ذرا معنی وحی بھی سمجھ لیجیے ۔

اوحی ربک الی النحل ان	پھر تیرے پروردگار نے شہد کی
اتخذی من الجبال بیوتا	مکھیوں کو وحی کی کہ پہاڑوں اور
ومن الشجر ومما یعرشون	درختوں اور بلند مقامات پر گھر بنائیں
ثم کلی من کل الثمرات	اور ہر قسم کے پھلوں کو کھائیں اور
فاسلکی سبل ربک ذللاً	پروردگار کے بتلائے ہوئے راستوں
یخرج من بطونھا شراب	پر چلیں تابعداری کے ساتھ ان کے
مختلف الوانہ فیہ شفاء	شکموں سے مختلف قسم کے شربت نکلتے
للناس ۔	رہیں، ان میں آدمیوں کے لیے شفا ہے۔
(نحل ۱۶/۹)	اور صاحبان فکر کے لیے ایک
	نشانی ہے۔

اب یہاں وحی سے مراد یہ نہیں کہ جبرئیل یا فرشتے پیغام لے کر آئے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ ہم نے ان کے فطرت میں یہ بات ڈالی دی اور وہ از روئے پیدائش وفطرت یہ علم لے کر دنیا میں آئی ہیں۔ ان کے شکموں سے شربت آدمیوں کے لیے شفا بن کر نکلتے ہیں اور یہ صاحبان فکر کے لیے ایک سبق اور نشانی ہے۔

تو اس بنا پر آئمہ کو تمام نیک کاموں۔ نماز قائم کرنے کی اور زکوٰۃ دینے کی از روئے فطرت تعلیم حاصل ہے۔ ان کو سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ تمام نیکیوں۔ اور نماز و زکوٰۃ کا علم بالفطرت لے کر آتے ہیں۔ ان کو بالغ اور جوان ہونے پر نہیں سکھایا جاتا ہے۔ شہد کی مکھیوں کے بطن سے شہد نکلتا ہے اور ان آئمہ کی زبانوں سے ہدایت کے چشمے ابلتے ہیں۔ اہل فکر کے لیے یہ مثال کافی ہے۔

(۸) وہ پہلے سے (کانوا صیغہ ماضی ہے) صرف عبادت گذار تھے۔ اوّل بتوں کو پوج کر پھر ہماری عبادت نہیں کی۔ لہٰذا عابدین۔ میں حصر ہے کہ

صرف ہمارے عبادت گذار تھے۔

تیسری آیت

وجعلنا منھم آئمۃ یھدون	ہم نے ان کو ان کے صبر کی وجہ
بامرنا لما صبروا وکانوا	سے امام بنادیا اور وہ ہماری نشانیوں
بایاتنا یوقنون (سجدہ ۲۴/۳۲)	پر یقین رکھتے ہیں۔

اس آیتہ سے پہلے حضرت موسیٰ کا ذکر ہے۔ جو بنی اسرائیل میں سے ہے مطلب واضح ہے کہ اسی نسل میں سے ہم نے امام بنائے۔ جو ہمارے زیر حکم ہدایت کرتے تھے۔ امام اس لیے بنایا کہ وہ صبر کر چکے تھے۔ (صابرین میں سے تھے) اور ہماری نشانیوں پر یقین کامل رکھتے تھے۔

آیت سابقہ میں مثل (۶) ہے وہ صرف ہدایت کے لیے تھے اور امر خدا سے ہدایت فرماتے تھے۔ اپنا حکم نہیں چلاتے تھے۔

(۹) استحقاق امامت صبر سے ہوتا ہے اور صبر کا ظہور بعد حصول مظالم ہوتا ہے۔ تو مظلوم اور صابر امام ہوگا۔ نہ کہ فاتح و مالک

(۱۰) آئمہ آیات الٰہیہ پر کمال یقین رکھنے والے ہوں گے اور یقین بعد علم ہوتا تو وہ عالم آیات الٰہیہ ہوں گے اور اس پر ان کا یقین کامل ہوگا۔ یہاں تک دس اوصاف قرآن نے بیان کر دئے ہیں۔

چوتھی آیت

ونرید ان نمن علی	ہم یہ ارادہ کر چکے ہیں کہ جو روئے
الذین استضعفوا فی	زمین پر ضعیف کر دیے گئے ہیں۔

الارض ونجعلهم ائمۃ ونجعلهم الوارثین ونمکن لهم فی الارض (قصص ۳۵)	ان پر احسان کریں اور ان کو امام بنائیں۔ انہیں کو وارث بنائیں اور زمین پر ان کو قدرت عطا کریں۔

اس آیت میں تو اوصاف امامت کو اور واضح کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) جو امام بنائے گئے ہیں ان پر یہ امامت ایک احسان الٰہی ہے۔

(۱۲) اس احسان امامت کے مستحق وہ ہوں گے جو زمین پر کمزور کر دیئے گئے تھے فاتحان ممالک اور صاحبان خزائن وافواج اس کے حقدار نہ ہوں گے۔

(۱۳) ہم صرف ان کو بھی وارث بنائیں گے۔ کس چیز کا وارث اس کا تذکرہ نہیں فرماتا ہے۔ تو امامت جن چیزوں کی وارث ہوتی ہے۔ وہ خدا کی کتاب اور سنت ہے اسی کو قرآن پاک میں واضح فرماتا ہے۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (فاطر ۳۲)	پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کر لیا تھا۔

اسی وراثت کو اہل سنت کی مشہور کتاب بھی واضح کرتی ہے۔

وقال النبی لعلی رضی اللہ عنہ انت اخی ووارثی قال وما ارثک قال ما ورثت الانبیاء قبلی کتاب اللہ وسنتی۔ (مفردات راغب اصفہانی طبع مصر صفحہ ۵۱۸)	حضرت رسول خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور وارث ہو۔ عرض کی میں آپ کی کس چیز کا وارث ہوں گا فرمایا کہ جن چیزوں کے مجھ سے پہلے انبیاء وارث تھے اور وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

ان آیات اور حدیث سے ثابت ہو گیا۔ کہ امام کس چیز کے وارث ہوں گے اور انبیاء ماسبق کن چیزوں کے وارث تھے۔

(۱۴) ہم ان کو زمین پر قدرت دیں گے۔ یہ قدرت مال و دولت و خزانوں کی نہیں بلکہ خود قرآن اس قدرت اور تمکین کی توضیح کرتا ہے۔

الذین ان مکنّاھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔ (حج ۴۱)	وہ وہ لوگ ہیں اگر ہم نے ان کو زمین پر قابو دیدیا تو نمازیں قائم کریں گے۔ زکوٰۃ عطا کریں گے۔ اچھے کاموں کا حکم دیں گے۔ بری باتوں سے روکیں گے۔ سارے کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے

اس آیت نے واضح کر دیا کہ اولیوں کو تمکین فی الارض دی جائے گی تو ان کے فرائض کیا ہوں گے تمکین سے مراد صرف حکومت۔ زمینوں اور ملکوں پر قبضہ۔ خزائن کی ملکیت نہیں۔ یہ تو مشرکین کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر کسی امام کو مل جائے تو فخر نہیں۔ نہ اس کی صفت خاصہ ہے۔ اس کو جو تمکین ملتی ہے تو وہ اقامہ نماز۔ ادائے زکوٰۃ۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ جو حصہ مشرکین و کفار و منافقین نہیں۔ صرف آئمہ ہداۃ کا حصہ ہے اور ان کی مخصوص صفت ہے

آیت پنجم

افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ	کیا (کوئی انکار کر سکتا ہے) وہ شخص جو خدا کی جانب سے دلیل لے کر آیا اور اس کے پیچھے بھی

اماماً و رحمۃ (ھود ۱۱/۱۷)	ایک گواہ آیا جو اس کا ایک جزو تھا اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی ۔

مفسرین نے جو اختلافات اس آیتہ میں بیان کئے ہیں۔ عقل حیران کہ یہ وہی قرآن ہے جو اختلاف مٹانے کو آیا تھا اور اب خود آماجگاہ اختلاف بنا ہوا ہے

پھر قرآن مرتب کرنے والوں کے الٹ پھیر نے اس آیتہ میں بھی اپنے کمال کو دکھلایا ہے ۔ بے شک مذہب شیعہ اس کا قائل ہے کہ اس موجودہ کتاب میں نہ کمی ہے ۔ نہ زیادتی مگر دشمنان اولاد رسول صلعم نے کہیں اعراب بدل کر قرآن کو زیر و زبر کیا ہے ۔ کہیں ناموں کا ترجمہ کر کے حق چھپایا ہے ۔ کہیں لوٹ پلٹ کر دی ہے ۔ کمی زیادتی تو نہیں کی مگر تقدیم و تاخیر کر کے حق پوشیاں کیں ہیں ۔ اور آئمہ اہل بیت ؑ نے اختلاف سے بچنے کے لیے علیحدہ قرآن کو ترتیب نہیں دیا ۔ لیکن ان کی دست درپردہ کو بے نقاب کر دیا ۔

قرآن میں یہ دست برد ۔ یہ تقدیم و تاخیر ہو کر رہی ۔ آنحضرت صلعم خبر دے گئے قرآن پاک میں اس جگہ یہود و اہل کتاب سے قرآن نے کہا ہے ۔

یحرفون الکلم عن مواضعہ (النساء ۵/۷)	کلمات کو اس کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں ۔
یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (مائدہ ۶/۷)	کلمات کو بعض جگہ سے ہٹا دیتے ہیں ۔
ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ (البقرۃ ۲/۹)	وہ سمجھنے کے بعد بھی جگہ بدل دیتے ہیں ۔

ان آیات نے یہ بتلایا کہ یہود و نصاریٰ جان بوجھ کر لفظوں کی الٹ پھیر کیا کرتے تھے۔ تو وہی کام حسب قول آنحضرتؐ اس امت کے ہاتھوں ہوا جو آپ فرما چکے تھے۔

لتتبعن سنن من قبلکم	جو تم سے پہلے ہو چکے تم ضرور
شبرا بشبر و ذراعا	بالضرور ان طریقوں اور کردار کی
بذراع حتی لو دخلوا	پیروی کرو گے۔ بالشت بالشت
جحر ضب تبعتموهم	بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر مقامات میں
(۱) بخاری۔ جلد رابع ص۱۸۷	یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ
(۲) مسلم کتاب العلم حدیث ۶	میں داخل ہوتے ہیں تو تم بھی ہیں
(۳) ترمذی کتاب الفتن۔ باب ۱۸	ان کی پیروی کر کے پہنچو گے۔

(۴) مسند احمد بن حنبل۔ جلد اول ص۳۲۷ جلد دوئم ص۸۴ جلد چہارم ص۱۲۵ جلد پنجم ص۲۱۸۔

قرآن کی آیات و سنت نے بتا دیا کہ جب وہ معمولی معمولی باتوں میں ان کی پیروی کریں گے تو اہم چیزوں میں بھی ان کی پیروی ترک نہیں کریں گے اور ان کی طرح قرآن کے کلمات بھی اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھ کر ان کی طرح تحریف کریں گے

آئمہ اہل بیتؑ کے دو افراد معصوم۔ حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام نے فرمایا کہ آیت اس طرح تھی۔

افمن کان علی بینه	کیا اس کا مقابلہ ہو سکتا ہے جو خدا کی
من ربه ویتلوه شاهد	جانب سے دلیل واضح لے کر آیا اور اس
منه اماما ورحمة ومن	کے ساتھ بھی ایک گواہ آیا جو امام اور
قبله کتاب موسیٰ (هود ۱۲/۶)	رحمت تھا۔ اور ان ہی سے پہلے

موسیٰ کی کتاب (خبر دے رہی) تھی

تو لفظ اماماً ورحمۃً کو شاہد کے بعد ہٹا کر کتاب موسیٰ کے بعد کر دیا کہ علیؑ جو شاہد نبی ہو کر آئے تھے۔ جیسا کہ مفسرین اہل سنت نے بھی اور اقوال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام ورحمتہ ثابت نہ ہوں اور موسیٰ کی کتاب امام کہلائے تاکہ ہم اپنے حسب مطلب دوسرے موقع پر امام بمعنی کتاب لے سکیں۔ لیکن آیت میں الٹ پھیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ معنی ٹھیک بٹھانے کے لیے تاویل کرنی پڑی حالانکہ مطلب صاف تھا کہ یہ شاہد علیؑ ہیں جو امام ورحمتہ ہیں اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب اس نبی کی آمد پر شاہد تھی۔ اب رہا یہ کہ علیؑ امام تھے یا نہیں تو امام احمد بن حنبل جن کی مشہور کتاب سند ہے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جن کی سوانح عمری ابن جوزی نے لکھی ہے اور جس کو ناشر کتاب نے ابن مسعود کو تحفہ دیا ہے۔ اس لیے کہ ابن مسعود حنبلی المذہب تھا۔ ایسا مسلمہ عالم حضرت علیؑ کے لیے لکھتا ہے

من لم یثبت الامامۃ لعلی فھو اضل من حمار اھلہ	جو علیؑ کے لیے امامت ثابت ہونا نہیں مانتا وہ اپنے گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ ہے۔

(مناقب احمد ابن حنبل طبع مصر ص۱۶۳)

اب رہا آپ کا رحمت ہونا تو جب آپ حسب ارشاد خدا آیتہ مباہلہ میں نفس نبی فرمائے گئے ہیں تو لامحالہ رحمت کا نفس رحمت ہی ہوگا۔
اب اس آیتہ کی روشنی میں حسب ذیل امور داخل صفات امامت ہوں گے۔

(۱۴) امام نبی کا گواہ ہوگا اور اس کی صداقت پر شاہد ہوگا۔

(۱۵) وہ نبی کا جز اور اس کا نفس وخون دنور ہوگا۔ غیر نہ ہوگا۔ جس کو لفظ منہ

واضح کرتا ہے

(۱۶) وہ خود بھی رحمت ہوگا اس لیے کہ گواہ رحمت ہے۔

آیت ششم

انا نحن نحی الموتی ونکتب ماقدموا وآثارھم وکل شیء احصیناہ فی امام مبین (یٰسین ۔)

ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ وہ پہلے کر چکے ہیں اور جو آثار ان کے عمل پر نمایاں ہوئے ہیں۔ ان سب سے باخبر ہیں اور تمام چیزیں ہم نے امام مبین میں جمع کر دی ہیں

اس آیۂ مبارکہ نے شان و اوصاف امامت کو اور نمایاں کر دیا۔ حسب ذیل امور اس سے مرتب ہوتے ہیں۔

(۱۷) ہر شے امام مبین میں جمع کر دی ہیں اور وہ کل علوم قرآن کا خزانہ ہے اور تمام رطب و یابس جو کتاب مبین میں حسب فرمودہ قرآن جمع ہے وہ سب ان کی ذات میں مخزون اور جمع ہے۔

اسلام کا مدعی ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ امام مبین سے مراد یہ ہے کہ وہ امام ظاہر ہو یعنی نظر آئے۔ اس بنا پر وہ نبی کی مقرر کردہ بارہ کی تعداد توڑ کر اب چالیس سے زیادہ امام مانتا ہے۔ حالانکہ مبین کے معنی احکام قرآن کا بیان کرنے والا اور ظاہر کرنے والا ہے۔ اس ظاہر امام سے کیا فائدہ جس پہ سارا قرآن اور اس کے احکام غائب ہوں اور وہ بقلم خود حاضر ہو۔ مبین ایک صفت ہے جو ذات کی ہوتی ہے۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے۔

ان الشیطان لکم عدو مبین ۝

یعنی امامت اور عداوت دونوں صفتیں ہیں اور شیطان صفت عداوت میں مبین ہے۔ حالانکہ کبھی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح یہ امام بھی مبین ہے۔ اگرچہ نظر نہ آئے۔ تو مبین کے معنی نظر آنے والے کے نہیں بلکہ احکام خدا کے بیان کرنے والے کے ہیں)۔

(۱۸) وہ بحکم خدا مردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ صفت بھی اس کا حصہ ہے

(۱۹) وہ بوجہ شہید ہونے کے امت کے حالات سابقہ اور ان کے اثرات سے باخبر اور قدرت نے یہ کمال بھی اسی میں جمع کر دیا ہے۔

آیت ہفتم

اب ہم امام کے متعلق ایسے آیات پیش کرتے ہیں کہ جن میں قدرت نے ان کے بہت سے اوصاف گنوائے ہیں۔ ہم صرف حصہ اوصاف کو بیان کرتے ہیں۔ درمیان کی توضیحات نہیں لکھتے۔ (۱) وعباد الرحمن۔ ۲۔ الذین یمشون علی الارض ھونا۔ ۳۔ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ ۴۔ الذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما۔ (۵) الذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جہنم۔ ۶۔ الذین اذا انفقوا لم یسرفوا۔ و لم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔ (۷) الذین لا یدعون مع اللہ الٰھاً آخر۔ (۸) ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ ۹۔ ولا یزنون۔ ۱۰۔ والذین لا یشھدون الزور۔ ۱۱۔ واذا مروا باللغو مروا کراماً۔ ۱۲۔ الذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا۔ ۱۳۔ الذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة اعین۔ ۱۴۔ واجعلنا للمتقین اماما

(فرقان ۲۵)

(۱) وہ خدا کے بندے ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں۔ ۲۔ اور جب جاہل ان سے الجھتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ آباد رہو۔ ۳۔ اور وہ وہ ہیں جو سجدوں میں اور کھڑے ہو کر رات گذار دیتے ہیں۔ ۵۔ وہی یہ کہتے ہیں کہ اے پالنے والے ہم سے جہنم کے عذاب کا رُخ موڑ دے۔ ۶۔ اور وہ ہی وہ لوگ ہیں کہ جب دولت صرف کرتے ہیں تو یہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ درمیانی راہ اختیار کرتے ہیں۔ (۷) وہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہیں (۸) اور جن کے قتل کو خدا نے حرام کیا ہے اور اس کو بغیر حق کے قتل نہیں کرتے (۹) اور وہ زنا نہیں کرتے۔ (۱۰) اور فریب کے پاس نہیں بھٹکتے۔ (۱۱) کبھی بیہودہ کام کے پاس سے گذرتے ہیں تو باعزت گذر جاتے ہیں۔ (۱۲) اور جب پروردگار کی آیات یاد دلائی جائیں تو بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ ۱۳ اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ خداوندا ہماری بیویاں اور اولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ ۱۴۔ اور ہم کو صرف متقین کا امام بنا دے۔

ان آیات میں تیرہ صفات بیان کئے گئے ہیں۔ اور صفات کے بعد وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اب ہم کو صرف متقین کا امام بنا دے۔ بغیر ان صفات کے کوئی حق امامت نہیں رکھتا۔ نہ وہ امام بن سکتا ہے۔ اگر امام بنانا امت کے فرائض پر ہوتا تو خدا سے اس امامت کی تمنا نہ کی جاتی جو مافوق مرتبہ متقین ہے۔ ان صفات آیات سابقہ میں گذرے اور تیرہ صفات اس آیئنہ میں ہیں یہ کل بتیس صفات ہیں جو ان صفات کا حامل ہو گا وہ منصب امامت پر فائز ہو سکتا ہے دوسرا نہیں۔ اب اہل انصاف خود غور فرما لیں کہ جن کو وہ امام مان رہے ہیں وہ ان صفات و کمالات پر فائز تھے یا نہیں اور اس کے بعد حالات آئمہ اہل بیت

اور اولادِ رسول دیکھئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ وہ حضرات ان تمام اوصاف کے بدرجہ اتم حامل تھے اور کل کمالات پر فائز تھے۔ افسوس کہ قرآن نے جو اہمیت امامت کو دی تھی۔ مسلمانوں نے اس کو بالکل نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے آج لوگوں کو امام بننے کی جرأت ہو گئی اور ہر سمت اماموں کی ریل پیل نظر آنے لگی اور ہر امام امت میں ایک نئے فرقہ کا بانی بن کر سبب تفرقہ امت بن گیا۔ اگر امامت کو صرف قرآن سے سمجھ لیتے اور اس کو دنیا کے حوالہ نہ کرتے تو آج اس قدر فرقہ بندیاں نظر نہ آتیں۔

محض تعصب کی وجہ سے منکرانِ امام کی قرآن و سنت سے چشم پوشی

اور وجودِ امامؑ کا انکار۔ بلکہ وجودِ مہدیؑ کا انکار اور اعتراضات

(۱) اعتراضات جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر کئے جائیں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اعتراضات کی وجہ سے شہرت حاصل کر لیں اور اپنے حلقہ میں عزت سے دیکھے جائیں۔

(۲) اپنے خود ساختہ اسلام خود ساختہ خلفاء اور اماموں کی حمایت میں صریح اور متواتر احادیث کا انکار کر کے اپنے عقائد خود ساختہ کو تباہی سے بچائیں۔

(۳) یہود و نصاریٰ کے علماء اور پادریوں نے غلط بیانیوں کی وجہ سے جو زہر اپنے مذہب والوں کے دلوں میں بھر دیا ہے۔ اس کی بنا پر اور جو تعلیم ان کو دی گئی ہے۔ اس پر انحصار کر کے اعتراضات کو عادت بنا لیا ہے۔ اس قسم کے اعتراضات صرف برائے اعتراض ہوتے ہیں۔ تحقیق میں وہ جہل مرکب ثابت ہوتے ہیں جن کی اصلیت خلافِ عقل و نقل ہوتی ہے۔

(۴) پادریوں اور ان کے اہلِ فکر نے یہ کہہ کر کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اس

میں دیانت اور حقانیت نہ تھی۔ اسلام والوں کے انتہائی ظلم بیان کئے۔ ان پر غلامی کے رواج کا الزام لگایا۔ عورتوں کے بھڑکانے کو چار نکاحوں کا راگ الاپا۔ اس طرح ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شورش بھر دی اور وہ اپنی دینی آسودگی کے لیے اعتراضات کو اپنا حق سمجھنے لگے اور اپنی قوم میں ان اعتراضات کی وجہ سے عزت و شہرت پا گئے اور دولت بھی حاصل کر لی۔ اسی طرح وہ مسلمان جن کے دلوں میں مصنوعی خلفاء نے اپنی خلافتوں کو بچانے اور ان پر برقرار رہنے کے لیے آل محمدؐ کی دشمنی کا بیج بویا اس کے لیے دولت صرف کی۔ گورنریاں دیں۔ مخالفین اہل بیت نے دین کو رواج دے کر ان کی مذہبی قیادت کو قائم کیا۔ اب ان پر لازم ہو گیا کہ وہ خود ساختہ عقائد کو بچانے کے لیے اور اپنے محسن خلفاء کی حمایت کے لیے۔ صاحبان حق اور اہل حق پر اعتراضات کریں خواہ وہ کسی قدر مہمل ہوں لیکن کچھ تو لوگ بہک جائیں گے۔ کچھ تو قدر ہو جانے گی۔ اس لیے دنیا خواہوں نے اعتراضات کی داغ بیل ڈالی۔ ان معترضین میں سب سے زیادہ نمایاں مرتبہ ابن تیمیہ کا ہے جو ایک حیثیت سے امام الخوارج ہے۔ اس نے دیکھا کہ فضائل اہل بیت میں اہلسنت میں اس قدر کثیر روایات ہیں کہ جن کے سامنے ان کی خارجیت نہیں چل سکتی اور نہ ان کے مذہب کو فروغ ہو سکتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اہلسنت کی نقاب چہرے پر ڈال کر احادیث کا انکار شروع کر دیا۔ اور بغیر دلیل محکم یہ کہنے لگے کہ۔

(۱) روایات احاد ہیں۔ ۲۔ موضوع ہیں۔ ۳۔ راوی مجہول ہے۔ ۴۔ غیر معتبر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر جن صاحبان تحقیق نے راویوں کے حالات پڑھے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ایک شخص ایک راوی کو اچھا بتلاتا ہے دوسرا اس کو برا کہتا ہے تیسرا کمزور کہتا ہے۔ چوتھا۔ اس کو شیعہ مگر ثقہ بتلاتا ہے۔ پانچواں کہتا ہے

کہ رافضی تھا۔ اس لیے مردود۔ غرض ایک مصیبت ہے تو کیا محض ایک شخص کے کہنے سے راوی غیر معتبر ہو سکتا ہے۔ پہلے تو یہ دیکھئے کہ کہنے والا بھی معتبر ہے یا نہیں

الغرض ابن تیمیہ نے انکار احادیث کا یہ سلسلہ نکال کر نافہم حضرات کو اس راہ پر لگا دیا اور وہ ابن تیمیہ کے ہم نوا بن گئے اور چونکہ وہ دشمن خاندان نبوت تھا۔ اس لیے حسب دستور قدیم اس کو امام۔ مورخ۔ محدث سب کچھ بنا دیا۔ زمانہ خلفاء میں یہ دستور بن چکا تھا کہ جو جس قدر زیادہ مخالف اہلبیت رسولؐ ہو گا۔ اسی قدر مستحق عزت قرار پائے گا اور جو دوست اور محب اہل بیت ہو گا۔ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ یا قاتوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ یا قید کر دیا جائے گا اسی کی حرص علامہ ذہبی نے کی۔ تذکرۃ الحفاظ لکھی اور اس میں بھی حسب مرضی راویوں کو معتبر اور غیر معتبر بنا دیا۔ ایسے موقع سے بھلا مورخ کیوں نہ فائدہ اٹھائے۔ علامہ خلدون صاحب بھی اس میدان میں آگے بڑھے اور احادیث مہدیؑ کو بھی مٹانے کی کوشش کی اس کوشش کے صلہ میں ان کو سب سے بڑا مورخ مانا گیا اور ان کی تاریخ کو بھی تاریخ کا مرتبہ دیا گیا۔ ان کے مقدمہ کو مثل قرآن مانا گیا اور اس پر اسلام ببدیدی کی بنیاد رکھی گئی۔

ان کو دیکھ کر کھیت کے چھوٹے خربوزوں نے بھی رنگ بدلا اور ان کے چبائے ہوئے نوالوں کو تازہ مال بنا کر پھر چبانے لگے۔ ان میں بعض اہل مصر بھی شامل ہو گئے اور سنت عمر عاص کی روح کو جو ان کا حاکم تھا خوش کرنے لگے۔ ذالک مبلغھم من العلم۔ یہ ہے ان کی کارناموں کی حدیں۔

ہم نہایت اختصار سے ان کے اعتراضات اور ان کے جوابات کو لکھتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو۔ تو حضرت علامہ شہیر

لطف اللہ الصافی (گل پائیگانی) کی تصنیف ملاحظہ فرمائیں۔ ہم اس تالیف کی دیانت کو برقرار رکھنے کے لیے جہاں ان کی کتاب سے نقل کریں گے۔ وہاں اس کے صفحات کا حوالہ بھی پیش کرتے جائیں گے۔ اس کتاب کا نام منتخب الاثر ہے۔ بعض مدعیان علم نے ان کے اقوال کو اپنا بنا کر پیش کیا ہے اور اسی کو وہ کمال سمجھتے ہیں۔

اعتراضات کی وجہ

(۱) کچھ افراد تو اس لیے اعتراضات کرتے ہیں کہ ان کے فرقے ان سے خوش ہو جائیں اور ان کی شہرت ہو۔

(۲) کچھ اس لیے اعتراضات کرتے ہیں کہ ان کی منافقت کی پیاس بجھ جائے۔

(۳) کچھ نے اس لیے اعتراضات کیے ہیں کہ ان کے خود ساختہ مذہب کو ان کی آڑ میں کچھ پناہ مل جائے۔ ۴۔ کچھ حضرات نے اس لیے اعتراضات کئے ہیں کہ ان کے ساختہ خلفاء و حکام خوش ہو جائیں اور دربار میں ان کی عزت بڑھ جائے

ان سب کے سرتاج۔ ابن خلدون۔ ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی ہیں۔

ابن خلدون نے کل روایات متعلقہ امام مہدیؑ کو رد کر کے دشمنی خاندان رسالت پر مہر لگا دی ہے اور عام علمائے اہل اسلام و سنت و محبان اہل بیت نے جن روایات کو صحیح مان کر اپنی کتابوں میں لکھا تھا۔ ان سب کے برخلاف چل کر عداوت اہل بیت کے سیاسی مذہب کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے کہ بہ کثرت احادیث صحاح میں تحریر ہیں کہ وہ اہلبیت نبوت سے ہو گا۔ تو دشمنان اہل بیت کو یہ گوارا نہیں ہوا اور مخالفت شروع کر دی

لیکن ان روایات معتبرہ کا انکار کر کے صحاح کے راویوں کی غلط گوئی اور

رواۃ کے غیر معتبر ہونے کا تذکرہ ان لوگوں کی زبانی لکھا ہے کہ اگر ان پر اعتبار کر لیا جائے تو اہل سنت کی چھ صحیح ترین کتابیں جن کی روایات پر مدار اسلام و سنت ہے تقریباً سب غیر معتبر قابل نفرت و لائق آتش زنی بن جاتی ہیں اور سب سے صحیح کتاب بخاری جھوٹ کا طومار بن کر رہ جاتی ہے اور اس کے راوی بھی انہیں کے قائم کردہ استدلال پر جھوٹے۔ روایت ساز فریبی قرار پاتے ہیں
ابن خلدون کی تردید میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں

(۱) آخر ابن خلدون تاریخ کے فن سے واقف ہو کر کیوں حدود تاریخ سے آگے بڑھا۔ تاریخ صرف واقعات۔ حالات امم بیان کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ فلاں سنہ ہجری میں کیا ہوا۔ اس کو روایات کی قدح اور اس کے آپریشن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ جو واقعہ جس طرح نمودار ہوا ہے۔ اپنے علم کی بنا پر اس کا لکھنا فرائض تاریخ میں داخل ہے۔ روایت کی جرح و تعدیل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

(۲) ابن خلدون نے صرف روایات مہدیؑ کی تحقیق کیوں کی۔ اسلام میں ہزاروں جھوٹی روایات کی کھپت ہو گئی۔ مگر ان سب روایات میں ابن خلدون کو صرف امام مہدیؑ کی روایات کی چھان بین کی کیوں ضرورت پڑی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے زمانہ کی حکومت خاندان نبوت کے خلاف تھی۔ ابن خلدون نے اپنی شہرت و عزت اسی میں سمجھی کہ دشمنان اہلبیت کا ہم نوا بن جائے اور وہ اس میں کامیاب ہوا۔ اس لیے کہ آج تک ہر دشمن خاندان نبوت اسی کی آڑ لے کر اس کے اقوال کو خدا و رسول کے اقوال پر بھی ترجیح دیتا ہے اور سابقہ مورخوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

(۳) اسلام میں سب سے پہلا مورخ یعقوبی ہے۔ جس کی تاریخ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ اس نے سنہ ۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد مؤرخ طبری ہے جس کی مشہور تاریخ یورپ میں بھی چھپ چکی ہے۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ پھر

علامہ ابن اثیر صاحب تاریخ کامل ہیں۔ جنہوں نے ۶۳۰ھ میں وفات پائی
پھر مؤلف تاریخ ابوالفداء ہیں جنہوں نے ۷۳۲ھ میں وفات پائی۔ اب رہے
ابن خلدون صاحب تو یہ ان سب سے بعد آئے اور انہوں نے ۸۰۸ھ
میں وفات پائی۔ حیرت ہے کہ ان سب سے بہتر اور سب سے پہلے مورخوں
نے ادھر توجہ نہیں کی نہ روایات کی تردید کی۔ نہ غار سامرہ کا وہ واقعہ لکھا جس کو
ابن خلدون نے گھڑا ہے۔ کہ ہر روز شیعہ مع سازوسامان کے آتے ہیں اور غل
مچاتے ہیں کہ ظہور کیجیے اور صبح واپس چلے جاتے ہیں۔ اس واقعہ کے راوی
صرف ابن خلدون صاحب ہیں اور یہ انہیں کی ایجاد ہے۔ ورنہ بنی امیہ اور
بنی عباس اور سلاطین ترکیہ جن کی سامرہ میں حکومت تھی کب اس کی اجازت دیتے
اور شیعوں کی آزادی کو روا رکھتے۔ بلکہ آج جب عراق میں شیعوں کی اکثریت ہے
یہ واقعہ کبھی نظر نہیں آتا۔ یہ واقعہ ابن خلدون نے (مقدمہ طبع مصر ص۲۵۲ جلد
اول) میں تحریر کیا ہے۔ ہم صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

(۴) جن ائمہ احادیث نے روایت مہدیؑ کو یا امام کی آمد کو لکھا ہے۔ وہ بخاریؒ
مسلمؒ۔ ترمذیؒ۔ ابوداؤدؒ۔ ابن ماجہ یہ پانچ صاحبان صحاح کہلاتے ہیں اور ابن
خلدون کے علاوہ سب ان کتابوں کی روایات کو صحیح مانتے ہیں۔ ان کے علاوہ۔
حاکم (صاحب مستدرک) طبرانی۔ ابویعلی موصلی نے ان روایات کو لکھا
ہے۔ ان کے علاوہ علامہ نسائی جن کی کتاب کا شمار صحاح میں ہے۔ ان
روایات کو لکھتے ہیں۔ مسند بزاز میں بھی روایات ہیں۔ نیز مسند ابویعلی میں بھی اس
کا تذکرہ ہے

اب ہم شمار وار صاحبان روایات کے مستخرجین لکھتے ہیں

(۱) صحیح بخاری۔ ۲۔ صحیح مسلم۔ ۳۔ صحیح ترمذی۔ ۴۔ صحیح ابن ماجہ۔ ۵۔ سنن صحیح ابوداؤد

(۶) مستدرک حاکم ۔ ۷۔ طبرانی ۔ ۸۔ ابو یعلی موصلی ۔ ۹۔ مسند بزار ۔

ابن خلدون نے ان سب کتابوں کی روایات کو غیر مستند۔ غیر معتبر کر دیا ۔ گویا یہ آئمہ احادیث اہلسنت نادان اور بے بصیرت تھے اور ایسے بے خبر تھے کہ غیر معتبر روایات کو اپنے یہاں درج کر دیا ۔ ان سب نادانوں میں بس ابن خلدون صاحب ہی ایسے دانا تھے جو یہ دور کی کوڑی لائے ۔ اہل انصاف خود غور فرمائیں ۔

(۵) جن راویوں کو ابن خلدون نے جھٹلایا ہے ۔ ان کے معتبر ہونے کے بھی بہت سے قائل ہیں ۔ مگر ابن خلدون کو اتنی فرصت نہ تھی کہ ان کو اور ان کے اقوال کو لکھتا ۔ بعض راویوں کے متعلق جب کچھ نہیں ملا تو یہ کہہ کر ان کی روایت کو رد کر دیا کہ یہ شیعہ تھے ۔ یا ان کے شیعہ ہونے کا خیال تھا ۔ یا وہ مائل بہ تشیع تھے ۔ کیا انصاف اور دیانت اسی کا نام ہے ۔

(۶) ابن خلدون نے تمام سب کتابوں اور راویوں کی تردید کی مگر ڈر گیا ۔ تو مسند احمد ابن حنبل ہے اس کی تردید پر قلم نہیں اٹھ سکا ۔ مسند احمد ابن حنبل میں بہ تصریح کل وہ روایات موجود ہیں ۔ جن کی اس جلاد نے بخیال خویش گردن قطع کی ہے ۔ مگر وہ پھر زندہ ہیں دیکھئے مسند احمد ابن حنبل جلد اوّل ص۸۴ و ص۹۹ و ص۳۷۶ و ص۳۷۷ و ص۴۲۰ و ص۴۴۸ و

جلد سوئم میں ص۱۷ و ص۲۶ و ص۳۶ و ص۳۷ و ص۵۲ و ص۷۰

جلد دوئم میں ص۳۶۵ اور جلد پنجم میں ص۲۷۷ ۔ اب ابن خلدون اور ان کے کاسہ لیس جھٹلائیں کہاں تک جھٹلائیں گے ۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ۔ اگرچہ کافر کسی قدر منہ بنائیں اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا ۔

امام احمد ابن حنبل ان معززین میں سے ہیں ۔ جن سے امام بخاری اور امام مسلم

نے بھی احادیث لی ہیں۔ ان جناب نے ۲۴۱ھ میں وفات پائی تھی۔ اس لیے یہ اہلسنت کے نزدیک سب سے مقدم اور معتبر اشخاص میں سے ہیں۔

امام بخاری اور مسلم ان کے بعد والے ہیں اس لیے ان کی روایات کے سامنے صحاح بعد کی کتابیں ہیں۔ یہ زمانہ معتصم عباسی میں تھے۔ (مفصل حالات کے لیے دیکھیے۔ طبقات امام السبکی الکبیری ملحقہ دیباچہ مسند طبع مصر) اور ان کا روایات مہدیؑ کو لکھنا کہ وہ اہلبیتؑ میں سے ہوں گے۔ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایات کی صحت کی مزید سند ہیں۔ اگر سب کی روایات میں سقم ہے تو احمد بن حنبل کی روایات سب کی موئید ہیں۔ اس لیے ابو الفدا کا انکار محض بغض اہل بیت تبا کردہ جاتا ہے۔

۷۔ بڑے بڑے علمائے اہلسنت اور آئمہ حدیث اس روایت مہدی کے متواترہ ہونے کے قائل ہیں اور متواترہ کا منکر کافر

(۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رسعہ اللمعات میں حد تواتر تک کے قائل ہیں

(۲) علامہ صبان۔ اسعاف الراغبین طبع مصر صہ ۱۴۰ میں تواترہ کے قائل ہیں۔

(۳) علامہ شبلنجی نور الابصار صہ ۱۵۵ طبع مصر میں لکھتے ہیں کہ مہدیؑ کی روایت متواترہ ہے۔

(۴) ابن حجر۔ صواعق محرقہ طبع مصر صہ ۹۹ اس روایتہ کو متواترہ کہتا ہے۔

(۵) سید زینی وحلان مفتی شافعیہ (فتوحات اسلامیہ جلد دوم صہ ۲۱۱ طبع مصر ہیں) اس روایات کو متواترہ لکھتے ہیں۔

(۶) علامہ سعیدی سبائک الذہب صہ ۷۸ میں اس روایتہ کے متعلق اتفاق علماء لکھتے ہیں۔

(۷) حافظ احادیث (ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ششم

صہ۲۸۵ پہ لکھتے ہیں۔ کہ ابوالحسن الخسعی الابدی کہتے ہیں کہ احادیث متواتر ہیں کہ مہدیؑ اس امت سے ہوگا۔ اب اس قدر حضرات کی توضیح کے بعد ابن خلدون کیا چیز ہیں جو وہ سب احادیث متواترہ کا انکار کرتے ہیں یہ تو بالکل ضد ہے کہ جس کو سورج نظر نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ سورج نہیں نکلا۔

(۹) جن علمائے ابن خلدون کی اس دھاندلی (استبداد) کی رد کی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱۰) خود ابن خلدون کے الفاظ۔ جن کو انھوں نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے بتلاتے ہیں کہ وہ سب مسلمانوں کے خلاف ہیں تو اس بنا پر سارے مسلمان اس کے خلاف ہیں۔

اعلم ان المشهور بين	یہ جان لو کہ باوجود یکہ زمانے گذرتے
الكافة من اهل الاسلام	رہے لیکن تمام اہل اسلام کے نزدیک
على مر الاعصار انه	یہ مشہور ہے کہ زمانہ آخر میں اہلبیت
لابد فى آخر الزمان من	میں سے ایک ذات ظاہر ہوگی
ظهور رجل من اهل	جو دین کی مدد کرے گی۔ عدل کو
البيت يويد الدين و	بروئے کار لائے گی۔ مسلمان اس کی
يظهر العدل۔ و يتبعه	پیروی کریں گے۔ اور دولت اسلامی
المسلمون ويستولى على	تمام ملک پر قابض ہو جائے گی
الممالك الاسلامية و	اور مہدیؑ اس کا نام ہوگا۔
يسمى بالمهدى۔ (ابن	...
خلدون مقدمه ص۳۶۶)	

ان فقرات میں بھی ابن خلدون کی دیانت رسوا ہو رہی ہے۔ وہ لکھتا ہے

کہ دین کو تمام ممالک اسلامیہ پر پھیر دے گا حالانکہ یہ روایت واضح قرآن کے خلاف ہے
قرآن صاف کہتا ہے

یملأ الارض قسطاً — تمام زمین پر غلبہ حاصل کرے گا
دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ
ان الارض یرثھا عبادی — کہ میرے نیک بندے ہی زمین
الصالحون — کے وارث ہوں گے۔

تمام روایات میں یہ فقرہ ہے یملأ الارض قسطاً و عدلاً۔ تمام زمین کو عدل اور انصاف سے لبریز کر دے گا۔ یہ قرآن اور سنت کے خلاف صرف ممالک اسلامیہ لکھ رہا ہے۔ واقعی محقق ہو تو ایسا تو ہو۔ پھر تمام مسلمانوں میں یہ چیز ہر زمانہ میں مشہور رہی ہے۔ یہ ان سارے اور تمام مسلمانوں کے خلاف اس کے منکر ہیں۔ بہت نفاق اسی کا نام ہے

(۲) علامہ منصور علی ناصف فرماتے ہیں کہ معتبر رواۃ کے بعد ذکر کیا ہے (جن میں حافظ ابن حجر عسقلانی جیسا واقف احادیث بھی شامل ہے) جس نے احادیث مہدی کو ضعیف کہا ہے اس نے خطا کھائی ہے۔ جیسے ابن خلدون اور اس کے ہم نوا دونوں شامل ہیں۔ (غایۃ المامول جلد پنجم ص۳۲۷ طبع مصر)

(۳) مصر کے ایک صاحب ہیں جن کا نام احمد امین ہے انہوں نے ایک کتاب المہدی والمہدویہ لکھی ہے۔ جس میں ابن خلدون کی تائید کر کے احادیث کا انکار کیا ہے۔ مگر وہ بھی لکھ گئے ہیں کہ میں نے ایک رسالہ استاد احمد بن محمد صدیق کا دیکھا جس کا نام ابراز الوھم المکنون من کلام ابن خلدون ہے (ابن خلدون کے پوشیدہ وہم کا اظہار) اس میں انہوں نے ابن خلدون کی رد لکھی ہے اور رد کے دوران میں لکھا ہے کہ ابن خلدون بدعتی ہے اور اس رسالہ میں ابن خلدون کی پوری

تردید کی ہے۔ (المہدی والمہدویۃ صد۱۳)

(۴) پھر لکھتا ہے کہ علامہ ابوطیب ابن احمد نے بھی ایک کتاب الاذاعۃ میں ابن خلدون کی رد لکھی ہے اور لکھا ہے کہ مہدی کی روایات کی رد ایک بہت بڑی جرأت ہے اور ابن خلدون نے زبردست ٹھوکر کھائی ہے (المہدی و المہدویہ صد۱۱)

پر لطف بات یہ ہے کہ انکار مہدیؑ پر تو اس قدر زور لگایا ہے کہ متواتر احادیث کا بھی انکار کر دیا۔ مگر دجال کی تردید اور اس کا انکار کہیں نہیں کیا۔ کیا مہدیؑ کا انکار دجال کا اقرار یہ نہیں مثلاً تا کہ خلدون دجال کے متعلقین سے ہوگا اس لیے اس کی نفی نہیں کی۔ بہرحال ابن خلدون کا مذہب مہدیؑ کی تردید اور دجال پر سکوت سے معلوم ہو گیا۔

ان تمام امور باوجود احمد آمین نے ابن خلدون کی ہم نوائی کی ہے۔ جس کا جواب ہم دے چکے ہیں۔ احمد آمین نے ابن خلدون کے اقوال کے علاوہ صرف دو اعتراض اور کیئے ہیں جن سے اس کے تعصب اور اس کے جہل کا پتہ چلتا ہے۔

عقیدہ امام مہدیؑ پر احمد امین کا پہلا اعتراض

احادیث امام مہدیؑ میں بہت سی باتیں خلاف عقل ہیں۔ مثلاً کل زمین پر حکومت۔ مسیح کا آنا معجزات اور واقعات جدیدہ کا نمایاں ہونا۔ تو یہ اعتراض محض اس لیے ہے کہ اعتراض کرنا چاہیئے خواہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ ورنہ آپ ہی بتلائیے کہ اگر آخر زمانہ میں کوئی مصلح آ کر انسانوں کو مظالم سے نجات دلاتے۔ زمین پر عدل و انصاف پھیلائے۔ تو اس میں کیا بات خلاف عقل ہے۔ دنیائے

تاریخ جانتی ہے کہ جب کسی قوم پر ظلم و ستم آخری منزل طے کر لیتا ہے تو مظلوم قوم غم و غصہ سے بھر جاتی ہے اور جذبات دل ان مظالم سے خواہاں آزادی ہوتے ہیں۔ تب اس قوم میں ایک راہ نما نمودار ہوتا ہے اور ساری قوم اس کی زیر ہدایت و رہبری آزادی حاصل کرتی ہے۔ احمد امین دنیا کے فلسفہ انقلاب اور تاریخ کو دیکھتا تو یہ بات خود واضح ہو جاتی۔ رہا بعض عجیب باتوں کا خلاف عقل ہونا۔ تو جس عقل سے احمد امین خلاف عقل کہتے ہیں تو اس وضع کی عقلیں تو حشر و نشر جنت و جہنم اور خود خدا کو بھی خلاف عقل کہتی ہیں۔ تو احمد امین کی بنا پر سب کا انکار کر دینا لازم ہے۔ کیا مسلمان اس بات پر راضی ہو جائیں گے۔

دوسرا اعتراض پہلے سے زیادہ مہمل ہے

اس کا سارا زور اور کتاب کی بنیاد یہ اعتراض ہے اور یہ اعتراض ان کا مایہ ناز ہے وہ کہتے ہیں کہ اعتقاد تخیل مہدی نے اسلام میں بہت سی شورشیں پیدا کی ہیں اور بعض افراد نے امام مہدیؑ کے نام پر اسلامی حکومتوں میں بہت تباہیاں اور تفرقے پھیلائے ہیں۔ اس کی انہوں نے چند مثالیں بھی دی ہیں۔ مگر سب سے زیادہ احمقانہ یہی اعتراض ہے۔ اس بنا پر تو ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اعتقاد و تخیل نبوت نے دنیا میں بہت شورشیں پھیلائی ہیں اور اس کی وجہ سے بے حد کشت و خون ہوئے ہیں۔ مسیحؑ اور موسیٰؑ کے ماننے والوں میں کس قدر لڑائیاں ہوئی ہیں۔ کس قدر کشت و خون ہوا ہے۔ کہ العظمتہ للہ۔ پھر مسیح اور محمدؐ کے ماننے والوں میں اس وقت سے لے کر آج تک کس قدر خونریزیاں ہوئی ہیں کہ العظمتہ للہ۔ پھر جھوٹے دعویٰ داران نبوت نے دعویٰ کر کے کس قدر جنگیں برپا کی ہیں۔ اس لیے اعتقاد نبوت بھی غلط ہے (بنا بر دماغ و عقل

احمد امین) پھر اعتقاد و تخیل خلافت پر کس قدر کشت و خون ہوئے ہیں کہ پناہ بہ خدا۔ خلافت راشدہ میں (بقول اہلسنت) جنگ جمل، صفین۔ نہروان۔ بعدہ عبداللہ ابن زبیر سے جنگ ہوئی جس میں تباہی کعبہ ہوئی۔ پھر دور یزید میں مدینہ میں قتل عام۔ پھر بنی عباس کے ہاتھوں بنی امیہ کی تباہی۔ پھر ترکوں وغیرہ کے ہاتھوں خلافت بنی عباس کی تباہی اور دیگر سیکڑوں لڑائیاں جو اسلام کے مقدس نام پر لڑی گئیں تو پھر اسلام و تخیل خلافت سے بھی اس بنا پر انکار کر دینا لازمی ہے۔ اس جاہل تاریخ کو کس طرح یہ سمجھائیں کہ ناحق کی لڑائیاں ہمیشہ حق کا لباس پہن کر لڑی جاتی ہیں اور باطل امور کو حق کا نام دے کر دنیا کو بہکایا جاتا ہے تو اس بنا پر جس قدر حقائق ہیں۔ سب کا انکار کر دینا چاہیے اور احمد امین کو فتویٰ دے دینا چاہیے کہ حق کا وجود خلاف عقل ہے۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے تباہیاں پھیلتی ہیں۔ علاوہ بریں آج جو امریکہ و روس وغیرہ میں کشاکش ہے اس میں کہاں۔ عقیدہ مہدیؑ کارفرما ہے۔ حالانکہ یہ کشت و خون مہدویین کے فتنہ و فساد سے کہیں زیادہ ہے۔ لہٰذا جو جذبہ یہاں کام کر رہا ہے وہی وہاں بھی تھا۔ عقیدہ فقط سہارے کے لیے تھا۔ آج کئی کروڑ کی آبادی امام مہدیؑ کے انتظار میں چشم براہ ہے اور کہیں فتنہ و فساد کا نام نہیں۔

تیسرا احمقانہ اعتراض

اعتقاد و تخیل و فکر مہدیؑ۔ مایوسی، بے عملی اور ترقی کی مانع ہے۔ لیکن احمد امین آخر اپنے شیطان کو کیوں بھول گیا۔ خدا کو کیوں چھوڑ دیا۔ جب بعض اہل سنت کے اس اعتقاد کی بنا پر کہ سب خیر و شر خدا کی جانب ہوتا ہے۔ یا جو تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوتا ہے۔ یا جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے وہ سب خدا کی رضی

سے ہوتا ہے اور جو ہو گیا خواہ وہ کسی زور و ظلم سے ہوا ہو خدا کی مرضی یہی تھی۔ یا ہر برائی کا شیطان ذمہ دار ہے تو یہ ہیں وہ اعتقادات جو انسان کو مایوس لاچار بے بس اور ہر ترقی سے روکتے ہیں۔ تو اس بنا پر احمد آمین کو خدا و شیطان دونوں کا انکار کر دینا چاہیے۔ بخلاف اس کے۔

شیعوں کا یہ عقیدہ کہ ایک امام اب بھی موجود ہے۔ جو ہمارے بداعمالی پر رنجیدہ ہوتا ہے اور ہمارے نیک اعمال پر خوش ہوتا ہے۔ ان کو صحیح راہ عمل پر لگاتا ہے اور ہر اس ترقی پر جو موافق شرع محمدی ہو ہم کو ابھارتا ہے اور میدان عمل کو ہم پر واضح کرتا ہے اور یہ تخیل کہ امام زمانہ کے مددگار نیکوکار اور صالح ہوں گے ہم کو دعوت عمل صالح دیتا ہے تاکہ ہم ان کی مدد کے قابل ہو سکیں اور اسی وقت زندہ ہو کر اپنے موجودہ اعمال کی وجہ سے ان کے مددگار بن جائیں اور جس طرح تخیل جنت و دوزخ جس کا یقین ہم کو رسول اللہؐ کے فرمانے سے ہوا ہے۔ ہم کو نیکیوں کی جانب راغب اور بدیوں سے متنفر بناتا ہے۔ اسی طرح سے ہم کو حسب فرمودہ رسول یہ تخیل کہ ہر زمانہ میں ایک حجۃ خدا کا وجود ضروری ہے اور وہ موجود ہے۔ ہم کو تخیل جنت و جہنم کی طرح نیکیوں کی طرف راغب اور بدیوں سے متنفر کرنے کا ایک دوسرا طریقہ ہے۔ جو وجود جنت و جہنم کو اور مستحکم کرتا ہے۔ تو گویا تخیل و اعتقاد حجۃ تخیل و اعتقاد جنت و نار کا موئد ہے۔ نہ کہ اس کے خلاف البتہ جن کے یہاں تخیل و اعتقاد امام زمانہ نہیں ہے۔ وہ درجنوں خود ساختہ اماموں اور مصلحوں اور رہبروں کے پیچھے دوڑتے پھرتے ہیں۔ بخلاف ان کے ہم کو یہ اعتقاد درجنوں ناجائز اور خود ساختہ اماموں سے بچاتا ہے۔

الحمد للہ اولاً و آخراً۔

اب ہم مزید اعتراضات کا جواب دیتے ہیں جو عدم تدبر کی پیداوار ہیں۔

چوتھا اعتراض

ایُّ فائدۃ فی امام مختفی عاجز لا یقدر علی دفع الظلم	ایسے امام سے جو پوشیدہ ہے اور اس قدر عاجز ہے کہ وہ ظلم کے دفع پر بھی قادر نہیں، کیا فائدہ ہے۔

جب وہ امت کو منظم نہیں کر سکتا تو اس کے وجود سے کیا فائدہ۔ اگر اس اعتراض کو صحیح مان لیں۔ تو۔ پھر آپ کو یہ کہنا اور آسان ہو جائے گا کہ۔

ما الفائدہ فی اللّٰہ الغائب العاجز لا یقدر علی منع الظلم و دفعہ	ایسے خدا کے ماننے سے کیا فائدہ جو غائب ہے اور اس قدر عاجز ہے کہ دنیا سے ظلم کو دور نہیں

کر سکتا نہ روکتا ہے نہ اس کو بند کر سکتا ہے۔ یقیناً جو امام پر اعتراض ہے وہی خدا پر ہو جائے گا۔ بلکہ اس پر زیادہ اعتراض ہے۔ اس لیے کہ وہ باوجود صفات کمال اور قوت کے اور باوجود اس کے کہ وہ امام سے زائد قوت اور کمال رکھتا ہے۔ پھر بھی مظالم کے روکنے سے نیکیاں پھیلانے سے عاجز ہے اس لیے اس کا بھی انکار کر دینا لازم ہے اور بہت سے اسی وجہ سے خدا کے منکر بھی ہو گئے۔ تو کیا مسلمان بھی اس بنا پر انکار کر دیں۔ آپ کی دلیل کی بنا تو ہر مسلمان کو انکار خدا کر دینا چاہیے۔

تو یاد رکھیے کہ وہ اس عالم مادی میں۔ خود سامنے نہیں آتا۔ بلکہ اس عالم مادی کے افراد سے کام لیتا ہے۔ قرآن پاک کی آیتہ اس پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت	اگر خدا ایک کے ذریعہ سے دوسرے انسانوں کو ایک دوسرے

صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا (حج پ۱۷)

سے نہ روکتا اور ایک گروہ کے ذریعہ سے دوسرے گروہ کو باز نہ رکھتا۔ تو یہودیوں اور مجوسیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں بکثرت خدا کا ذکر ہوتا ہے۔ برباد کردی جاتیں۔ مگر خدا نے ان مقامات کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے بچا دیا۔

دفع ظلم۔ خدا کی قدرت سے ہوتا ہے۔ مگر وہ یہ کام دوسروں سے لیتا ہے اس نے عالم مادی کا شعار یہی مقرر کیا ہے۔ وہ محیی یعنی زندہ رکھنے والا ہے۔ مگر یہ کام اس نے پانی سے لیا ہے اور فرمایا ہے۔

وجعلنا من الماء کل شئی حیّ (انبیاء پ۱۷) — ہم نے پانی سے ہر شئے کو زندہ رکھا۔

یہ نہیں فرمایا کہ صرف قدرت سے ہر شئے کو زندہ رکھا ہے۔ بلکہ سبب حیات پانی کو قرار دیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن میں فرماتا ہے۔

انّ علینا للھدیٰ (لیل پ۳۰) — ہدایت ہمارے ذمہ ہے۔

لیکن خود ہادی بن کر سامنے نہیں آیا۔ بلکہ فرماتا ہے کہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ (توبہ پ۱۰) — اس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

اس طرح کی درجنوں مثالیں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اس لیے کہ یہ بھی سنت اللہ ہے۔ تو جس طرح خدا باوجود اپنی قدرت کے اور انبیاء باوجود ایک لاکھ ۲۴ ہزار ہونے کے دنیا سے دفع ظلم نہیں کر سکے تو امام اگر نہیں کر سکا تو کیوں حیرت ہے۔

ذرا یہ بھی سمجھ لیجیے کہ خدا اس معاملہ میں کسی طرح جبر یا زبردستی نہیں کرتا ہے۔ بلکہ جو خواہان ہدایت ہیں ان کے لیے انبیاء و آئمہ کے ذریعہ سے راہ راست کھول دیتا ہے اور اب وہ یہ کام حجتہ خدا اور امام زمانہ سے لے رہا ہے۔ جو طالب ہدایت ہیں ان کو الہام اور امام کے ذریعہ سے ہدایت فرماتا ہے۔

فائدہ وجود امام

جو ہدایت یافتہ شیعہ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ ان کا امام موجود ہے اور اس کا حکم ہر پابند مذہب پر جاری ہے۔ تو یہ اعتقاد ان کو ہر فساد اور بدی سے روکتا ہے اور ہر خیر اور صلح کی جانب رغبت دلاتا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ لاشعور اور کانشس جب بدی سے روکتے ہیں۔ تو بہت سے اس کو رد کر دیتے ہیں۔ مگر جن کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ تنبیہ اور یہ اشارہ۔ ان کے امام کی جانب سے ہے۔ وہ کبھی اس کو رد نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کو قبول کر کے نیکیوں کی جانب راغب ہو جائیں گے۔ بلکہ یہ خیال کہ امام موجود ہیں۔ ان کی نیکیوں کے جوش کو اور بڑھا دے گا۔ یہ ایک فطری چیز ہے کہ اگر کسی لشکر کو یہ یقین ہو کہ ان کا سردار موجود ہے۔ اگرچہ وہ آنکھ کے سامنے موجود نہ ہو تو پھر اس لشکر کا جوش اور اس کا حوصلہ باقی رہتا ہے۔ لیکن اگر یہ یقین ہو جائے کہ کوئی سردار نہیں ہے تو ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور ہمتیں ٹوٹ جائیں گی ان میں تفرقہ پھیل جائے گا اور وہ اپنے اپنے لیڈر کے سردار بنا لیں گے اور یہ ہی تفرقہ ان کی بربادی کا سبب ہو جائے گا۔ وجود امام کے یقین سے یہی جذبہ اور جوش آج شیعوں میں موجود ہے اور اسی جوش نے ان کو آج تک باقی رکھا ہے اور جو ان کے قائل نہیں وہ نئے نئے امام اور رہبر چن کر نئے مذہبوں کی بنیاد ڈال رہے

ہیں اور وہ فرقے مبارک ہیں جو حدیث رسول کی بنا پر ناری ہوں گے۔

اعتراض و اقرار

آنحضرت نے جس قدر احادیث صفات مہدیؑ میں بیان فرمائی ہیں اور جس قدر صفات یکون بعدی اثنا عشر (میرے بعد بارہ ہوں گے) والی روایت میں بیان کیے ہیں۔ وہ سارے شرائط امام حسن عسکریؑ کے صاحبزادہ (حضرت محمدؑ) امام مہدیؑ ہی میں پائے جاتے ہیں۔ غیر آئمہ اثنا عشر میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ مدعیان امامت میں تو معترض یہ کہتا کہ اگرچہ یہ صفات اب تک ان کے سوا دوسرے میں نہیں پائی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ صفات آئندہ زمانہ میں کسی اور میں پائی جائیں اور یہی مراد نبی ہو۔ لیکن اس موقع پر معترض کی مثال یہود و نصاریٰ کی ہو جائے گی۔ یہودیوں نے اسی بنا پر انکار مسیح کر دیا کہ وہ نہیں ہیں بلکہ آئندہ آئیں گے۔ پھر یہودیوں نے اور عیسائیوں نے باوجودیکہ انجیل و توریت میں آنحضرت کے اوصاف بیان کر دئیے تھے اور آنے کی خبر بھی دے دی تھی۔ مگر انہوں نے اسی بنا پر کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں بلکہ کوئی اور نبی آئے گا اور یہ اوصاف جو اس نبی میں ہیں مستقبل میں دوسرے کے ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر آنحضرت کی نبوت سے انکار کر دیا۔ یہی حال منکرین امام مہدیؑ کا ہے۔ کہ باوجودیکہ وہ مصداق اوصاف و اخبار نبوی ہیں۔ ان کے لیے حیلہ تلاش کرتے ہیں اور آئندہ کے امیدوار ہیں

غائب و حاضر

آج ایسا گروہ بھی موجود ہے۔ جو امامت کا تو قائل ہے مگر ایک حاضر امام کو مانتا ہے اور اگرچہ وہ گروہ قلیل تعداد میں ہے لیکن یکے بعد دیگرے امام کو مانتا

چلا آتا ہے۔ مگر ایک بات پر وہ غور نہیں کرتا۔ کہ امام شرع رسولؐ و آئمہ سابق کو قائم کرنے آتا ہے اس کو شریعت کے بدلنے کا حق نہیں اور نہ اپنی پسند پر شریعت کو ڈھالنے کا اختیار ہے اسی لیے اس گروہ کی کوئی شرع نہیں۔ جو ان کے امام نے کہدیا وہی شریعت بن گئی جس کا آج یہ نتیجہ ہے۔ کہ اس گروہ کی نماز پنجگانہ غائب۔ زکوٰۃ غائب۔ حج غائب۔ خمس غائب۔ غسل و طہارت غائب۔ زیارات قبر نبی وغیرہ سب غائب۔ مگر امام حاضر۔ الحمدللہ کہ ہماری نمازیں۔ روزے۔ حج زکوٰۃ خمس۔ غسل طہارت و زیارات سب حاضر ہیں۔ اگرچہ امام غائب ہے۔ تو ان کے حاضر نے کوئی فائدہ شرع محمدی کو نہیں دیا اور ہمارے غائب نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امام حاضر کے اس گروہ نے جن امام جعفر صادق کو مانا ہے۔ ان کی قبر کی بے حرمتی کی گئی۔ مگر کسی نے آج تک ایک آواز اس کے خلاف بلند نہیں کی۔ تو اس زندہ امام سے اور حاضر امام سے کیا فائدہ جو اپنے مردہ اماموں کی بھی خبر نہ لے۔ نہ ان کی زیارت کو جائے۔ خود کو ان کی اولاد کہے مگر اپنے بزرگوں کی بے حرمتی کی پروانہ کرے۔ اپنا مقبرہ تو شاندار بنوائے۔ مگر اپنے ان آباؤ و اجداد۔ جیسے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو امامت ملی ہے۔ ان کی شکستہ قبروں کی پرواہ بھی نہ کرے اور اپنی امامت محض دنیادی سیاست تک محدود رکھے

اختلاف اہم امامت میں

آج جن قوموں نے امام بنا رکھے ہیں۔ وہ بھی کسی ایک امام پر متفق نہیں اگر امام بھی اس زمانہ میں ظہور فرمالیں۔ تب بھی خود غرض اور خود پسند دنیا ان پر اتفاق نہیں کرے گی۔ آج کہیں بادشاہت ہے۔ کہیں ڈکٹیٹر شپ۔ کہیں جمہوریت۔ کہیں انتخابی حکومت۔ کہیں اقرار خدا ہے۔ کہیں انکار خدا۔ ہر ملک

میں ایک شور قیامت ہے۔ ہلڑ ہے۔ جس عرب کو وحدت کا سبق سکھایا تھا۔ آج وہی عرب ایک دوسرے سے دست بگریبان ہے۔ یورپ جو ہزاروں اشیاء کا موجد ہے فلک پیما ہے اور تعلیم یافتہ عیسائی ہے۔ آج دنیا بھر پر چھایا ہوا ہے اور سب کا عقل کل بنا ہوا ہے اور خود متحد الفکر متحد الخیال۔ متحد المعاش نہیں۔ اگر امام اس زمانہ میں حسب دستور انبیاء کا سبق صرف تعلیم و نصیحت و اخلاق و ہدایت لے کر آجائیں۔ تو وہی حشر ہوگا۔ جو اور ہادیان امت اور انبیاء کا ہوا ہے اس لیے وہ اس وقت آئے گا۔ جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی اور ہر قوم پر سر حکومت آچکے گی۔ تاکہ کسی قوم اور خود ساختہ مذہب کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اگر ہم کو حکومت ملتی تو ہم عدل و انصاف کرتے۔ مگر جب مدعیان حکومت و اقتدار ظلم پر کمربستہ ہو جائیں گے۔ عوام ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن جائیں گے تب وہ امام آخر نصیحت نہیں۔ بلکہ تلوار لے کر آئے گا۔ اس لیے کہ جب زخم سڑ جاتے ہیں اور اس کے تمام جسم میں پھیل جانے کا خطرہ ہو تو ڈاکٹر مکسچر نہیں نشتر لے کر آتا ہے اور آپریشن کر کے سارے فسادی مادہ کو نکال دیتا ہے۔ یا ان اعضاء کو کاٹ دیتا۔ جن کی اصلاح کی امید نہیں رہتی۔ یا آگ میں سرخ شدہ لوہے سے داغ لگایا جاتا ہے۔ اسی لیے عرب میں مشہور مثل ہے کہ آخری علاج داغ ہے

اسلامی فرقے

آج وہ اسلام جو دنیا کی رہنمائی کے لیے آیا تھا۔ وہ اس حالت پر پہنچ گیا کہ اس کے لیے تہتر ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ جن کی اکثریت جہنمی ہے صرف ایک نجات و ہدایت یافتہ ہے باقی سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ تو اب صرف اس ہادی کے آنے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ جو قوت قاہرہ اور تلوار لے کر آئے۔ اس وقت

اس کی تلوار دیکھ کر جو ایمان لائے گا۔ حسب ارشاد قرآنی اس کا اس وقت ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوگا۔ بلکہ ایسے لوگ تباہ کر دئے جائیں گے۔ تاکہ دنیا اس نمائشی اسلام وہدایت سے نجات پا جائے۔ جو تلوار دیکھ کر لایا گیا تھا اور ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ اسی کا انتظار ہے۔

جو ہو گیا وہی مرضی خدا تھی

اگر اقتدار اور حکومت کو یہ کہہ کر مان لیں کہ جو کچھ ہوا ہے وہ سب خدا کی مرضی اور اس کے حکم سے ہوا ہے۔ تو پھر فرعون نمرود و شداد کے لیے اور تاتاریوں اور چنگیز کے لیے اور آج یورپ میں جو حکومت ہے ... وہ سب خدا ہی کی مرضی سے ہوتا ہے تو کیوں آج اس کی مخالفت کی جا رہی ہے سب کچھ اس کی مرضی سے ہو رہا ہے تو غلبہ اور تسلط اگر دلیل حقانیت ہے تو آج عیسائی حق پر ہیں۔ تو پھر سارے مسلمانوں کو عیسائی بن جانا چاہیے۔

یاد رکھئے کہ یہ حکومت اقتدار قرآن پاک کے ان اصول پر ہے کہ

تلک الایام نداولہا
بین الناس۔

اس زمانہ اور اس کے اقتدار کو ہم لوگوں میں گردش دیتے رہتے ہیں۔ اور اسی میں ان کا امتحان ہو جاتا ہے اور آئندہ ان کو یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ اگر حکومت ہمارے ہاتھوں میں دی جاتی تو ہم عدل و انصاف پھیلا دیتے

اب ان کو یہ کہنے کا حق نہیں رہے گا۔ تو خود ساختہ حکومتیں اور خلافتیں اس لیے ہیں کہ خدا کی حجتہ ان پر قائم رہے۔ نہ یہ کہ ان حکومتوں اور خلافتوں میں اس کی مرضی بھی شامل ہے۔

آج جو خدا کی مرضی کے خلاف اور اس کا انکار کر کے حکومت کر رہے ہیں کیا یہ سب خدا کی مرضی ہے۔ اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو پھر ان کو سزا کیوں دی جائے گی اور ان کو کیوں ناحق کہا جاتا ہے۔ کہیں تو عقل کو کام میں لایا کیجئے۔

ایک اور وجہ غیبت امام

حیوان کو عقل دے کر بشر بنا دیا۔ تو بشریت انسان کا کمال تھا۔ مگر چونکہ خطرہ تھا کہ بشریت حیوانیت بن جائے گی تو قدرت نے اپنی نور اور روح سے آراستہ انبیاء کو لباس بشریت دے کر اس عالم میں بھیجا۔ تاکہ وہ حیوان صفت بشر کو راہ بشریت دکھلائیں۔ تب ان حیوان صفت انسانوں نے ان کو قتل کیا زہر دیئے مصائب اور آلام کے پہاڑوں میں ان کو دبایا۔ قدرت نے

یقتلون النبیین بغیر حق (البقرہ پ۱)	انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔

فرما کر ان کی نقاب بشریت کو چاک کر دیا۔ تب قدرت نے زبان عمل سے بتلا دیا کہ بشریت تمہارا کمال تھا۔ وہ میں نے اپنے انبیاء کو دیا تو تم قتل کرتے رہے۔ دکھ پہنچاتے رہے۔ اب میں اپنا کمال غیبت دے کر جن کی ضرورت ہے ان کو بچاتا ہوں

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (الصف پ۲۸)	وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کر بجھا دیں لا افواہوں سے۔ الزامات سے بہتانوں سے بجھا دیں اور (اللہ اپنے نور کو پوری طرح ظاہر کر دے گا خواہ کافر کتنی

ہی کراہت کریں (منہ بنائیں) اور ان نفوس کو جاوہ گر کہہ کر کبھی فتنہ گر کہہ کر ستایا اور قتل کیا۔ لیکن اللہ ان کے انوار کو تاباں کر کے رہے گا۔ اس آیۂ مبارکہ میں نور اللہ سے ذات خداوندی مراد نہیں وہ تو ہر حال میں کامل اور پوری ہے۔

اور نہ ہوائے دین اس تک پہنچ سکتی ہے۔ نہ وہم و خیال کی وہاں تک رسائی ہے۔ نیز وہ تو تمام کر کے وعدہ پورا کرنے والا ہے۔ تمام ہونے والا اور پورا ہونے والا کوئی اور ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ ذات ہے جو اس کا نور ہے کہ اس کی عطا کردہ قوت روحانیہ سے آراستہ ہو کر اس دنیا میں ہدایت کے لیے آئی۔ آخر میں خدا و رسول کی مقرر کردہ تعداد آئمہ اور خلفاء پوری ہو چکی تھی۔ صرف ایک ذات باقی رہ گئی تھی خدا نے اس کو بچا لیا۔ اور جب تک اس کے ذریعہ سے تکمیل ہدایت عالم نہ ہو جائے۔ وہ باقی رہے گا۔

کیا انبیاء اور آئمہ اور رسل کا وجود صرف ہدایت کیلئے تھا؟

عوامی عقلیں یہ کہتی ہیں کہ جب امام موجود ہے تو وہ آکر ہدایت کیوں نہیں کرتا۔ اگر ہدایت نہیں کرتا تو اس کے وجود سے کیا فائدہ ہے۔ ظاہر بین عقلیں یہیں آکر رک جاتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ غائب کی ہدایت کے قائل نہیں۔ حالانکہ ہادی حقیقی یعنی خداوند عالم جو قرآن پاک میں بار بار فرماتا ہے کہ یھدی۔ وہ ہدایت کرتا ہے۔ ھوالھاد۔ وہ ہادی ہے۔ آخر وہ غائب رہ کر کیسے ہادی ہے۔ آج منکرین خدا اس کے غائب ہونے کی وجہ سے نہ اس کی ذات کا اقرار کرتے ہیں نہ اس کی ہدایت کا۔ تو کیا اس کے بظاہر ہدایت نہ کرنے کی وجہ سے ہم یہ سمجھ لیں معاذ اللہ

(۲) صاحب صواعق محرقہ میں صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں کہ علامہ ثعلبی نے اپنی

تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول تحریر فرمایا ہے۔ کہ آیتہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا (آل عمران ۱۰۳) اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو تو اس رسی سے مراد ہم ہیں۔ (ایک رسی میں کم از کم دو بل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس حبل اللہ کے دو پہلو ہیں۔ ایک قرآن ایک اہلبیت) اس کے بعد وہ امام زین العابدین کی ایک دعا لکھتے ہیں جو اہم اور قابل غور ہے جس سے معلوم ہو گا کہ اہلبیت نبوت کے ساتھ دنیا نے کیا سلوک کیا ہے وہ قول امام چہارم نقل کرتے ہیں "کچھ لوگ ہمارے معاملات میں کوتاہی بھی کرتے ہیں اور قرآن کی متشابہ آیات سے دلیل لاتے ہیں۔ مگر اس کی تاویل اور مطالب اپنی رائے سے کرتے ہیں اور معتبر احادیث پر افتراء کرتے ہیں تو کس کی طرف بقیہ امت پناہ لے۔ حالانکہ اس ملت و مذہب کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت تفرقہ میں مبتلا ہو چکی اور ایک دوسرے کو کافر بتلاتی ہے اور خداوند کریم قرآن میں فرماتا ہے "تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو تفرقہ میں مبتلا ہو گئے اور واضح آیات کے بعد اختلاف میں پڑ گئے" تو حجتہ خدا ان جانے پر کس پہ بھروسہ کیا جائے اور معانی حکم اہل کتاب کو کون بتلائے۔ تو فرزندان آئمہ ہدیٰ اور تاریک راہوں کے چراغ وہ ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ نے اپنے بندوں پہ حجتہ قائم کی ہے اور خلق کو بیکار بغیر حجتہ کے نہیں چھوڑا۔ تم ان کو شناخت نہیں کر سکتے ہو نہ ان کو پا سکتے ہو وہ ملیں گے تو شجرہ مبارکہ کی شاخوں میں ملیں گے اور ان منتخب لوگوں میں کہ جن کو اللہ نے تمام برائیوں سے دور اور تمام آفات سے بچا رکھا ہے اور ان کی محبت تمام واجب کی گئی ہے" (تا صا ۹۱ صواعق محرقہ) اس قول کو ابن حجر سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ بعد نبی امت گمراہیوں میں مبتلا ہو گئی۔ وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ

ہر زمانہ میں حجتہ خدا کا وجود ضروری ہے اور وہ اہلبیت نبی ہیں

اس روایت کے بعد وہ روایت النجوم امان کو بیان کرتے ہیں کہ میرے اہلبیت باعث امان زمین ہیں۔ (دیکھئے صواعق محرقہ صد ۱۱ وکنز العمال جلد ششم صد ۲۱۶ وصد ۲۱۷) اس کے بعد وہ تحریر کرتے کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ مراد اس سے اہلبیت ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے تمام دنیا کو نبی کی وجہ سے خلق فرمایا اور اس کی بقاء اور ہمیشگی نبی کی وجہ سے اور ان کے اہل بیت کی وجہ سے رکھی۔ اس لیے کہ وہ بہت سی چیزوں میں نبی کے برابر ہیں (صواعق صد ۹۱) تو اس حدیث نے صاف بتلا دیا کہ ہر زمانہ میں اہلبیت میں سے ایک ذات مثل نبی امان زمین و اہل زمین رہے گی اور اگر وہ نہ رہیں تو جس قیامت کا وعدہ کیا ہے وہ آجائے گی۔

ایک اور انصاف پسند عالم اہلسنت کا فیصلہ

علامہ شیخ حافظ الحدیث محمد ابن یوسف الشافعی الکنجی۔ متوفی ۶۵۸ھ اپنی مشہور کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان" میں حضرت حجتہ کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا ہے ہم اس کا خلاصہ پیش کر کے منکرین وجود امام سے انصاف کے خواہاں ہیں۔ وہ اس کتاب کے پچیسویں باب میں صد ۲۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں "کہ امام مہدی علیہ السلام کی بقاء زمانہ غیبت سے لے کر آخر زمانہ تک قابل تسلیم ہے اور دلیل بقاء و حیات یہ ہے کہ اولیائے خدا میں سے عیسی اور الیاس اور خضر باقی ہیں اور دشمنان خدا میں شیطان اور دجال باقی ہیں۔

حضرت عیسی کی حیاۃ و بقاء کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔

وان من اھل الکتاب   کوئی اہل کتاب میں ایسا باقی نہیں

الا لیومننّ بہ قبل موتہ (نساء پ۶) — رہے گا جو آپ کے مرنے سے پہلے آپ پر ایمان نہ لے آئے۔

تو جس دن یہ آیت نازل ہوئی اس دن سے لے کر آج تک لاکھوں یہودی باقی ہیں اس کا وجود بیکار ہے۔ جب وہ سامنے آکر ہدایت نہیں کرتا تو ایسے خدا سے کیا فائدہ جب آپ خدا کے طرز ہدایت پر غور فرمائیں گے تو پھر آپ کو طریقہ ہدایت امام بھی واضح ہو جائے گا۔

ہم اس غائب امام کی ہدایت کے قائل ہیں اور اس کو مختلف عنوان سے ثابت بھی کر چکے ہیں۔ یہاں ہم اس کے بعد یہ بھی واضح کیے دیتے ہیں۔ کہ ہدایت کے علاوہ وجود حجتہ خدا سے اور بھی فوائد وابستہ ہیں۔ صرف ہدایت ہی مقصد وجود نہیں۔ وہ تو اور اوصاف کے علاوہ ایک وصف ہے۔ جس کو وہ پورا کر رہے ہیں جیسے خدا ہادی ہے مگر اس کا وجود محض ہدایت کے لیے نہیں بلکہ وہ باعث ایجاد خلق ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم آفتاب کے لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ صرف راہ نمائی کے لیے خلق ہوا ہے اور صرف راہ نما ہے۔ بلاشبہ وہ آنکھ والوں کو راستہ دکھلاتا ہے۔ یہ اس کے وجود کا ایک کرشمہ ہے۔ اس کے علاوہ اس کے وجود سے دنیا میں نشوونما ہے۔ نظم سیارگان ہے۔ موسم کی تبدیلیاں ہیں۔ اس کے دم سے چاند اور ستاروں کی نورانیت ہے۔ اس کی شعاعوں سے عالم رنگ و بو کی رنگینیاں ہیں۔ پھلوں کو پختہ کرتا ہے۔ علیٰ ہذا سیکڑوں فوائد ہیں۔ ان فوائد کے علاوہ وہ اپنے نور سے راہ نما بھی ہے۔ اسی طرح آئمہؑ اپنے قول و فعل سے ہادی راہ نما بھی ہیں۔ اور سبب بقائے زمین بھی ہیں۔ اذاً لساخت الارض باھلہ۔ اگر وہ موجود نہ ہوتا تو زمین مع اپنی آبادی کے برباد ہو جاتی (دیکھیے حدیث مذکورہ) وہ امان زمین ہیں (دیکھیے حدیث مذکور)

اس لیے ان کا وجود ضروری ہے۔ نہ کہ ان کا ظہور۔ وہ غائب رہ کر بھی خلق کو اسی طرح فائدہ پہنچاتے ہیں۔ جیسے سورج بادلوں میں غائب ہو کر کائنات کو فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ اس امام غائب سے روحانیت کی بقاء ہے۔ ۷۳ میں سے ایک جنتی گروہ اس کے دم سے باقی و قائم ہے۔ بعینہٖ جیسے وجود آفتاب سے ہمارا کرۂ ارض قائم و باقی ہے

مزید توضیح کہ غائب سے فائدہ پہنچ سکتا ہے

قرآن پاک جو نوع بشر کے لیے آخری کتاب ہے۔ جو ایک مکمل شریعت اور راہ نما ہے۔ اگر اس کی آیات پر تدبر اور عقل سے غور کیا جائے تو وہ حقائق واضح ہوتے ہیں جو جان مذہب و ایمان ہیں۔ ارشاد پاک ہے۔

فالمقسمات امرًا (ذاریات ۴ پ)	قسم ہے امر تقسیم کرنے والوں کی

دوسری جگہ فرماتا ہے کہ

فالمدبرات امرًا (نازعات ۵ پ)	قسم ہے امر کے تدبیر کرنے والوں کی۔

یہاں ذات احدیت مدبروں کی اور مقسموں کی قسم کھا رہی ہے۔ خود اس نے اپنے لیے فرماتا ہے کہ۔

یدبر الامر (یونس ۳ پ)	وہ امر کا انتظام فرماتا ہے

اور والمدبرات امرا کی قسم نے بتلایا کہ انتظام اور تدبیر کرنے والے خدا کے علاوہ اور ہستیاں بھی ہیں۔ وہ کون ہیں تو اس کو علامہ فخر الدین رازی کی زبانی سنیے۔ وہ کہتے ہیں کہ علماء نے بالاتفاق کہا ہے کہ وہ انتظام اور تدبیر کرنے والے ملائکہ ہیں

جبرئیل کے سپرد ہوا اور قدرت کے لشکر ہیں۔ میکائیل بارش اور نباتات پر موکل ہیں۔ قبض روح ملک الموت کے ذمہ ہے۔ اسرافیل امر نازل کرنے والے ہیں اس عالم مادی کے کل امور ایک نہ ایک فرشتہ کے سپرد ہیں (تفسیر فخر رازی جلد ہشتم ص ۲۲۸ ذیل تفسیر سورہ نازعات)

تو مدبر اور منتظم حقیقی صرف خدا ہے۔ مگر یہ بھی اس کی تدبیر اور نظم ہے کہ نظم اسباب عالم کے لیے فرشتے معین فرما دیے ہیں۔ جو تدبیر عالم کرتے ہیں اور یہ سب غائب ہیں۔ ایک بھی نظر نہیں آتا ہے اور نظم عالم ان غائبوں کے دم سے ہے تو اگر وہ مالک الملک نظم و تدابیر دین کا کام بھی کسی غائب سے لیلے تو آپ کو کیوں حیرت ہے۔ خود مدبر ہو کر تدبیر کا سارا کام ان غائبوں سے لیتا ہے۔ تو ہادی ہو کر اگر کار ہدایت کسی غائب سے لیلے تو ہرگز خلاف عقل و شرع نہیں ہو سکتا۔
آخر جب دین کا بگاڑنے والا شیطان غائب ہے تو دین کا سنوارنے والا بھی غائب رہ کر دین کو سنوار سکتا ہے۔ شیطان کا اقرار اور امام کا انکار بالکل ایسا ہے بدی کا اقرار کر لیں اور نیکی کا انکار کر دیں۔ بہرحال تدبیر دین اور عالم کے لیے وجود امام و ملائکہ ضروری ہے ظہور ضروری نہیں۔

تو اگر ملائکہ انتظام و نظم عالم کرتے ہوئے نظر نہیں آتے تو ان کی یہ غیبت نظم عالم سے نہیں روکتی تو امام غائب کو روحانی و دینی نظم سے غیبت کب مانع ہو سکتی ہے جنگ احد میں اصحاب کے بھاگنے پر خدا نے فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی۔
(قرآنی تمثیل) قرآن میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔

یمددکم ربکم بثلاثۃ	خدا تمہاری مدد تین ہزار ملائکہ
آلاف من الملائکۃ	کو بھیج کر فرما رہا تھا۔
منزلین (آل عمران ۳/۱۲)	

قرآن کی خبر ہے اور نص ہے کہ تین ہزار فرشتوں نے مدد کی۔ حالانکہ کسی کو ایک بھی فرشتہ نظر نہیں آیا۔ تو کیا ان کا نظر نہ آنا مدد نہ کرنے کی دلیل ہے۔ تو اگر امام بحکم خدا غائب رہ کر مومنین کی مدد فرمائے تو اس کا سامنے آنا ضروری نہیں اور اس کے غائب ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مدد بھی نہیں کر سکتا۔ مدد کے لیے وجود ضروری ہے ظہور ضروری نہیں۔ مگر فرشتوں نے کب مدد کی جب احد میں زیادہ تعداد رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئی تھی اور چند گنتی کے مسلمان رہ گئے تھے۔ تب خدا نے یہ غائبانہ مدد فرمائی۔ اسی طرح جب بکثرت بہتر ۷۲ فرقے گمراہ ہو گئے اور صرف ایک فرقہ نجات یافتہ باقی رہ گیا تو اللہ نے اس غائب امام کے ذریعہ سے مدد فرما کر ان کو راہ مستقیم پر باقی رکھا۔ تو در اصل غائب کی مدد سے انکار ہٹ دھرمی اور قرآن کا انکار ہے

آخر اس امام کا انکار کیوں ہے

صرف اس لیے کہ اس اقرار کے بعد خود ساختہ اماموں کا کاروبار ٹھنڈا ہو جائے گا اور اپنے خود ساختہ اماموں اور اماموں کا انکار کرنا پڑ جائے گا۔ نیز خود ان کے امام بننے کی گنجائش نہیں رہے گی اور یہ ڈھیر کے ڈھیر امام ادب امام المورخین اور امام المحدثین۔ امام المفسرین کہاں جائیں گے۔ ورنہ سیکڑوں مددگاروں اور مدبرین غائب کے اقرار کے بعد اس ایک امام غائب کے انکار کے کیا معنی ہیں۔

وجہ بقاء امام زمانہ

"تاریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات اور جن کی نظر احادیث و سیر پر ہے۔

ان پر یہ پوشیدہ نہیں کہ اہل غرض نے اولاد رسول کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ آنحضرتؐ قرآن اور اہل بیت کو ساتھ چھوڑ گئے تھے اور یہ فرما گئے تھے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ اس کے شواہد بہ کثرت کتب اہل اسلام میں موجود ہیں۔ چند مسلمہ اور مشہور حوالے درج ذیل ہیں۔

(۱) صحیح مسلم طبع مصر جلد دوم ص۳۲۵۔ (۲) صحیح ترمذی میں جلد دوم ص۳۱۸۔
(۳) طبقات ابن سعد جلد دوم قسم دوم ص۲۔ از مفتاح کنوز السنۃ ص۴۸۳۔
(۴) مسند احمد حنبل طبع مصر۔ جلد سوم ص۱۴، ص۱۷، ص۲۶، ص۵۹، جلد چہارم ص۳۷۱، ص۳۶۶۔ جلد پنجم ص۱۸۱، ص۱۸۹۔ (۵) خصائص کبری سیوطی جلد دوم ص۲۶۶
(۶) کنز العمال۔ برحاشیہ مسند طبع مصر۔ جلد اوّل ص۴۴ تا صفحہ ص۴۸ متعدد مقامات پر ذکر ہے۔
(۷) شفاء قاضی عیاض طبع قسطنطنیہ جلد دوم ص۴۱۔ (۸) شرح شفا خفاجی جلد دوم ص۵۵۴
(۹) تفسیر کبیر فخر رازی جلد ہشتم ص۲۲۱ جلد سوم ص۱۸ (۱۰) درمنثور سیوطی جلد ششم ص۷۔ (۱۱) البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر دمشقی جلد پنجم ص۲۰۹ بموقع غدیر خم۔
(۱۲) عقد فرید۔ عبدربہ اندلسی جلد دوم ص۳۴۶۔ (۱۳) تاریخ ابو الفداء طبع مصر جلد دوم ص۴۷۔ (۱۴) اسد الغابہ جلد دوم ص۱۲۔ یہ چند حوالے ہیں ورنہ بکثرت کتب میں اس کا ذکر ہے۔

لیکن صاحبان غرض اور ہوس اقتدار و حکومت و دولت رکھنے والوں نے قرآن کو اہل بیت سے جدا کر کے قرآن کو سینہ سے لگایا۔ بوسہ دیا۔ حفظ کیا اور اہل بیت پر ظلم کے پہاڑ گرا دیئے۔ آنحضرتؐ کی گیارہ معصوم اولادوں کو قتل کیا۔ زہر دئے۔ جیل خانہ میں رکھا۔ اپنے سامنے نظر بند کر کے جاسوسوں کے پہرے لگائے۔ منبروں پر خفہ ازان صلوا

پر لعنت بھیجی۔ ان کے مقابلہ کے لیے خدا سے نہ ڈرنے والے راویوں کی فوج اکٹھی
کر دی۔ روائیتیں گھڑوائیں اور ان جاہل کرایہ کے راویوں نے وہ وہ روایات
گھڑی کہ آج اہل عقل یا تو ان پر مضحکہ کرتے ہیں۔ یا ان کے ریلے میں بہہ گئے ہیں
ان مظالم کے بعد خدا نے کار ہدایت اس غائب کے سپرد کر دیا تا کہ اس کے بقاء
اور غیبت سے کار ہدایت باقی رہے اور اہل غرض ان کو مثل دیگر ائمہ کے قتل نہ کر سکیں

حدیث "بارہ خلیفہ اور بارہ امیر" پر غور

ذات ختمی مرتبت نے اپنے حیات میں کوئی گوشہ دین بغیر تفصیل نہیں چھوڑا
اس لیے کہ اگر کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل رہ جاتا تو دعوائے تکمیل دین غلط ہو جاتا۔ قرآن
نے حکم نماز دیا۔ تو حضرت نے اس کی ایک ایک تفصیل بتلا دی۔ صورت نماز تعداد
رکعات۔ نماز میں کیا پڑھیں۔ جماعت اور بغیر جماعت کے قواعد سب بتلا دئے
ایک ایک چیز کی جس قدر تفصیل بتلائی ہے کہ اگر وہ لکھی جائیں تو کتابیں بھر جائیں
زکوٰۃ کے اقسام۔ تعداد زکوٰۃ وغیرہ اور دیگر عبادات و احکام کی تشریح میں احادیث
و اقوال کا انبار لگا دیا ہے۔ بیت الخلاء اور خلوت تک کے احکام بتلائے۔
مگر جب یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ تو صرف اس قدر فرما کر
خاموش ہو جاتے ہیں کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ اب بنی ہاشم قریشی ہیں۔
بنی امیہ خود کو قریش کہتے ہیں۔ بنی عباس قریشی ہیں اور یہ سب مدعی امارت و
خلافت ہیں۔ اب ان درجنوں خلفاء میں خلافت و امارت پر خون ریزیاں ہوئیں
اس کے لیے کشت و خون ہوئے اور ان خلفاء کے اثر سے امت واحدہ کے
تہتر ٹکڑے ہو گئے۔ اور امت پر طرح طرح کی تباہیاں آئیں۔ تو کیا یہ بات سمجھ
میں آتی ہے کہ جو نبی مسواک اور خلال تک کے احکامات اس تفاصیل بتلا دے یہ

وہ بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے۔ یہ کہہ کر خاموش ہو جائے اور ان کے نام تک نہ بتلائے۔ نہ ان کے صفات خاصہ بیان فرمائے۔ نہ ایسی علامات بتلائے جو آئندہ کی خونریزیاں اور طمع حکومت کا سدباب کر دیں۔ یہ بات قطعاً عقل میں نہیں آتی اور خلاف عقل ہے۔ جب آپ نے بحکم خداوندی بارہ کی تعداد بتلا دی تو دوسرے مسائل کی طرح اس کی کافی توضیحات اور اسماء کے بتلانے کی ضرورت تھی۔ کیا جس خدا نے بارہ کی تعداد بتلائی تھی۔ جس نے جہنم اور جنت کی تفصیلات بتلائی تھیں وہ ان کی تفصیل اور نام نہیں بتلا سکتا تھا اور اگر نبی کو نہیں بتلانے تھے تو کیا آپ خدا سے نہیں پوچھ سکتے تھے۔ جس کی یہ دعا قرآن میں موجود ہو کہ رب زدنی علماً (قرآن) خدایا میرا علم اور بڑھا دے وہ اس کے لیے دعا نہیں فرما سکتا تھا۔ کہ خداوندا یہ خلافت و امارت و حکومت جھگڑے کی جڑ ہے اس کی توضیح فرما دے کہ وہ کون ہیں۔ کیا آخری نبی اس سے بے پرواہ اور بے خبر ہو کر ان کا تقرر امت کے حوالے کر جاتا تاکہ قیامت تک ان میں جھگڑا برقرار رہے اور فرقے پہ فرقے بنتے چلے جائیں۔ کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو آنحضرت ؐ نے جب یہ تعداد بتلا دی تو ان کے نام تک بتلا دئیے تھے۔ (جن کو ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔ اور جب امت نبی کے بیان کردہ گیارہ کو قتل اور زہر سے ختم کر چکی اور اپنی دنیاوی مقاصد اور ہوس خلافت و حکومت میں ان کو تباہ کر چکی تو قدرت نے بارھویں کو غائب کر کے بچا لیا۔ اس لیے کہ تعداد بارہ سے زیادہ مقصود نہ تھی اور صداقت قول رسول کے لیے بارھویں کا بقاء ضروری تھا۔ اگر وہ بارھواں بھی اہل غرض کے ہاتھوں ختم ہو جاتا تو یہ ارشاد نبوی کہ قیامت تک بارہ ہوں گے ہرگز پورا نہ ہوتا۔ بعض علماء اسلام نے یہ کہا ہے کہ آنحضرت ؐ کے ارشاد میں جو

لفظ بعدی ہی آیا ہے۔ یعنی میرے بعد اس میں میرے بعد سے یہ مراد ہے کہ وہ پے در پے اور مسلسل نہ ہوں گے بلکہ ان کے درمیان میں کچھ زمانہ خالی رہے گا۔ پھر کوئی پیدا ہو جائے گا۔ یوں قیامت تک بارہ پورے ہو جائیں گے وقفہ وقفہ کے بعد درمیان میں فاصلہ چھوڑ کر امام بنتے رہیں گے۔ تو اس طرح ہر فاصلہ امام زمانہ سے خالی ہو گا۔ مگر ان کے اس تاویل اور بات بنانے سے رسول کی یہ حدیث بیکار و غلط ہو جاتی ہے کہ۔

من مات ولم يعرف امام زمانه مات ميتة الجاهلية	جس نے اپنے زمانہ کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرے گا۔

ان کی تاویل کی بنا پر جب درمیانی فاصلہ امام سے خالی ہے اور امام ہے ہی نہیں تو معرفت کس کی حاصل کرے گا۔ اگلے اور پچھلے اماموں کی تو آنحضرتؐ نے قید نہیں لگائی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اپنے زمانہ کے امام کی معرفت لازم ہے۔ تو ہر زمانہ میں امام کا ہونا لازم ہے۔ نیز آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بھی معاذ اللہ غلط ہو جائے گا کہ اگر حجتہ خدا سے زمین خالی ہو جائے تو وہ مع اپنے رہنے والے کے دھنس جائے گی اور برباد ہو جائے گی۔ اس حدیث مبارک میں جس کا حوالہ ہم دے چکے ہیں۔ لفظ معرفت آیا ہے۔ یہ لفظ رویت یعنی یہ نہیں فرمایا کہ جو اپنے زمانہ کے امام کو نہیں دیکھے گا۔ وہ کفر کی موت مرے گا بلکہ یہ فرمایا کہ جو معرفت حاصل نہیں کرے گا۔ وہ جاہلیت یعنی کفر کی موت مرے گا۔ تو معرفت کے لیے شئی کا ہونا اور اس کا وجود لازمی ہے۔ ظہور اور سامنے ہونا ضروری نہیں۔ زمانہ نبیؐ سے آج تک مسلمان خدا کی معرفت حاصل کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ آنکھوں کے سامنے موجود نہیں ہے نہ کسی نے

آج تک دیکھا ہے پیغمبر اکرمؐ کو ان جناب کے زمانے کے لوگوں نے دیکھا اور بعض نے معرفت حاصل کی لیکن آنحضرت کے انتقال کے بعد سے آج تک کے مسلمان دیدار سے محروم ہیں۔ لہٰذا یا تو یہ سب بے معرفت ہیں۔ یا بغیر دیکھے معرفت ممکن ہے۔ اسی طرح امام کا موجود ہونا لازم ہے ظاہر بہ ظاہر ہونا لازم نہیں۔ بحمداللہ امام موجود ہے اور اہل ایمان کو اس کے وجود کا اعتقاد اور معرفت بالدلائل حاصل ہے۔

مگر جب ذہنیت یہ ہو کہ خواہ رسول کی ہزار حدیثیں غلط ہو جائیں۔ مگر ہم اولادِ رسول کو امام نہیں مانیں گے۔ تو اس کا علاج نہیں۔ لیکن جن کا ایمان ان احادیث پر ہے ان کے نزدیک ایک ایسی ذات کا ہر زمانہ میں موجود رہنا لازمی ہے۔ جو حجتہ خدا ہو۔ خدا نے اس کو امام بنایا ہو۔ وہ جامع صفات امامت مذکورہ قرآن سے متصف ہو۔ باعث امان زمین ہو۔ ہدایت روحانی اس کے دم سے وابستہ ہو۔ اس لیے اُن کی معرفت کے لیے اس کا وجود کافی ہوگا۔ ظہور کی ضرورت نہیں۔ خدا ظاہر نہیں غائب ہے مگر اس کی معرفت دلائل و براہین و علامات سے حاصل ہے۔ اسی طرح اس امام کا وجود احادیث رسول اور آیات قرآنی کی روشنی میں موجود ہے اور مذاہب اسلام میں صرف مذہب اثنا عشری اس کا قائل ہے۔ فالحمد اللہ علی ما ھدانا۔

غیبت کا ایک اور افادی اور نفسیاتی پہلو

جو آیات قرآن پاک اور احادیث رسول و ارشادات آئمہ اہلبیت کی بنا پر اس کا یقین رکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی ہمارا امام موجود ہے۔ وہ بنا بر آیتہ قرآنی ہے۔

قل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ والمومنون (توبہ ۱۳)

اے نبی ان سے کہدو کہ تم عمل کرتے رہو تمہارے عمل کا نگراں اور ان سے باخبر تین ہستیاں ہیں اور رہیں گی۔ اللہ اور اس کا رسول اور (خاص مومن)۔ مومنین

٭ ٭ ٭
٭ ٭ ٭

اس آیتہ میں حکم عمل کے لیے زمانہ کی قید نہیں اور دیکھنے کے لیے صیغہ مضارع آیا ہے۔ یعنی دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہیں گے۔ تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ ایک لفظ رویت کے ماتحت تینوں ہستیوں کا ذکر ہے۔ جس نے یہ بتلا دیا کہ خدا کے ساتھ اس کی رویت کا سلسلہ برابر جاری رہے گا یہ ناممکن ہے کہ ایک لفظ کے ماتحت کئی چیزوں کو بیان کیا جائے اور اس میں کسی جگہ کوئی مواقفت نہ ہو۔ زید اور عمر اور بکر آئے تو یہ فرق ہو سکتا ہے کہ ایک موٹر پر آئے دوسرا گھوڑے پر تیسرا پیدل۔ مگر آنے میں سب ایک ہوں گے۔ آیت میں تین ہستیوں کے طریقہ رویت میں فرق ہو سکتا ہے۔ مگر خبر اور علم میں فرق نہیں ہو سکتا ہے۔ آئمہ اہلبیت کی روایت صحیح یہی ہے۔ کہ امام زمانہ حالات سے باخبر رہتے ہیں اور مومنوں کے اعمال نیک پر خوش اور عمل بد پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ تو اب ہر صاحب اعتقاد و ایمان کو یہ یقین کامل ہے کہ امام ہمارے حالات کے نگران ہیں۔ بے شک وہ ایک جگہ موجود ہیں۔ مگر اپنے علم اور قوت روحانیہ سے ہمارے حالات سے واقف ہیں۔ جیسے حضرت علیسیٰ۔ اگرچہ ایک جگہ موجود رہتے تھے مگر ہر گھر کے حالات سے باخبر تھے۔ قرآن اس کو واضح کرتا ہے۔

انبئکم بما تاکلون و ماتدخرون فی بیوتکم

جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو اور کھاتے ہو اس کی سب

(آل عمران ۵) کی خبر دوں گا۔

تو جیسے حضرت عیسیٰ رہتے تو ایک جگہ تھے۔ مگر شہید ہونے کی وجہ سے سب گھروں سے باخبر تھے۔ مگر حضرت عیسیٰ اور امام میں فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ تو زمانہ نبوت میں ظاہر تھے۔ اس لیے ایک جگہ نظر آتے تھے۔ تو ان کی طرح اگر امام ظاہر ہوتے تو قیام ایک جگہ نظر آتا اور اپنے علم سے حالات اہل دنیا سے واقف ہوتے۔ مگر غائب ہونے کی صورت میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک جگہ پر مقید ہیں ممکن ہے وہاں ہوں یہاں ہوں ممکن ہے ہمارے گھر میں ہوں۔ تو اس کا اثر نفس اور قلب پر زیادہ پڑے گا اور نفس برائیوں سے زیادہ محفوظ رہے گا۔

اس لیے کہ اگر کوئی میرے بزرگ کو میرے اعمال سے اپنے خط کے ذریعہ سے باخبر کر دے تو اس کا اثر اور ہے اور وہ بزرگ خود آکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اس کا اثر کچھ اور ہے اور یہ مسلم ہے کہ ان دونوں میں آخری صورت کا اثر زیادہ ہے تو اگر ہم کامل الایمان ہیں تو ضرور گناہوں سے یہ سمجھ کر بچ جائیں گے کہ ہمارا امام ممکن ہے کہ ہمارے گھر میں ہمارے پاس موجود ہو اور یہ خیال صرف غیبت میں ہو سکتا ہے۔ ظہور میں نہیں۔

تو اگر یہ صورت مفید ہے اور زیادہ مفید ہے تو اوّل والوں کو کیوں نہ غائب کر دیا۔ تو اوّل میں ظہور ضروری تھا۔ تاکہ پے در پے اور یکے بعد دیگرے انبیاء اور رسل اور آئمہ کے آنے سے یہ یقین اور اعتقاد راسخ ہو جائے کہ ہر زمانہ میں حجتہ خدا کا موجود رہنا ضروری ہے اور زمانہ اس سے خالی نہیں رہتا۔ اس یقین کے بعد اگر کوئی ذات غائب ہو جائے۔ تو ہرج نہیں۔ اسی سابقہ یقین و علم و اعتقاد کی بنا پر ہم کو اندازہ ہو جائے گا کہ اب بھی حجتہ خدا باقی ہے۔ آفتاب روزانہ نکلتا ہے اور دنیا کو اپنے وجود اور ضرورت کا یقین دلاتا ہے اور ہم کو یقین کلی حاصل ہو جاتا

ہے کہ اس کا وجود ضروری ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو نشو و نمائے عالم مادی ختم ہو جائے
اس یقین کے بعد اگر وہ کبھی بارشوں میں چھپ جائے اور ایک عرصہ تک نظر
نہ آئے۔ تب بھی ہم کو یقین رہے گا کہ وہ ضرور موجود ہے۔ اسی طرح سابق کی
رسالتوں نبوّتوں اور امامتوں نے بتلایا کہ دین صحیح کے لیے وجود حجتہ ضروری ہے
تو اگر چہ وہ نظر بھی نہ آئیں تب بھی یقین حاصل رہے گا کہ وہ موجود ہیں اور اس
یقین کے بعد ہم بہت سے گناہوں سے بچ جائیں گے۔

اس کے وجود ہدایتہ روحانی سے سب کیوں فائدہ حاصل نہیں کرتے

پھول باغ میں ایک جگہ ہے مگر اس کی خوشبو سے سارا باغ مہک رہا
ہے۔ شمع محفل میں ایک جگہ ہے مگر اس کے نور سے ساری محفل منور ہے لیکن
اگر محفل میں کوئی نزلہ کا مریض ہو یا اندھا ہو تو نہ خوشبو حاصل کرے گا نہ نور اس کو
فائدہ پہنچائے گا۔ بارش سب جگہ برستی ہے مگر شاداب وہ ہی زمین ہوتی ہے
جس میں صلاحیت ہو۔ زمین شور اثر باراں قبول نہیں کرتی۔ خدا ہادی حقیقی ہے
مگر وہ بھی ان کو ہدایت کرتا ہے کہ جن کے دل صلاحیت قبول رکھتے ہیں اور
تلاش ہدایتہ میں ہیں۔

والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت)	جو ہمارے لیے جدوجہد کرتا ہے ہماری معرفت کے لیے کوشش کرتا ہے ہم ضرور اس کو اپنا راستہ دکھلا دیتے ہیں۔

تو اس امام کی ہدایت سے صرف وہ دل قبول کر سکتے ہیں۔ جن میں صلاحیت،
قبول ایمان ہے۔ نور آفتاب سے صرف وہ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کی آنکھوں

میں خود نور ہو۔ تو ہدایت ایمان صرف وہ حاصل کرتے ہیں جن کے دلوں میں نور ایمان ہو۔ خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں۔ وہ اس امام کی ہدایت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔ یہ امام چونکہ حسب فرمودہ رسول ثقلین میں سے ایک ہے۔ شریک قرآن ہے اس سے جدا نہیں اس لیے مثل قرآن۔

یضل بہ کثیرا یھدی بہ کثیرا و ما یضل بہ الا الفاسقین۔ (بقرۃ)	بہت سے قرآن سے ہدایت پاتے ہیں وہ ہدایت کرتا ہے اور بہت سے اشخاص کو چھوڑ دیتا ہے۔

اس لیے کہ وہ صلاحیت قبول ہدایت نہیں رکھتے ہیں اور چونکہ فرمودہ قرآن

وان کثیرا من الناس لفاسقون (مائدہ)	بہ کثرت آدمی گنہ گار ہیں

اس لیے اکثریت ہدایت امام و قرآن سے محروم رہتی ہے اور اقلیت فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی لیے قرآن نے ہر جگہ اکثریت کی مذمت کی ہے اور اقلیت کی مدح فرمائی ہے۔

غائب امام سے کیا فائدہ

تو آج اگر امام غائب ہے اور اس سے کثرت فائدہ نہیں اٹھاتی۔ تو آج قرآن تو حاضر ہے۔ سب کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ ہر گھر میں پایا جاتا ہے۔ اس سے کیا فائدہ اٹھایا۔ آج اس کے ہوتے ہوئے بھی امت کے تہتر فرقے موجود ہیں۔ جس میں سے بہتر جہنمی ہیں اور صرف ایک جنتی ہے۔ تو کہہ دیجیے کہ اس قرآن سے کیا فائدہ۔ یہ بھی مثل امام بیکار ہے۔ تو یاد رکھیے کہ قرآن اور اہلبیت دونوں مل کر سبب ہدایت ہیں اور حدیث نبوی کا یہ فقرہ کہ

جب تک دونوں سے تعلق رکھو گے گمراہ ہرگز ہرگز نہ ہو گے۔ اس لیے اہل ایمان وہی ہیں۔ جو قرآن اور اہل بیت کو ساتھ رکھتے ہیں اور قرآن کے ساتھ اس کے قائل ہیں کہ وہ اور اہلبیت ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ جب تک حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ دونوں ساتھ ساتھ رہیں گے۔ آج قرآن موجود ہے تو حدیث رسول کے مطابق اہلبیت بھی اس کے ساتھ موجود ہیں۔ تو وہ معصوم ہادی خلق ہیں اور دونوں مل کر قیامت تک باقی رہیں گے۔ صاف تو یہ ہے کہ جو گمراہ ہیں وہ موجود اور ظاہر سے بھی ہدایت نہیں پاتے اور جو ہدایت کے خواہاں ہیں وہ غائب سے بھی ہدایت پاتے رہتے ہیں

یہ سارے مسلمان روز پنجگانہ نمازیں دعا کرتے ہیں۔ اھدنا۔ ہم کو ہدایت فرما۔ تو بقول مخالفین امام کے "غائب سے ہدایت نہیں ہوتی" تو خدا بھی تو غائب ہے اس سے کیسے ہدایت ہوتی ہے۔ تو یہ تو ثابت ہو گیا کہ غائب سے ہدایت ہو سکتی ہے مگر بہ کثرت اور زیادہ تعداد کو اس سے ہدایت نہیں ہوتی تو کیا گمراہوں کی کثرت کی وجہ سے خدا کے ہادی ہونے کا انکار کر دیا جائے۔ یا یہ کہہ دیا جائے کہ کروڑوں گمراہ ہیں تو اس کے ہادی ہونے سے کیا فائدہ اور کروڑوں اس کے منکر ہیں تو اس کے وجود سے کیا فائدہ اسی قسم کے مہمل خیالات سے آج وجود خدا اور امام کے منکرین کی کثرت ہے۔

حقیقت و انصاف پسند اہل سُنّت

ہم اس سے پیشتر ان علمائے اہلسنت کی تفصیل دار فہرست دے چکے ہیں جنہوں نے آئمہ اہلبیت کا ذکر کیا ہے۔ در اصل ان کا انصاف پسند طبقہ اور حضرات صوفیہ و حنفی حضرات کا اکثر حصہ ہمارے ساتھ ہے۔ صرف خوارج و بنی امیہ

اور خلفائے بنی عباس اپنی خلافتوں کو بچانے کے لیے ان کے منکر ہیں اور ان کا کاسہ لیس طبقہ اسلام کے پردے میں آئمہ اہلبیت کے خلاف ہے اور ان کا نمایاں دشمن ہے الحمد للہ کہ اہل سنت کا بہت بڑا طبقہ اب بنی امیہ و بنی عباس کے پروپیگنڈے سے آزاد ہو چکا ہے۔

سلاطین ترکی جو خلیفۃ المسلمین کے خطاب سے بہت عرصہ تک نوازے گئے۔ ان میں ایک خلیفۃ المسلمین سلطان عبد العزیز بھی گذرے ہیں۔ ان کے زمانہ کے مشہور عالم اور شیخ علامہ قندوزی نے فضائل اہلبیت نبی میں ایک مشہور کتاب ینابیع المودۃ تحریر فرمائی اور قسطنطنیہ کے مشہور مطبع اختریں سنہ ۱۳۰۱ھ میں محکمہ شرعی کی اجازت لے کر چھپوائی حق یہ ہے کہ اس شان کی کتاب اہلسنت میں آج تک نہیں لکھی گئی۔

(۱) یہ زمانہ خلافت ترکی کا تھا محکمہ شرعیہ کبھی ایسی کتاب کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ جو غلط کتابوں کے حوالوں اور واقعات پر مبنی ہو۔ نیز وزارت معارف جو کتابوں کی چھان بین کا مستقل محکمہ تھا وہ کبھی اس کی اجازت نہیں دے سکتا تھا خصوصاً جب وہ کتاب ان کے زیر نظر ان کے دار الحکومت میں چھپ رہی ہو۔

(۲) ہر زمانہ میں موافق و مخالف ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام کے بھی مخالف کچھ نہ کچھ ہوں گے اور غلط فہمی کی بنا پر کچھ نہ کچھ اہل بیت کے بھی مخالف ہوں گے۔ ان لوگوں میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس کتاب کی تردید لکھتا۔ یا یہ کہتا کہ فلاں کتاب کے حوالہ غلط ہیں۔ ترکی کا شاہی کتب خانہ موجود تھا۔ جس میں وہ کتابیں موجود تھیں۔ جن کے حوالے علامہ قندوزی نے دئیے تھے۔

(۳) مان لیا کہ ترکی میں کسی عالم کی ہمت نہیں پڑی تو مصر اور شام کے اہل قلم اس کی تردید کر دیتے۔ مگر یہ کتاب آج تک مدح اہلبیت کا اعلان کرتی رہی۔

اور حسب ہی سنتے رہے اور اہل انصاف مانتے رہے۔ البتہ چونکہ ہمارے علاقہ میں ایک فرقہ مخالفت اہلبیت اور توہین اہلبیت میں پیش پیش ہے۔ ان کا کوئی جاہل حدیث و سیر مکتوبہ احادیث کا انکار کر دے اور اس کا ہدیہ بروح ابن تیمیہ کے سامنے پیش کر دے۔ تو وہ قابل توجہ نہیں۔ خوارج اور خوارج پسند لوگوں کے علاوہ عام اہلسنت محب اہلبیتؑ ہیں۔

(۴) علامہ قندوزی رضی اللہ عنہ نے جس قدر حالات و احادیث و آیات حضرت امام زمانہ کے متعلق لکھی ہیں وہ ایک حقیقت افزا حیثیت رکھتی ہیں اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دراصل اہلسنت کا عقیدہ کیا ہے۔ اگر احادیث متعلقہ امام زمانہ قصص و حکایت کی حیثیت رکھتیں۔ تو اس زمانہ میں خارجیت پسند علماء اور اہل قلم میں غل مچ جاتا اور ترکی میں بھی اس کے خلاف آواز بلند ہو جاتی۔ لیکن اس زمانہ میں کسی کو اس کی تردید کی جرأت نہیں ہوئی۔ نہ کوئی آواز اس کے خلاف بلند ہوئی۔ جس نے بتلا دیا کہ یہ مشہور کتاب حقائق پر مبنی ہے۔ جس کی تردید ممکن نہیں۔ اس لیے کہ اس کا مدار صحاح ستہ اور دیگر کتب علمائے اہلسنت ہیں۔ اب اگر کسی نے اس کے خلاف لکھا تو وہ کھلی کتاب و سنت کی مخالفت ہو گی۔ اہل تحقیق پر اس کتاب کا مطالعہ واجب ہے جس کا ایک ایک حرف صد اقتوں کا حامل ہے۔

صاحب تاریخ خمیس کا ایک فیصلہ

تاریخ خمیس علامہ دیار بکری کی تالیف ہے جو ۱۳۰۲ھ میں مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ وہ خمیس جلد اوّل صفحہ ۱۲۱ میں حضرت خضر کی حیات کے لیے اپنا اور دیگر علماء کا ایک فیصلہ لکھتے ہیں۔ ہم اس لیے اس کو تفصیلاً لکھتے ہیں

اس لیے کہ جب ایک ہستی کے متعلق یہ فیصلہ ہو گیا کہ وہ زندہ ہے تو اہل انصاف کسی دوسری ذات کی زندگی کے متعلق شک و شبہ نہیں کریں گے۔ وہ لکھتے ہیں کہ پانچویں بحث ان کی زندگی کے متعلق ہے۔ آپ کی زندگی کا انکار محدثین کے ایک گروہ نے کیا۔ (جن میں نمایاں) بخاری اور ابراہیم حربی اور ابن مغازی ہے۔ ابن جوزی نے اس کے متعلق مخصوص تالیف کی ہے۔ لیکن صحیح اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ وہ باقی ہیں (زندہ ہیں)

(۱) ابن اصلاح کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور علماء کا بڑا گروہ اور تمام صالحین اس کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔ صرف چند محدثین ان کی زندگانی کا انکار کرتے ہیں اور جو اقرار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کو آخر زمانہ میں جب قرآن اٹھا لیا جائے گا موت آئے گی۔

(۲) صحیح مسلم میں بیان دجال میں یہ روایت ہے کہ وہ ایک آدمی کو قتل کرے گا پھر اس کو زندہ کرے گا۔ تو ابراہیم بن سفین راوی کتاب مسلم کہتے ہیں کہ وہ خضر ہوں گے۔ دجال آخر زمانہ میں قرب قیامت میں آئے گا اور حضرت خضرؑ اس وقت تک زندہ رہیں گے۔

(۳) اسی طرح سے معمر نے اپنے مسند میں لکھا ہے۔ (۴) شیخ علاء الدولہ سمنانی عروۃ الوثقی میں حضرت خضر کی کنیت اور لقب اور اسم بھی تحریر کرتے ہیں (اور قائل حیات ہیں) (۵) کتاب القراء میں ابن عباس سے مروی ہے کہ خضر و الیاس ہر سال زمانہ حج میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں (ملخص) (۶) عرائس میں ابن اسحاق روایتہ کہتے ہیں کہ خضر فارس کے ہیں اور الیاس بنی اسرائیل سے ہیں۔ (دونوں زندہ ہیں) (۷) زبدۃ الاعمال میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر بیت المقدس میں رہتے ہیں اور ہر جمعہ کو پانچ مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں اور

ہر جمعہ کو دو غذائیں ۔ کماۃ اور کرفس نوش فرماتے ہیں اور زمزم کا پانی پیتے ہیں اور حضرت سلیمان کے کنوئیں کا پانی بھی نوش فرماتے ہیں اور چشمہ سلوان پر غسل فرماتے ہیں ۔(۷)۔ اسی روایت کو حافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے بھی صحیح سمجھ کر لکھا ہے (۸) ربیع الابرار میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ انبیاء میں صرف چار زندہ باقی ہیں ۔دو تو آسمان پر زندہ ہیں ۔حضرت عیسٰیؑ اور ادریسؑ اور دو زمین پر زندہ ہیں خضرؑ اور الیاسؑ ۔ ایک کا تعلق خشکی سے ہے اور ایک کا تعلق دریا سے ہے اور وہ ہر شب کو دیوار فصیل ذوالقرنین پر جمع ہوتے ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں ۔ ان کو وہ دیکھ سکتے ہیں جن کو خدا دکھلاتا ہے ۔

اب اس قدر شواہد کے بعد ان کی زندگی کا انکار وہی کر سکتے ہیں جو سب سے جدا ہو کر شہرت کے لیے مشہور واقعہ کا انکار کر دیا کرتے اور جب ایک یا چار تا قیامت زندہ رہ سکتے ہیں تو حضرت امام مہدیؑ کی زندگی کا انکار صرف ہٹ دھرمی اور خاندان نبوت سے تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہے ۔

کلیات قرآن دائمی قانون ہیں

جب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں جن کو قرآن نے بحیثیت کلیات اور قانون دائمی ارشاد فرمایا ہے تو حسب ذیل آیات سامنے آتی ہیں

(۱) کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ۔ (رحمان ۲۷/۵۵)	زمین پر جتنی چیزیں ہیں وہ فنا ہو جائیں گی ۔ ہاں صرف تیرے پروردگار کا سبب معرفت باقی رہے گا ۔
(۲) کل شیئ ھالک الا وجہہ (قصص ۲۸/۹)	سوائے سبب معرفت کے ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے ۔

کل نفس ذائقۃ الموت (آل عمران ۱۹/۴)	ہر نفس موت کا مزہ چکھ کر رہے گا۔
(۴) کل فی فلک یسبحون۔ (انبیاء ۲/۱۷)	ہر ستارہ اپنے فلک پر متحرک ہے۔
(۵) وجعلنا من الماء کل شیٔ حیّ (اسراء ۲/۱۷)	ہر شے کی زندگی ہم نے پانی سے رکھی۔
(۶) کل امرئٍ بما کسب رہین (نور ۵/۱۸)	ہر شخص نے جو کیا ہے وہ بھرے گا۔
(۷) لکل امۃ اجل (یونس ۱۱/۵)	ہر گروہ کے لیے ایک مدت ہے

یہ کلیات ماضی کے ہر زمانہ میں صحیح رہے ہیں۔ کوئی قوم کوئی مذہب کوئی فرقہ کوئی علم اس کو غلط نہیں کہتا ماضی کے بعد حال میں بھی ان کی صحت میں شک نہیں اس لیے زمانہ حال کے بعد آئندہ بھی یہ کلیات برقرار اور صحیح رہیں گے۔
مثلاً ہم نے دیکھا کہ ابتدائے آفرینش سے اب تک ہر فرد کے لیے موت لازمی رہی ہے اور اس کو بغیر موت کے چارہ نہیں۔ خواہ ہزار برس کے بعد آئے یا دس ہزار برس کے بعد۔ اس کی حیات موت سے بدل کر رہے گی۔ تو چونکہ گذشتہ زمانہ میں اس کلیہ کو صحیح پایا۔ موجودہ زمانہ میں بھی صحیح ثابت ہو رہا ہے عقل یہ کہتی ہے کہ آئندہ زمانہ میں بھی ہو کر رہے گا اور موت کا وجود ہر زمانہ میں لازمی ہے۔ اب اہل انصاف قرآن کے دو اور کلیوں پر غور فرمائیں۔

(۸) یوم ندعوا کل اناس بامامھم (اسرائیل ۸/۱۵)	ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور طلب کریں گے۔
(۹) لکل قوم ھاد (رعد ۱۳/۱)	ہر قوم کے لیے ہادی رہے گا۔

ہر زمانہ میں برابر ہادی آتے رہے اور جہاں انسان پائے گئے ہیں ان کا امام بھی موجود رہا۔ یہ کلیہ زمانہ نبیؐ سے پہلے ہمیشہ رہا۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء سب انسانوں کے امام تھے (ہر نبی امام ہے مگر ہر امام نبی نہیں اور سب کے ہادی اور راہ نما تھے۔ زمانہ نبی میں خود آنحضرتؐ ہادی اور امام تھے۔ اب عقل کہتی ہے کہ یہ کلیات ماضی کے ہر زمانہ میں صحیح رہے ہیں۔ کبھی غلط نہیں ہوئے۔ نبی کے زمانہ میں اور بعد نبی بھی (باختلاف اشخاص) امام ہادی باقی رہے تو رہتی دنیا تک اور بقائے انسانیت تک وجود امام و ہادی لازمی ہے قوم اور ناس موجود رہیں لیکن امام اور ہادی نہ ہو یہ کلیہ قرآن کے خلاف ہے تو موجودہ زمانہ میں بھی امام اور ہادی کا وجود ضروری ہے۔ اس لیے کہ امام و ہادی ہر زمانہ میں تھے۔ ہیں اور رہیں گے۔ ان کی غیبت سے ہدایت و امامت میں خلل نہیں پیدا ہوتا۔

صواعق محرقہ ابن حجر مکّی کا اقرار

ہم گذشتہ صفحات میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن یہاں مفصّل بیان کرتے ہیں۔ یہ عجیب ماجرا ہے کہ اقرار کرتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ لکھتے ہیں مگر عمل اس کے خلاف ہے۔ بہر حال حق اگر زبان پر جاری ہو جائے تو یہ اہلبیت کی ایک کرامت ہے

(۱) یہ واضح ہے کہ صواعق محرقہ شیعوں کے رد میں لکھی گئی ہے اس میں تبدیل حدیث۔

انی تارک فیکم الثقلین ترجمہ گذر چکا ہے۔
کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی

اس روایت کو وہ کہتے ہیں کہ بیس سے زیادہ صحابہ نے تحریر کیا ہے۔
ترمذی۔ مسند احمد ابن حنبل۔ صحیح مسلم۔ طبرانی وغیرہ نے بہت سے طریقوں
سے تحریر کیا ہے اور آنحضرت نے مختلف مقامات پر بتلایا ہے (صواعق
محرقہ صہ ۸۹ طبع مصر) اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں کتاب اللہ
وسنتی بھی آیا ہے۔ اس لیے تین چیزوں کا وجود قیام قیامت تک لازمی ہے
ہم اس وقت حدیث کتاب اور سنت کے متعلق نہیں لکھتے کہ یہ حدیث بعد
کی ایجاد ہے صرف اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اہلبیت کا جو عالم قرآن ہوں

قیامت تک رہنا ضروری لازمی ہے

ان کا کام کیا ہو گا۔ فتوحات نہ ہوں گے بلکہ (صواعق صہ ۹۰) "ہر
باقی ماندہ امت میں ایک عادل اہل بیت میں سے رہے گا۔ جو اس دین
سے گمراہیوں کی تحریف کو دور کرے گا اور باطل پرستوں کے افتراء کو دفع
کرے گا اور جاہلوں کی تاویل کو رد فرمائے گا" نتیجہ آئمہ اہلبیت کا کام
بھی بتلا دیا اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ یہ اہلبیت خدا تک امت کی رسائی کریں گے
تو تم یہ غور کرلو کہ کس کے ساتھ جاؤ گے" پھر وہ لکھتے ہیں (صواعق محرقہ صہ ۹۰)
"کہ جن احادیث میں تمسک اہل بیت پر امت کو اعادہ کیا ہے۔ اس میں
اشارہ ہے کہ اہلبیت میں جو لائق تمسک و پیروی ہیں وہ قیامت تک منقطع
نہیں ہوں گے۔ جیسے کہ قرآن قیامت تک باقی ہے" نتیجہ

اہل بیت میں ایک شریک قرآن قیامت تک باقی رہیگا

جو ان پر ایمان نہیں لائے۔ اسی نے بتلایا کہ وہ ابھی زندہ ہیں اور

آخر زمانہ میں جب سب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ تب ان کی موت واقع ہوگی یہ تو ہے قرآن کی شہادت رہی شہادت سنت تو صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دمشق میں ایک مینارہ سپید کے پاس دو فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ نیز بخاری کی یہ روایت ہے۔

كيف اذا نزل ابن مريم فيكم واما مكم منكم.	آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم پر کیا گذریگی جب مریم کے بیٹے تم میں نازل ہونگے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

حیات خضر و الیاس کے متعلق مورخ ابن جریر طبری لکھتا ہے کہ وہ باقی ہیں اور زمین پر چلتے پھرتے ہیں (نیز مدارج النبوۃ محدث دہلوی میں ہے کہ خضر نے وفات سرور کائنات پر آکر اہلبیت کو پرسہ دیا ہے۔

حیات دجال تو اس کے متعلق صحیح مسلم میں روایات موجود ہیں کہ وہ زمانہ نبی سے لے کر تا قیامت زندہ رہے گا۔ (تفصیل پہلے آچکی ہے) اور وہ حضرت خضر کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا۔ تمیم داری کی روایت بھی صحیح مسلم میں اس کی حیات کو بتلاتی ہے۔ احادیث مذکورہ صحیح مسلم صاف اور صریح ہیں کہ دجال زندہ ہے اور یہ احادیث وہ ہیں جن پر اہل روایات کا اتفاق ہے۔

اب رہا یہ امر کہ شیطان باقی ہے اور زندہ ہے تو قرآن پاک کی صراحت کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ شیطان نے یہ کہا کہ مجھ کو قیامت تک مہلت دی تو خداوند کریم نے فرمایا کہ تجھ کو وقت معلوم تک مہلت دیدی۔

اب رہا مسئلہ بقاء و حیات مہدی علیہ السلام تو قرآن کی (آیۃ لیظھرہ علی الدین کلہ تاکہ وہ تمام دینوں پر اسلام کو غالب کر دے) تو سعید ابن جبیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جن کی وجہ سے غلبہ ہوگا۔ وہ مہدیؑ ہیں جو اولاد فاطمہؑ سے

ہوں گے۔ نیز قرآن پاک کی یہ آیت۔ انہ لعلم للساعۃ۔ کہ وہ ایک نشان ہوں گے قیامت کے لیے۔ تو مقاتل ابن سلیمان اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ مہدی علیہ السلام ہیں جو آخر زمانہ میں ہوں گے اور ان کے ظہور کے بعد قیامت اور اس کی علامات نمودار ہوں گی۔

اب رہی دلیل سنت تو ہم اس کو احادیث صحیحہ سے لکھ چکے ہیں۔

بہرحال احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ آخر زمانہ میں تین اشخاص کا وجود ضروری ہے۔ دجال جو زندہ ہے حضرت عیسیٰ وہ بھی زندہ ہیں اور امام مہدیؑ کہ جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ نماز پڑھیں گے۔ وہ بھی زندہ اور باقی ہیں اور ان کا باقی رہنا خدا کی قدرت سے ہے اور یہ ناممکن نہیں۔ اس لیے کہ وہ جب مخلوق بغیر کسی شئے کے پیدا کر سکتا ہے اور فنا کے بعد پھر قرب قیامت میں زندہ فرمائے گا۔ تو اس کے لیے کسی کا باقی رکھنا محال نہیں۔ جب پیدا کرنا مار کر پھر جلانا اس کی قدرت میں داخل ہے۔ تو زندہ رکھنا اور باقی رکھنا بدرجہ اولیٰ داخل قدرت ہے اور یہ سب امور اس کی حکمت پر موقوف ہیں۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام

تو جس دن سے وہ غائب ہوئے ہیں۔ آج تک زمین عدل و انصاف سے نہیں بھری لامحالہ وہ آخر زمانہ میں اس امام کے ذریعہ سے عدل و انصاف سے بھرپور ہوگی اور جب احادیث صحیحہ اور قرآن سے دجال و حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور بقاء ثابت ہے۔ تو حضرت مہدیؑ کی بقاء میں خدا کے اختیار و حکمت کو کونسی شئے روک سکتی ہے اور کیا مانع ہے

٭ ٭ ٭

سبب بقاء حضرت عیسیٰؑ

حضرت عیسیٰؑ کی بقاء سبب ایمان اہل کتاب ہوگی روایت مذکورہ ہو چکی ہے۔ اور وہ حضرت مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھ کر ہمارے نبی کی نبوت کی تصدیق فرمائیں گے اور حضرت مہدیؑ کی مدد فرمائیں گے اور جس امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کی ملت پر لوگوں کو بلائیں گے۔

اسی طرح دجال آکر دعویٰ خدائی کرے گا۔ تو یہ امتحان اہل عالم ہوگا تاکہ مطیع خدا۔ خدا کی نافرمانی کرنے والوں سے جدا ہو جائیں اور نیکوکار اور گنہگار صاف صاف ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں۔ اس کی بقاء سے یہی فائدہ ہوگا۔

اصل و فرع

نواب گویا حضرت عیسیٰؑ اور دجال کا وجود فرع ہوگا اور امام مہدیؑ کا وجود اصل قرار پائے گا۔ اس لیے ایک آکر ان کی مدد کرے گا۔ دوسرا یعنی دجال آکر مومنوں کو کافروں سے جدا کر دے گا اور امام مہدیؑ کے لیے اہل ایمان کا راستہ صاف کر دے گا۔

حضرت عیسیٰؑ صرف اپنی دعوت لے کر نہیں آئیں گے ورنہ دنیا سے اسلام باقی نہیں رہے گا اور لوگ ان کی ملت پر رہ کر اسلام سے جدا ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ صرف حضرت مہدیؑ کے مددگار بن کر نبی کی تصدیق فرما کر ملت اسلام پر لوگوں کو دعوت دیں گے۔ اس لیے آپ کا آنا اصلاً اپنے لیے نہیں ہوگا بلکہ امام مہدیؑ کی مدد اور نصرت اسلام کے لیے ہوگا۔ اس لیے آپ تابع بن کر آئیں گے۔ خود اپنا تابع نہیں بنائیں گے۔ اس لیے اصل وہ نہیں ہوں گے۔ بلکہ

اصل امام مہدیؑ ہوں گے ۔ اسی طرح دجال جب آئے گا اور اپنی جانب لوگوں کو دعوت دے گا ۔ تو یہ خلاف عقل ہے کہ اس وقت کوئی امام حق موجود نہ ہو جس کی طرف تلاش حق میں لوگ رجوع کریں اور صرف دجال ہی دجال باقی رہ کر اسلام کو برباد کر دے اور اس کی دعوت کو تباہ کر دے ۔ اگر دجال موجود ہو گا تو اس کی دعوت کے وقت اسلام کا نمائندہ دین حق کی طرف بلانے والا بھی موجود رہے گا ۔ تو اس بنا پر اصل امام مہدیؑ ہوں گے اور یہ عقلاً ناممکن ہے کہ فرع تو موجود رہے ۔ زندہ قائم ہو ۔ اور اصل موجود نہ رہے ۔ شاخیں باقی رہیں اور جڑ جو اصل ہے وہ موجود نہ رہے ۔ عقل اس کو قبول نہیں کرتی ۔ اگر فرع باقی ہے تو اصل بھی باقی رہے گا ۔ احادیث صحیحہ میں ذکر حکومت امام مہدی ہے ۔ ذکر حکومت حضرت عیسیٰؑ و دجال نہیں ہے ۔

اسی نے بتلایا کہ وہ اصل ہوں گے اور حضرت عیسیٰ اور دجال ملعون فرع ہو گا ۔ اب رہا یہ امر کہ حضرت امامؑ کو کون غذا پہنچاتا ہے ۔ کون ان کا بندوبست کرتا ہے تو جو دجال و شیطان و حضرت خضر و الیاس کے لیے اسباب حیات مہیا کرتا ہے وہ اگر امام مہدیؑ کے لیے بھی سامان مہیا کر دے تو اس کے خزانہ میں کمی نہیں آجائے گی ان تمام شواہدات و دلائل قرآنیہ و سنت کے بعد ہم اپنی اس مختصر کتاب کو ختم کرتے ہیں ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَالِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ه

(سورہ ۔ ق ۵۰)

سنو! جس دن ایک نزدیک جگہ سے منادی صدا دے گا۔ اس دن وہ حق کی آواز سنیں گے اور یہی دن ظہور کا ہوگا !!

نور العصر

○

تصنیف منیف

سرکار خطیب اعظم مولانا سیّد محمد صاحب قبلہ دہلوی

ناشر

مکتبۂ تعمیرِ ادب

پوسٹ بکس نمبر ۵۷۰۲ - پیسہ اخبار، لاہور